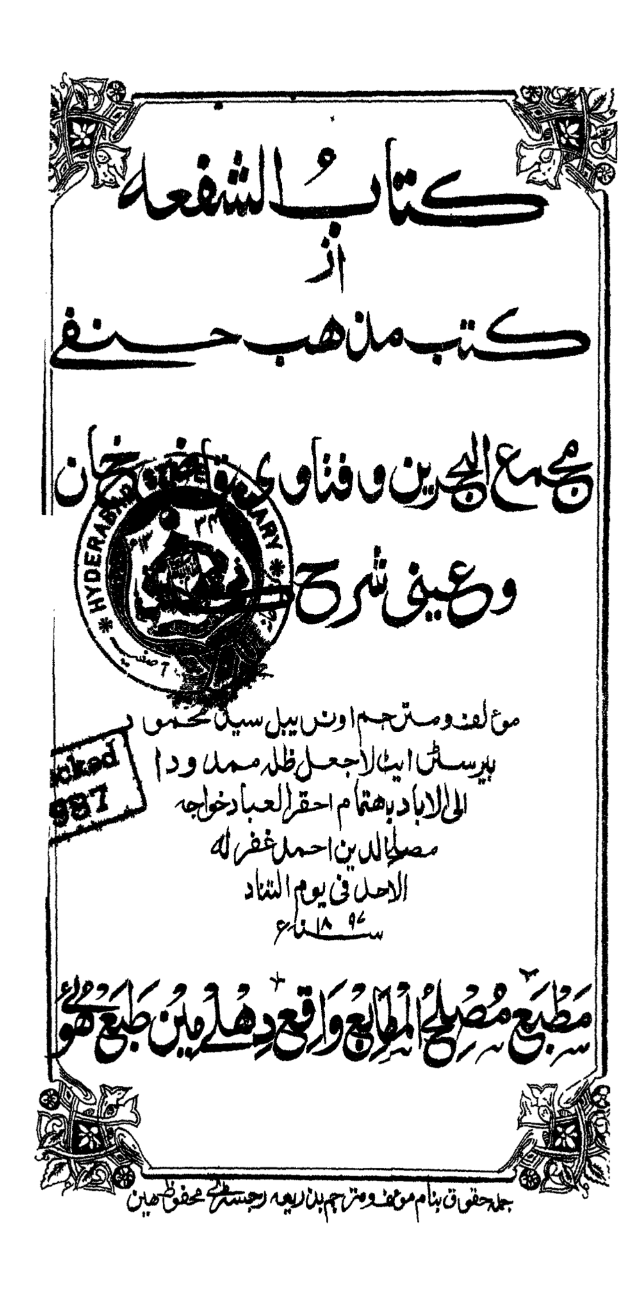


کتاب الشفعه

از

کتب مذهب حنفی

مجمع البحرین و فتاوی قاضیخان

و عینی شرح [illegible]

مؤلف و مترجم آنریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا اجل ظله ممدودا
الٰه آباد

باهتمام احقر العباد خواجه
مصلح الدین احمد غفر له
الاحد فی یوم التناد
سنه ۱۸۹۷ع

مطبع مصلح المطابع واقع دهلی مین طبع هوئی

كتاب الشفعه

بسم الله الرحمن الرحيم

(١) وهى تمليك البقعة جبرًا بما قام على المشترى بالشركة او الجوار-

(١) بسبب شرکت یا جوار کے جبراً کسی جایداد پر اوسی قدر ثمن دلاکر جو مشتری پر لازم ہوا ہے، مالک کردینے کا نام شفعہ ہے-

(٢) وهى مشتقة من الشفع وهو الضم انما سميت بها لما فيها من ضم المشتراة الى عقار الشفيع

(٢) شفعہ شَفْعٌ سے ماخوذ ہے جو اتصال کے معنے مین ہی شفعہ کو شفعہ اسواسطے کہتے ہین کہ اوس مین بھی خریدی ہوی شی شفیع کے ملک کے ساتھ ملجاتی ہے-

(٣) ويجب للخليط اى تثبت الشفعة للشريك فى المبيع-

(٣) سب سے پہلے حق شفعہ اوس شخص کو ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے-

(٤) وهذا مقدم على غيره بلا خلاف لانه اقوى لتعلق الشركة باجزاء الملك-

(٤) شریک فے المبیع کو بالاتفاق اورون پر تقدم ہے کیونکہ بہ نسبت اور شریکون کے اوس کو قوت ہی اس لئے کہ اجزاء ملک کے ساتھ بیان شرکت کا تعلق ہے-

(٥) وفى التبيين الشريك فى البناء بدون الارض لا يكون خليطًا فى المبيع-

(٥) تبیین مین بیان کیا ہی کہ اگر ایک شخص صرف مکان کے عمارت مین شریک ہی اور زمین کے اندر شریک نہین ہی تو اوسکو شریک فے المبیع کا حکم نہین ہے-

(٦) ثم فى حقه يعنى اذا سلم الخليط فى المبيع الشفعة يجب للخليط فى حق

(٦) اگر شریک فی المبیع نے حق شفعہ چھوڑ دیا تو اب حق شفعہ شریک فی حق المبیع کو ثابت ہوگا کیونکہ منافع

المبيع لانه شريك فى مرافق الملك

ملک میں شریک ہے۔

(۷) ثم لو كان الخليط فى المبيع غائبا يقضى بالشفعة للخليط فى حقه اذا طلب لان الغائب يحتمل ان لا يطلب فلا يؤخر حق الحاضر بالشك۔

(۷) اگر شریک فی المبیع غیر حاضر ہو اور شریک فی حق المبیع نے شفعہ چاہا تو قاضی اس کے لئے شفعہ کا حکم دیدیگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ غیر حاضر آکر حق شفعہ طلب نہ کرے پس صرف احتمال سے اس حاضر کے حق میں تاخیر نہ کیجائیگی۔

(۸) ثم اذا حضر وطلب الشفعة قضى له بها۔

(۸) شریک فی المبیع کے غیبت میں اگر قاضی نے اس حاضر کو شفعہ دلادیا اور پھر اوس نے حاضر ہو کر شفعہ کا مطالبہ کیا تو اوسکے لئے شفعہ دلوایا جائیگا

(۹) وبعد القضاء له لو ترك شفعته ليس للخليط فى حقه ان يأخذها لانه بالقضاء للشريك انقطع حقه وبطل۔

(۹) قاضی نے شریک فی المبیع کے لئے شفعہ کا حکم دیدیا اگر اوس نے شفعہ کے لینے سے انکار کردیا تو اب شریک فی حق المبیع کو حق شفعہ نہیں ہے کیونکہ شریک فی المبیع کے لئے جب اوس نے حکم دیدیا تو اوسیوقت شریک فی حق المبیع کا شفعہ باطل اور منقطع ہوگیا۔

(۱۰) ولو لم يطلب الخليط فى حقه حين غيبة الشريك فاذا حضر وسلم ليس للخليط ان يأخذها كذا فى القنية۔

(۱۰) شریک فی المبیع تو غیر حاضر تھا اور اوس کے پیچھے شریک نے حق المبیع نے شفعہ کی درخواست نہ کی اس کے بعد شریک فی المبیع آگیا اور شفعہ لینے سے اوس نے انکار کیا تو اب شریک فی حق المبیع شفعہ نہیں لے سکتا۔

(۱۱) كالشرب والطريق الخاص۔

(۱۱) حق المبیع میں شریک ہونے کی یہ صورتیں ہیں جیسے شرب خاص اور طریق خاص۔

(۱۲) قيد به لانهما اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة۔

(۱۲) شرب عام اور طریق عام میں شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا۔

(۱۳) الشرب الخاص نهر لا يجرى فيه السفن۔

(۱۳) شرب خاص اتنی بڑی نہر کو کہہ سکتے ہیں جس میں ناؤ نہ چل سکے۔

(۱۴) وقيل ما نفذ ماؤه الى آخر الاراضى المسقية منه۔

(۱۴) بعض کے نزدیک شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جو اسپاس کے اراضی کے لئے پوری طور پر آب پاشی کو کافی ہوسکے۔

(۱۵) وعن ابى يوسف ما يسقى منه قراحان او ثلثة او بستانان

(۱۵) ابو یوسف رح فرماتے ہیں جس سے صرف دو تین کھیت یا دو تین باغ کو پانی دے سکیں تب تو

او ثلاثة وما زاد على ذلك فهو عام كذا في النهاية۔

وہ نہر یا تالاب شرب خاص ہے ورنہ وہ شرب عام میں داخل ہے۔

(۱۶) والطريق الخاص ما يكون غير نافذ۔

(۱۶) طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو۔

(۱۷) ثم نثبتها للجار الملازق۔

(۱۷) شریک فی المبیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد حنفیہ کے نزدیک جار کو حق شفعہ ہے۔

(۱۸) خلافا للشافعي۔

(۱۸) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پاس والے کو حق شفعہ نہیں ہے۔

(۱۹) وفي الحقائق كذا الخلاف في الجار المقابل في السكة الغير النافذة۔

(۱۹) کوچہ سربستہ میں سامنے کے پاس والے کو حنفیہ کے نزدیک حق شفعہ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔

(۲۰) اما الجار المقابل في السكة النافذة لا شفعة له اتفاقا۔

(۲۰) اگر کوچہ نافذہ ہو تو سامنے کے پاس والے کو بالاتفاق حق شفعہ نہیں ہے۔

(۲۱) واذا قسمت الدار وحددت فلا شفعة۔

(۲۱) ایک مکان میں دو شخص شریک تھے اور وہ مکان اونمیں تقسیم ہو گیا تو اب کوئی کسی کا شفیع نہیں ہو سکتا۔

(۲۲) ولنا قوله عليه السلام الجار احق بشفعته

(۲۲) پاس والے کو حق شفعہ ثابت ہونے پر حنفیہ کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پاس والا اپنے شفعہ کا مستحق ہے۔

(۲۳) ولو ذميا اى وان كان الشفيع ذميا۔

(۲۳) جس طرح مسلمان کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اسیطرح ذمی کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۲۴) قيد به لان ابن ابي ليلى قال لا شفعة للذمي كذا في الكفاية۔

(۲۴) کفایہ میں بیان کیا ہے کہ ابن ابی لیلے کے نزدیک ذمی کو حق شفعہ نہیں ہے۔ اسواسطے بیان ذمی کا ذکر کر دیا گیا۔

(۲۵) كذا لو كان ماذونا او مكاتبا لانها شرعت لدفع الضرر والكل في ذلك سواء۔

(۲۵) غلام ماذون اور مکاتب کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسبات میں سب لوگ برابر ہیں۔

(۲۶) وحكم الجار مع الخليط في الطلب كحكم الخليط مع الشريك۔

(۲۶) شفعہ کے طلب کرنے میں پاس والے کا شریک فی حق المبیع کے ساتھ وہی حکم ہوتا ہے جو شریک فی حق المبیع کا شریک فی المبیع کے ساتھ ہے۔

(۲۷) وتقسمها على الرؤس لا السهام يعني الشفعة تثبت عندنا على قدر رؤس الشفعاء۔

(۲۷) حنفیہ کے نزدیک شفعا کے اوپر شفعہ علی قدر الرؤس تقسیم کیا جاتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جتنے شفیع ہونگے برابر برابر شفعہ کے مستحق ہون گے۔

(۲۸) وعند الشافعي على قدر سهامهم

(۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک شفعاء کے حصو نپر شفعہ تقسیم ہوتا ہے۔

(۲۹) مثلا اذا كان دار بين ثلثة لاحدهم نصفها وللآخر ثلثها وللآخر سدسها فباع صاحب النصف نصيبه قضي بالشفعة بين الآخرين اثلاثا عنده على قدر ملكهما ونصفين عندنا على قدر رؤسهما وان باع صاحب الثلث نصيبه يكون الشفعة بينهما ارباعا عنده وان باع صاحب السدس نصيبه يكون الشفعة بينهما اخماسا لصاحب الثلث خمساها ولصاحب النصف ثلثة اخماس كذا في المصفى۔

(۲۹) ایک مکان مین تین شخص شریک ہین ایک نصف کا ایک ثلث کا ایک چھٹے حصہ کا اور نصف والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اس صورت مین امام شافعی رح کے نزدیک اس نصف کے دو تہائی مین ایک شخص کو اور ایک تہائی مین دوسرے کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اون دونون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔ اور اگر ثلث والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو امام شافعی رح کے نزدیک ایک کو اس ثلث کے تین ربع مین اور دوسرے کو ایک ربع مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر چھٹے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوس کے پانچ حصہ کئے جائینگے جنمین سے دو حصے تہائی والے کو اور تین حصے نصف والے کو بحق شفعہ دلائے جائین گے۔

(۳۰) له ان الشفعة من مرافق الملك فيثبت بقدره كالربح والكسب ولنا ان بينهما اتصال الملك وقليل الملك ككثيره ولهذا لو تفرد صاحب القليل فله كل الشفعة بخلاف الربح والكسب لانهما من نتائج الملك فيكونان بقدره۔

(۳۰) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ ملک کی ایک منفعت ہے لہذا نفع اور کسب کی طرح بقدر منفعت شفعہ حاصل ہوگا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ اون دونون مین ملکیت کا اتصال پایا جاتا ہے اور اسیلئے اون مین ملکیت کثیر ہو یا قلیل دونون برابر ہین ولہذا اگر صرف تھوڑے حصہ والا شریک ہوتا تو بالاتفاق اوسکو کل مین شفعہ کا حق حاصل ہوتا بخلاف نفع اور کسب کے اس لئے کہ یہ دونون ملک کے نتائج مین داخل ہین۔ لہذا ملک کے حساب سے اونکا اندازہ کیا جائے گا۔

(۳۱) اعلم ان كلا من الشفعاء قبل القضاء بالشفعة لهم مستحق بمجموع

(۳۱) معلوم کرو کہ جبتک قاضی شفعاء کے لئے شفعہ کا حکم نہ دے اوس وقت تک ہر شفیع کو پورے مکان مشفوعہ مین شفعہ کا استحقاق ہے مگر صرف مزاحمت کے

الدار المشفوعة والقسمة بينهم للمزاحمة فينبغي ان يطلب كذلك حتى لو طلب واحد منهم بعضها بطل شفعته عند محمد لما سيجئ۔

خیال ہے اونمین باہم حق شفعہ تقسیم کیا جاتا ہے لہذا شفیع کو پورے مکان مین شفعہ کی درخواست کرنی چاہیے حتیٰ کہ اگر کوئی شفیع مکان کے ایک حصہ مین شفعہ چاہیگا تو امام محمدؒ کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہوجائیگا چنانچہ آئندہ آتا ہے۔

(۳۲) وتجب الشفعة بعد البيع الصحيح قيد به لان الفاسد مستحق للفسخ فلا يثبت فيه الشفعة دفعا لتقرير فساده الخالي عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملك البائع فلا يمكن الشفيع التملك۔

(۳۲) حق شفعہ اوس بیع صحیح کے بعد ثابت ہوتا ہے جسمین بائع کو اختیار باقی نہو کیونکہ اگر اوسکو واپس لینے کا اختیار باقی ہے تو وہ مبیع کو اپنے ملک مین روک سکتا ہے پھر شفیع کسیطرح مالک نہین ہوسکتا اور بیع فاسد کرنے سے شفعہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ وہ بیع فسخ کے قابل ہے اور شفعہ کے ثابت کرنے مین اوس کے فساد کا قائم رکھنا ہے۔

(۳۳) قيد بخيار البائع لانه لو كان للمشتري فله الشفعة اتفاقا اما عندهما فلكونه مالكا للمبيع وقت الشراء واما عنده فلثبوت حق التملك له وهذا كاف لثبوت الشفعة كما جاز للمكاتب الشفعة۔

(۳۳) اگر بیع مین بائع کو اختیار نہین ہے مگر مشتری کو اختیار ہے تو بالاتفاق حق شفعہ ثابت ہوجاتا ہے صاحبین کے نزدیک تو اس لئے کہ خریدتے وقت مشتری مبیع کا مالک ہوگیا اور امام صاحب کے نزدیک اس لئے کہ اوس کو حق ملکیت حاصل ہوگیا اور شفعہ ثابت ہونے کے لئے اسقدر کافی ہے جس طرح مکاتب کے لئے شفعہ جائز ہے۔

(۳۴) وكذلك خيار العيب والرؤية لا يمنعان من الشفعة۔

(۳۴) خیار عیب اور خیار رویت کے صورت مین بھی شفعہ ثابت ہوجاتا ہے۔

(۳۵) وما في معناه يعني تجب الشفعة بعد وجود ما في معنى البيع كالصلح على مال والهبة بعوض۔

(۳۵) جسطرح بیع سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسیطرح جس چیز مین مبادلۃ المال بالمال کے معنے پائے جاتے ہون مثلاً مال دیکر صلح کرنا یا کسی چیز کے عوض مین ہبہ کرنا۔

(۳۶) وبسقوط الخيار يعني يثبت الشفعة بعد سقوط الخيار عن البائع۔

(۳۶) جس صورت مین بائع کو بیع کا اختیار حاصل ہوا پھر وہ اختیار جاتا رہے تو پھر ہر طرح سے شفعہ ثابت ہوجاتا ہے۔

(۳۷) والفسخ في الفاسد اى بسقوط الفسخ في البيع الفاسد لان حق الفسخ فيه كان للشرع فاذا تعلق به حق المشترى بالبناء او الغرس سقط الفسخ وزال المانع عن الشفعة۔

(۳۷) اگر بیع فاسد مین کسی وجہ سے اختیار فسخ باقی نہ رہے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہو کیونکہ بیع فاسد مین شرع سے حق فسخ ہوتا ہو پیر جب اوس کے ساتھ بسبب مکان بنالینے یا باغ لگالینے کے مشتری کا حق متعلق ہوگیا تو اب فسخ کا اختیار باقی نہ رہا اور شفعہ کا مانع جاتا رہا۔

(۳۸) قال المصنف في شرحه وانما قال ويجب بعد البيع لانه لو قال بالبيع لكان موهما ان البيع سبب وليس كذلك بل البيع شرط والسبب الشركة بنوعيه اى حق المبيع او نفسه او الجار اقول على هذا كان ينبغي ان يقول او سقوط الخيار بلاباء عطفا على البيع اذ بالباء يوهم ان سقوط الخيار سبب

(۳۸) معلوم کرو کہ شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے بیع کے سبب سے نہین ثابت ہوتا کیونکہ بیع شرط ہے نہ سبب ہے اور اوس کا سبب شرکت یا جوار ہے اسیواسطے مصنف نے یہ کہا ہے کہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے یہ نہین کہا کہ بیع کے سبب سے ثابت ہوتا ہے اسیطرح بائع کے اختیار ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے ساقط ہونے کے سبب سے نہین ثابت ہوتا۔

(۳۹) وتستقر بالاشهاد لان الشفعة حق ضعيف لابد له من طلب المواثبة ليثبت رغبته في الشفعة ومن الاشهاد على الطلب ليمكن اثبات طلبه عند القاضى

(۳۹) شفعہ ثابت ہونے کے لئے شرط ہو کہ شفیع شفعہ کو فوڑا طلب کرے اس لئے کہ شفعہ حق ضعیف ہو فوڑا اوس کے طلب ہونی چاہیئے تاکہ اوس طلب سے شفیع کی رغبت ثابت ہو۔ اور اوس کو طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیئے تاکہ عند القاضی اوس طلب کو ثابت کر سکے

(۴۰) ويملك اى الدار المشفوعة بالاخذ اذا سلمت اليه اى سلمها المشترى الى الشفيع لان الملك ثابت للمشترى حتى لو اجره يطيب له الاجرة فينتقل برضاه

(۴۰) شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہو کہ مشتری اوس مکان کو شفیع کے قبضہ مین دیدی اور وہ اوسکو لے لے اس لیے کہ ملک مشتری کو ثابت ہو یہان تک کہ اگر وہ اس مکان کو کرایہ پر دیدے تو مشتری کے لئے اوسکا کرایہ شرعًا حلال ہوگا لہذا اوسکی رضامندی سے ملک منتقل ہو جاویگی۔

(۴۱) او حکم له وهو بالجر معطوف على الاخذ

(۴۱) اگر مشتری سے وہ مکان

يعني يملك الشفيع باحد الامرين اما بالاخذ بالتراضي او بحكم الحاكم للشفيع بها اي بالشفعة۔

شفیع کے قبضہ مین رضا مندی سے نہین دیا۔ مگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تب ہی شفیع اوس کا مالک ہو جاوے گا۔

(۴۲) وفائدة هذين ان الشفيع اذا مات بعد الطلبين قبل الاخذ او الحكم لم يورث عنه الدار المشفوعة ولو باعها لا يجوز۔

(۴۲) اسکا نتیجہ یہ ہو کہ اگر شفیع طلب اشہاد اور طلب مواثبت کے بعد اور مکان پر قبضہ کرنے یا حکم قاضی سے پہلے مرگیا تو اوس کے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور اگر اوسکو بیع کیا تو اوسکی بیع نا جائز ہوگی۔

(۴۳) ولا يجب الشفعة في غير العقار لقوله عليه السلام لا شفعة الا في ربع او حائط حتى لو بيع النخل وحده او البناء وحده فلا شفعة لانهما لا قرار لهما بدون العرصة فكان في معنى المنقول۔

(۴۳) شفعہ صرف عقار یعنے غیر منقولات مین ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ شفعہ نہین ہوتا مگر مکان مین یا باغ مین اس تقدیر پر اگر کوئی شخص صرف باغ کے درختون یا مکان کے دیوارنکو بغیر زمین کے بیع کرے تو اونمین شفعہ نہین ہو اسلیے کہ زمین کے بغیر انکو قیام نہین ہی پس وہ منقولات مین داخل ہین

(۴۴) بخلاف العلو حيث يستحق به الشفعة في سفل لجواره اذا لم يكن طريقهما مشتركا لان له حق القرار فالحق بالعقار۔

(۴۴) اوپر کے مکان والے کو نیچے کے مکان مین حق شفعہ ہو۔ اسلئے کہ اگر دونون کا راستہ مشترک نہین ہی تو جوار کے سبب سے حق شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ اوپر کے مکان کو نیچے کے مکان پر حق قرار ہو لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا جاوے گا۔

(۴۵) وفي البدرية لو باع العقار مع العبيد والدواب يثبت في الكل تبعا للعقار۔

(۴۵) کتاب بدریہ مین بیان کیا ہو کہ اگر جائداد کو مع غلامون اور مویشی کے ایک شخص نے فروخت کیا۔ تو یہ سب چیزین اوس جائداد کے تابع سمجھی جاوینگی اور سب مین حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۴۶) وفي التجريد لا شفعة في الوقف ولا بجواره۔

(۴۶) کتاب تجرید مین ہو کہ وقف مین شفعہ نہین ہوتا اور نہ اوس کے جوار سے شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۴۷) ونثبتها فيما لا يقسم كالبئر والرحى والحمام۔

(۴۷) حنفیہ کے نزدیک جن چیزون کی تقسیم نہین ہوسکتی انمین شفعہ ثابت ہوتا ہی جیسے کنوان چکی۔ حمام۔

(۴۸) وقال الشافعي لا يثبت الشفعة

(۴۸) امام شافعی رح کے نزدیک جو چیزین قابل تقسیم نہین

فيها وهذا الخلاف مبني على ان الشفعة لدفع ضرر القسمة عنده و لدفع ضرر الجوار على الدوام عندنا۔

ہین اون مین شفعہ ثابت نہین ہوتا۔ اس اختلاف کا منشار یہ ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تقسیم کرنے کی دقّت نہ اوٹھانی پڑے اور حنفیہ کے ہین کہ ہمیشہ کے لئے ضرر جوار سے امن ہو جائے۔

(۴۹) والظلة وهي التي احد طرفي جذوعها على حائط الدار المبيعة وطرفها الاخر على حائط الجار لاتدخل عنده فلا ياخذها الشفيع حتى يقول بكل حق هو لها وقالا يدخل اراد بالظلة ما يكون مفتوحة في الدار المبيعة لانها لو كانت مفتوحة الى غيرها لايدخل اتفاقا۔

(۴۹) وہ سائبان جسکی کڑیان ایک جانب سے فروخت شدہ مکان کی دیوار پر اور دوسری طرف جار کی دیوار پر رکھے ہوئے ہین حنفیہ کے نزدیک وہ سائبان بیع مین داخل نہو گا اور شفیع اوس کو نہ لے سکیگا مگر جس صورت مین بائع کل حقوق کی تصریح کردے اور صاحبین کے نزدیک وہ بلا تصریح بیع مین داخل ہوگا اور سائبان سے وہ سائبان مراد ہے جسکا راستہ اوس مکان کی طرف کھلا ہو کیونکہ اگر دوسری طرف کو ہو تو بالاتفاق داخل نہ ہوگا۔

(۵۰) لهما ان الظلة من مرافق الدار ينتفع بها صاحبها كالكنيف المشرع الى خارج الدار وله انها تبع للدار من وجه فاصل من وجه لان قرارها بها وبغيرها فان قال بكل حق لها دخلت والا فلا بخلاف المقيس عليه لانه لا اتصال له بملك الغير۔

(۵۰) صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ سائبان مکان کے تابع ہوتا ہے جس سے مالک مکان نفع اوٹھا سکتا ہے مثل پایخانہ وغیرہ کے جو مکان سے باہر ہو۔ اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ من وجہ وہ مکان کے تابع ہے اور من وجہ اوس سے الگ ہے کیونکہ اوس کا قیام صرف اسی مکان پر نہین ہے بلکہ دوسرے مکان پر بھی ہے لہذا اگر بائع کل حقوق کا لفظ کہدے گا تب تو وہ سائبان داخل ہوگا ورنہ نہین۔ بخلاف مقیس علیہ کے کہ اوسمین دوسرے کی ملک سے اتصال نہین پایا جاتا۔

(۵۱) واذا ملك العقار بعوض وهو مال وجبت اي ثبت الشفعة۔

(۵۱) اگر ایک شخص بعوض کسی مال کے ایک مکان کا مالک ہو تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵۲) فان ملكها بلا عوض كالهبة المطلقة والصدقة لا يثبت۔

(۵۲) اگر ایک شخص بلا عوض مالک ہوا جسطرح ہبہ مطلقہ اور صدقہ مین تو شفعہ ثابت نہو گا۔

(۵۳)، وکذا اذا ملکها بعوض لیس بمال وعلیه یتفرع قوله۔

(۵۳)، اگر ایک شخص بعوض مکان کا مالک ہوا اگر وہ عوض مال نہین ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا۔

(۵۴)، فلا نثبتها ای الشفعۃ فی دار یتزوج علیها ای یکون مهرًا للمنکوحۃ وان قال جعلتها بمهرك ففیها الشفعۃ لانها عوض عن المهر۔

(۵۴)، اگر ایک مکان کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر مہر کے عوض مین وہ مکان ٹھیرا ہے تو شفعہ ثابت ہوجائے گا کیونکہ وہ بعوض مال کے ہے۔

(۵۵)، او یخالعها او یستاجر بها یعنی اذا اجر دارہ واخذ لاجرته من المستأجر دارا فلا شفعۃ لهذا لانه بدل المنفعۃ لا بدل المال۔

(۵۵)، اگر ایک شخص نے بعوض مکان کے اپنی بیوی سے خلع کیا یا ایک مکان کسی کو کرایہ پر دیا اور کرایہ دار سے اوس کے کرایہ مین ایک مکان لے لیا تو اوسمین شفعہ نہین ہے کیونکہ وہ مکان اُسنے بعوض مال کے نہین لیا ہے بلکہ بعوض سکونت کے لیا ہے۔

(۵۶)، او یصالح بها عن دم عمدا او یعتق علیها۔

(۵۶)، اگر ایک شخص نے قصدًا ایک شخص کا خون کیا اور ایک مکان دیکر اوس کے وارثون سے صلح کر لی یا بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو شفعہ نہوگا

(۵۷)، وقال الشافعی یثبت الشفعۃ فیها۔

(۵۷)، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان پانچون صورتون مین شفعہ ثابت ہوجاتا ہے۔

(۵۸)، لان هذہ الاشیاء متقومۃ فی الشرع فیکون الدار قیمۃ للمتقوم ولنا ان قیمۃ الشئ ما یقوم مقامه لاتحادهما فی المقصود ولا اتحاد بین المال وهذہ الاشیاء فیه فلا یکون المال قیمۃ لها الا ان الشارع جعل للبضع قیمۃ فی النکاح نفسه [illegible] تعظیم قدرہ [illegible] بیانه فی النکاح و[illegible] قیمۃ فی الاجارۃ لضرورۃ [illegible] الناس الیها [illegible] للضرورۃ

(۵۸)، امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ شرع کے اندر خلع اور خون وغیرہ متقوم چیزین ہین پس مکان متقوم چیز کے بدلے پایا گیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قیمت اوس چیز کو کہتے ہین جو بسبب اتحاد مقصود کے ایک شئے کے قائم مقام ہوسکے اور مال مین اور ان چیزون مین اتحاد فی المقصود نہین ہے پس مال ونکی قیمت نہین ہوسکتا مگر شارع نے صرف شرافت انسانی کا لحاظ کر کے [illegible] کے نکاح مین قیمت مقرر کی ہے اور اجارہ مین منافع کو متقوم قرار دیا ہے کیونکہ لوگونکو اوسکی ضرورت پیش آتی تھی ہے اسیطرح ضرورت [illegible] انسانی کا لحاظ کر کے خون کی قیمت مقرر کی ہے تاکہ خون کسیکا ضائع نہو اور جو چیز کسی ضرورت سے مقرر کیجاتی ہے وہ صرف اوسی ضرورت کے

صيانته عن الهدر وما ثبت بالضرورة لاتتعدى عن موضعها فلا يكون مقومة فى حق الشفعة والاعتاق ازالة المالية فكيف يقوم المال مقامه۔

اندر منحصر رہتی ہے پس حق شفعہ میں یہ چیزیں متقوم نہ سمجھی جاوینگی اور باقی رہا آزاد کرنا تو مال کسیطرح اوس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا کیونکہ آزاد کرنا اصل میں مالیت کا زائل کرنا ہے نہ مال کا مال سے بدلنا۔

(٥٩) فلو تزوجها على دار ان ترد اليه الفا يعنى اذا تزوج امرأة وامهرها دارا على ان ترد اليه الف درهم فالشفعة غير ثابتة عند ح مطلقا اى فى حصة الالف وفى حصة الصداق۔

(٥٩) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر وہ عورت ہزار روپیہ اس شخص کو دے تو یہ شخص وہ مکان عورت کو دیدے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اوس مکان میں بالکل حق شفعہ نہوگا نہ مہر کے حصے میں نہ ہزار کے حصے میں۔

(٦٠) واوجباها فى حصة الالف لانه مبادلة مال بمال۔

(٦٠) صورت مذکورہ بالا میں صاحبین رحمہ کے نزدیک اوس قدر حصے میں جو ہزار کے بدلہ میں آئے گا حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(٦١) اقول لو قال فالشفعة غير ثابتة فى حصة الالف لكان اخصر واولى لانه لم يحتج الى قوله مطلقا واوجباها وعدم الشفعة فى حصة الصداق قد كان عرف فى المسئلة السابقة۔

(٦١) شارح رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر ماتن یہ کہتا کہ ہزار کے حصے میں شفعہ ثابت نہوگا تو بہتر اور مختصر ہوتا اور مُطْلَقًا وَاَوْجَبَاهَا کہنے کی ضرورت نہوتی اور مہر کے حصہ میں شفعہ کا ثابت نہوتا پہلے مسئلہ سے معلوم ہوچکا تھا۔پس دوبارہ اوس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(٦٢) وله ان البيع مشروط فى النكاح والمشروط اتباع فيكون معنى المعاوضة تبعا للصداق واذا لم يثبت الشفعة فى الاصل لايثبت فى تبعه۔

(٦٢) امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نکاح میں بیع کی شرط لگائی گئی ہے اور شرط مشروط کے تابع ہوا کرتی ہے لہذا معاوضہ کے معنے مہر کے تابع ہوے اور جب اصل مہر میں شفعہ ثابت نہیں ہے اوس کے تابع میں بھی ثابت نہوگا۔

(٦٣) اريد ببعض المشائخ هـ [illegible]

(٦٣) بعض مشائخ رحمہ نے اس مسئلہ کو کہ بلا نکاح میں

المسئلة فی کتاب النکاح و بعضہم فی کتاب الشفعة والمصنف اورد ھا فی کلیھما لکن ینافی ایجاز الکتاب۔	بیان کیا ہو اور بعض نے کتاب الشفعہ مین اور اس کتاب مین دونون مقام پر اوس کو بیان کیا ہو اس مین اگرچہ کچھ حرج نہین ہے مگر اختصار کی منافی ہے۔
(۶۴) ولو صالح عنہا بانکار او سکوت لم تجب یعنی من ادعی دار رجل وانکر صاحبہا او سکت ثم صالح عن تلک الدار علی مال لاشفعة فیہا اما فی صورة الانکار فلان زعمہ ان الدار لم تنزل عن ملکہ و اما فی السکوت فلزعمہ ان ما اعطاہ افتداء لیمینہ فلم یثبت المبادلة المالیة۔	(۶۴) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور مالک مکان نے انکار کیا یا سکوت کیا اور پھر کچھ مال دیکر اوس شخص سے اوس نے صلح کر لی تو اس مکان مین شفعہ نہین ہے انکار کی صورت مین تو اس لئے کہ مالک مکان کے نزدیک وہ مکان اسیکا مملوک تہا اور سکوت کی صورت مین اس لئے کہ اوس نے جو مال دیا ہے اپنے نزدیک قسم کے عوض مین دیا ہے لہذا مبادلہ مالیہ نہین پایا گیا۔
(۶۵) ولو باقرار یعنی لو صالح عنہا بعد اقرارہ بہا یثبت الشفعة لان الصلح بعد الاعتراف یکون مبادلة بمال۔	(۶۵) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور اوس نے اقرار کر لیا اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہو جائیگا کیونکہ اقرار کے بعد یہ صلح مبادلہ ہے۔
(۶۶) او علیہا ای لو صالح عن دعوی خصمہ علی دار مطلقا ای سواء کان الصلح باقرار او سکوت او انکار وجبت الشفعة لان زعم المدعی انہ اخذ ھا عوضا عن حقہ فیواخذ بزعمہ۔	(۶۶) اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعوی کیا اور مالک مکان نے اوس سے انکار یا اقرار یا سکوت کیا اور ایک اور مکان دیکر صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ مدعی نے اپنے نزدیک بعوض اپنے حق کے اوس مکان کو لیا ہے پس اوس کے زعم کے موافق اوس سے مواخذہ کیا جائیگا۔
(۶۷) ولا یجب الشفعة بالارث و الوصیة لان الملک الحاصل بکل منہما حاصل بغیر عوض۔	(۶۷) بذریعہ وراثت یا وصیت کے اگر کسی شخص کو ایک مکان ملے تو اوسمین شفعہ نہین ثابت ہوتا اسلئے کہ یہان مبادلہ مالیہ نہین ہے۔

(٦٨) وطردوا ذلك الى عدم ثبوت الشفعة فى الهبة اذا عوض عنها لان التعويض عنها تبرع ولا شفعة فى التبرعات۔

(٦٨) اگر ایک شخص نے کسیکو ایک مکان ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اوس کے عوض مین کچھ مال ہبہ کنندہ کو دیا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک اوسمین شفعہ نہین ہے اس لئے کہ ہبہ کا عوض دینا تبرعات مین داخل ہے اور تبرعات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(٦٩) الا بعوض مشروط یعنی اذا شرط العوض فى الهبة یثبت الشفعة فیها عندنا لان العوض یکون واجبا علیه ویکون بیعًا انتهاء۔

(٦٩) اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا اور اوس کے عوض مین کچھ مال شرط کر لیا تو حنفیہ کے نزدیک اوسمین شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ یہ عوض موہوب لہ پر واجب ہو جاوے گا اور انتہاءً یہ بیع سمجھی جاویگی۔

(٧٠) وقال مالك یثبت الشفعة فى الهبة متى عوض عنها وان لم یکن العوض مشروطا فیها لانها یصیر بمنزلة البیع ولنا انها هبة من الجانبین لانه لم یشترط فى العقد عوض ولا شفعة فى الهبة بخلاف ما اذا شرط العوض حیث صارت معاوضة اعلم ان انفهام قول مالك من المتن فیه نوع خفاء یعلم بالتامل۔

(٧٠) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ہبہ کے اندر عوض دیا جاوے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ عوض کی شرط نہو کیونکہ وہ بمنزلہ بیع کے ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بیع نہین ہے بلکہ جانبین سے ہبہ ہے اس لئے کہ عقد کے اندر عوض کی شرط نہین ہے اور جب ہبہ ٹھیرا تو اوسمین شفعہ نہوگا بخلاف اوس صورت کے کہ ہبہ مین عوض شرط ہو کہ وہان مبادلہ پایا جاتا ہے۔ معلوم کرو کہ متن سے بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا قول سمجھ مین نہین آتا۔

(٧١) وفى المحیط الشفعة فى الهبة المشروطة بعوض انما تثبت اذا تقابضا فان قبض احدهما دون الآخر فلا شفعة۔

(٧١) محیط مین بیان کیا ہے کہ ہبہ مشروط بعوض مین شفعہ اوسوقت مین ثابت ہوتا ہے کہ جب دونون کا قبضہ بدلین پر ہو جاوے اور اگر صرف ایک نے قبضہ کیا ہے اور ہنوز دوسرے نے نہین کیا ہے تو اوسمین شفعہ نہین ہے۔

(٧٢) خلافا لزفر وهذا ابناء على ان الهبة المشروطة بعوض ینعقد معاوضة ابتداء عنده وعندنا ینعقد تبرعا ابتداء ویتم معاوضة

(٧٢) اوپر کی صورت مین امام زفر کا اختلاف ہے اوس کی بنا یہ ہے کہ اون کے نزدیک ہبہ مشروط بعوض شروع سے ہی معاوضہ ہوتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شروع مین تبرع اور دونوں کے قبضہ کرنے کے بعد

اذا تقابضا۔

مبادلہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۷۳) ولا تثبت ای الشفعۃ للجار بالقسام ای بقسمۃ الشرکاء العقار لان فی القسمۃ معنی الافراز لا مبادلۃ المال بالمال ولہذا یجری فیہا الجبر علی القسمۃ اذا کانت فی المثلیات بطلب احد الشرکاء والشفعۃ لم تثبت الا فی المبادلۃ المطلقۃ۔

(۷۳) اگر چند شریک ایک مکان کو باہم تقسیم کرلین تو جار کو اوسمین مجال شفعہ نہین ہے کیونکہ تقسیم مین ہر شریک اپنے حصہ کو الگ کرتا ہے اور اوسمین مبادلہ نہین ہوتا اسی لئے اگر مثلیات مین شرکت پائی جائے اور ایک شریک تقسیم کی درخواست کرے تو اور شریک راضی ہون یا نہون اوس شے مین تقسیم جبرا ہو سکتی ہے الحاصل تقسیم مین مبادلہ نہین ہے اور شفعہ صرف مبادلہ مین ثابت ہوتا ہے۔

(۷۴) ولا برد المشتری ای لا تثبت الشفعۃ للجار اذا رد المشتری بشرط او برؤیۃ او عیب ای بسبب خیار الشرط او خیار الرؤیۃ او خیار العیب بقضاء ای بقضاء القاضی وہذا قید للرد بالعیب سواء یکون الرد بعد القبض او قبلہ بعد التسلیم ای تسلیم الجار الشفعۃ وقت الشراء لان الرد فسخ من الاصل۔

(۷۴) اگر بسبب خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب حاصل ہونے کے مشتری نے بیع کو بحکم قاضی واپس کر دیا خواہ مبیع پر ہنوز قبضہ کیا ہو یا نہین اور جار نے خریدنے کے وقت اوس شفعہ کے طلب نہ کی تھی تو اب اوس جار کو حق شفعہ نہ ہوگا کیونکہ واپس کرنا فی الحقیقت بیع کا فسخ کرنا ہے اور حکم قاضی کی قید صرف خیار عیب کے متعلق ہے۔

(۷۵) فان ردہ بعیب بعد القبض بغیر قضاء او تقایلا البیع وجبت الشفعۃ لان ذلک فسخ فی حقہما وعقد جدید فی حق الشفیع اذ لا ولایۃ لہما علی غیرہما فیکون معاوضۃ مالیۃ فی حقہ قید بقولہ بعد القبض لان الرد بالعیب قبل القبض فسخ من الاصل۔

(۷۵) اگر مشتری نے خیار العیب حاصل ہونیکی وجہ سے قبضہ کرنیکے بعد بغیر حکم قاضی کے مبیع کو واپس کیا یا بائع مشتری نے باہم بیع کا اقالہ کرلیا تو شفعہ ثابت ہو جاوے گا کیونکہ اون دونون کے حق مین یہ بیع کا فسخ ہے مگر شفیع کے حق مین وہ از سر نو دوسری بیع ہے اس لئے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہے مگر شفیع پر اونکو کچھ ولایت نہین ہے پس شفیع کے حق مین یہ مبادلہ مالیہ ہو جاوے گا بعد القبض کے قید اس لئے لگائی ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کا عیب کی وجہ سے واپس کر دینا اصل مین فسخ کر دینا ہے۔

(۷۶) ولو استثنی ذراعا ممّا یلیه ای من الجانب الذی یلی الشفیع امتنعت الشفعة لانعدام اتصال الملك۔

(۷۶) ایک شخص نے ایک زمین فروخت کی اور جسطرف شفیع کے زمین سے بوسیلہ اتصال تھا ایک گز زمین کو بیع مین نہ داخل کیا تو شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ اتصال ملکیت نہین پایا گیا۔ وہبہ میں بھی ایسا ہی حکم ہے۔

(۷۷) وكذا لو وهبه وسلمه الیه

(۷۷) بیع کے بعد زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا تھا مشتری کو بلا عوض

(۷۸) ولو ابتاع سهما من العقار قلیلا بثمن كثیر بحیث لا یرغب الیه الجار اصلا ثم ابتاع الباقی تثبت الشفعة للجار فی الاول ای فی السهم الاول دون بیع الباقی لان المشتری فی سهم صار شریکا للبائع فی الباقی والشفیع جار له فیه والشریك مقدم علیه۔

(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا ہے زیادہ قیمت سے فروخت کیا تا کہ شفیع اوس کے خریدنے کا قصد نہ کرے اور پھر باقی کو بھی فروخت کر دیا تو صرف اوسی حصہ مین شفعہ ثابت ہوگا باقی مین نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ جس نے بائع سے وہ حصہ خریدا ہے وہ شخص بائع کا باقی مین شریک ہو گیا اور وہ شفیع صرف جار رہتا اور شریک کو جار پر تقدم ہے۔

(۷۹) وهذه الحیلة لدفع الجار عن الشفعة۔

(۷۹) صورت مذکورہ بالا کے حیلہ سے جار کا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۸۰) او بثمن ای لو ابتاع العقار الذی قیمته مائة مثلا بثمن غال کالف ثم عوضه عنه ای المشتری البائع عن ذلك الالف بثوب قیمته مائة تثبت الشفعة بالثمن لانه هو العوض عن العقار والتعوض بالثوب عقد اخر وهذه حیلة تعم دفع الجار والشریك الا ان فیها اضرارا للبائع عند الاستحقاق لانه باع الثوب من البائع بالف وقع

(۸۰) اگر ایک جایداد کی قیمت سو روپیہ ہو اور مالک نے اوسکو ہزار روپیہ سے فروخت کیا پھر مشتری نے اوس ہزار کے عوض مین بائع کو ایک کپڑا دیا جس کی قیمت سو روپیہ ہو تو شفیع ہزار روپیہ دیکر اوس جایداد کو لے سکتا ہے ورنہ نہین لے سکتا کیونکہ اوس جایداد کی عوض ہزار روپیہ قرار پا چکے ہین اور باقی رہا بعوض ہزار روپیہ کے اوس کپڑے کا لینا یہ دوسرا عقد ہے یہ ایسا حیلہ ہے جس سے جار اور شریک دونوں کا شفعہ باطل ہو سکتا ہے مگر جس صورت مین جایداد کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو اوسمین بائع کو ضرر ہوگا کیونکہ مشتری اوس کپڑے کو اوس بائع کے ہاتھ بعوض ہزار روپیہ کے بیچ کر دونون باہم قرار

المقاصة بينهما فاذا استحق العقار بطل ثمنه لكن بقي للمشتري على البائع ثمن الثوب وهو الف لان بيع الثوب صحيح۔

دے لیا ہو فروخت کر چکا۔ پس اگر وہ جایداد کسی اور شخص کی نکلی تو اوسکا ثمن باطل ہو جاویگا مگر کپڑے کی قیمت جو ہزار روپیہ اوسکا زر ثمن قرار پایا ہو مشتری کے اس بائع پر لازم ہو جاوینگے کیونکہ کپڑے کی بیع صحیح ہے۔

(٨١) فالاولى ان يباع بالدراهم الثمن دنانير بقدر قيمة العقار فيكون صرفا بما في ذمته۔

(٨١) اور اگر اسطرح پر حیلہ کیا جاوے کہ بعوض ہزار زر بیع زر ثمن کے کچھ اشرفیاں بقدر قیمت جایداد کے مشتری بائع کو دے تو بیع صرف ہو جاویگی اور بائع کا کچھ ضرر نہو گا۔

(٨٢) فاذا استحق العقار وتباين ان لا دين على المشتري يبطل الصرف للافتراق قبل القبض فيجب رد الدنانير لا غير فلا يتضرر بها البائع۔

(٨٢) حیلہ مذکورہ بالا کے بعد اگر اوس جایداد مین کسی کا حق برآمد ہوا اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مشتری پر زر ثمن لازم نہین ہو تو وہ بیع صرف قبل از قبض فراق پائیجانے سے باطل ہو جاویگی اور بائع کو صرف اون اشرفیون کا واپس کرنا پڑے گا جس سے اوسکو کچھ ضرر نہو گا۔

(٨٣) وكره محمد الحيلة في اسقاطها وقالا لا يكره۔

(٨٣) امام محمد رح کے نزدیک اسقاط شفعہ کے لئے حیلہ کرنا مکروہ ہو اور صاحبین کے نزدیک مکروہ نہین ہو۔

(٨٤) له ان ثبوتها لدفع الضرر فاذا ابيحت الحيلة في اسقاطها يكون ابقاء لضرر الجار فيكون حراما

(٨٤) امام محمد کی دلیل یہ ہو کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہو پس اگر اوس کے ابطال کے لئے حیلہ کرنا جائز ہو تو بدستور ضرر جوار باقی رہتا ہو پس خواہ مخواہ حیلہ کرنا روا نہو گا۔

(٨٥) لهما ان هذه امتناع عن اثبات الحق وهو مشروع۔

(٨٥) صاحبین کی دلیل یہ ہو کہ حیلہ کرنے مین اثبات حق غیر سے بچنا ہے اور یہ ناجائز نہین ہے۔

(٨٦) قيد بقوله في اسقاطها لان الحيلة في ابطالها مكروهة اتفاقا كما اذا قال المشتري للشفيع بعد ما ثبت حقه انا ابيعها منك بما اخذت وقال الشفيع نعم تبطل الشفعة كذا في النهاية۔

(٨٦) حیلہ مین اسقاط شفعہ کی قید اس لیے لگائی ہو کہ ابطال شفعہ کے لئے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے جسطرح مشتری شفیع سے اوس کا حق ثابت ہو جانے کے بعد کہے کہ جتنی قیمت کو مین نے یہ مکان لیا ہو اوسی قیمت کو مین تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور وہ کہدے کہ اچھا تو شفعہ اوسوقت مین باطل ہو جاوے گا۔

(٨٧) لكن قال شمس الائمة لا باس

(٨٧) شمس الائمہ نے بیان کیا ہے ابطال حق شفعہ کے لئے

بالحيلة لابطال حق الشفعة اذا كان قصده الدفع عن نفسه لان فى اخذ داره بغير رضاه ضرر اعليه واضرار الغير به ضمنى فلا يعتبر۔

اگر کوئی شخص حیلہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین بشرطیکہ اوس کو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہو اسواسطے کہ بغیر اوسکی رضامندی کے اوس کا گھر لینے مین اوس کے لئے ضرر ہے اور غیر کو اگر ضرر پہونچا تو وہ ضمنا ہے۔

(۸۸) فصل فى طلب الشفعة والخصومة فيها۔

(۸۸) یہان سے شفعہ کے طلب کرنے اور اوسمین مخاصمت کرنے کا بیان کیا جاتا ہے

(۸۹) واذا علم الشفيع بالبيع اشهد فى مجلس علمه على الطلب سمى هذا طلب المواثبة لابد للشفيع منه وان لم يكن بحضرته من يشهد كيلا يسقط حقه فيما بينه وبين الله تعالى لقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها اى طلبها على المسارعة ويمكنه الحلف اذا استحلف۔

(۸۹) جبوقت شفیع کو بیع کا علم ہو تو اوسکو لازم ہے کہ اوسی جلسہ مین طلب شفعہ پر کسیکو گواہ کر دے اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین شفیع کے لئے یہ طلب خواہ مخواہ ضروری ہے اگرچہ اوسوقت کوئی گواہ موجود نہو تاکہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے اوس کا حق ساقط ہو جائے کیونکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے شفعہ اوس شخص کے لئے ہے جو فوراً اوس کے طلب کرے۔ اور تاکہ حلف کرنے کے موقع پر وہ حلف کر سکے۔

(۹۰) ثم هذا الطلب انما يجب عليه اذا اخبره رجلان او رجل عدل عنده۔

(۹۰) امام رحمہ اللہ کے نزدیک طلب مواثبۃ اوسوقت واجب ہوتی ہے جبکہ دو مرد غیر عادل یا ایک مرد عادل شفیع کو بیع کی خبر دے۔

(۹۱) وعندهما يجب اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صغيرا كان او كبيرا اذا كان الخبر حقا۔

(۹۱) صاحبین رح کے نزدیک طلب مواثبت اوسوقت واجب ہوتی ہے کہ ایک شخص خبر دے خواہ حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ بشرطیکہ وہ خبر صحیح ہو۔

(۹۲) ولو اخبره المشترى بنفسه يجب عليه الطلب اتفاقا كيف ما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة فى الخصومة كذا فى التبيين۔

(۹۲) اگر مشتری نے خود بیع کی خبر دی تو شفیع پر بالاتفاق شفعہ کے طلب واجب ہی خواہ وہ مشتری کیسا ہی ہو اسواسطے کہ اس شفعہ مین مشتری اوسکی مخاصمت ہے اور خصومت مین عدالت شرط نہین ہے۔

(۹۳) وعن محمد ان له خيارا الى آخر المجلس ما لم يشتغل بما يدل على الاعراض وهو مختار الكرخي لانه تملك لابد فيه من التامل

(۹۳) امام محمد رح سے مروی ہی کہ شفیع کو اخیر جلسہ تک طلب کرنیکا اختیار حاصل ہی بشرطیکہ شفیع اُس جلسہ کے اندر کسی ایسے کام مین مشغول نہو جس سے اُسکا اعراض ثابت ہو۔ کرخی نے اسی قول کو اختیار کیا ہی اسواسطے کہ شفعہ مین ملکیت کا حاصل کرنا ہوتا ہی جسمین تامل کرنے کی ضرورت ہی۔

(۹۴) لكن المشهور عن ائمتنا انه على الفور حتى قالوا لو سكت بعد علمه او تكلم بلغو بطل الشفعة۔

(۹۴) ہمارے ائمہ سے یہ قول مشہور ہے کہ شفیع کو فی الفور طلب کرنی چاہیے حتی کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونیکے بعد شفیع نے سکوت کیا یا کوئی بیکار بات زبان سے نکالے تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۹۵) وفي الواقعات الصحيح ان الشفعة تثبت بكل كلام يفهم منه طلبها اسمية كانت او فعلية۔

(۹۵) واقعات مین مذکور ہی قول صحیح یہ ہی کہ شفعہ ہر کلام سے جس سے اُسکی طلب پائی جائے ثابت ہوجاتا ہی خواہ وہ کسی قسم کا جملہ ہو۔

(۹۶) ثم على البائع اي ليشهد على البائع ان كان المبيع في يده لكونه خصما فيه۔

(۹۶) طلب مواثبت کے بعد شفیع پر لازم ہی کہ اگر بائع کے پاس مبیع موجود ہو تو اُس پر بھی کسیکو گواہ کرے اسلیے کہ اُسے مبیع مین اُسکو مخاصمت کرنی ہی۔

(۹۷) نص محمد في جامع الكبير انه يصح الاشهاد على البائع بعد تسليم المبيع استحسانا لانه عاقد لا قياسا۔

(۹۷) امام محمد نے جامع کبیر مین اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا تو اُسوقت بھی شفیع کسیکو گواہ کردے تو صحیح ہی کیونکہ وہ عاقد ہی مگر یہ بات قیاس کے خلاف ہی صرف استحسانا ہے۔

(۹۸) او على المشتري لانه مالك المبيع۔

(۹۸) اگر طلب مواثبت کے بعد بائع کے پاس آکر کسیکو گواہ نکرے تو مشتری کے پاس جاکر کسیکو گواہ کردے کیونکہ وہ مبیع کا مالک ہی۔

(۹۹) او عند العقار لتعلق الحق به ويسمى هذا طلب التقرير وصورته ان يقول ان فلانا اشترى دارا وهذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة وانا طالبها الآن فاشهدوا على ذلك۔

(۹۹) اگر شفیع نے بائع اور مشتری مین سے کسیکے پاس جاکر گواہ نہ کیا تو اُسکو چاہیے کہ اراضی مبیعہ کے پاس جاکر کسیکو گواہ کردے کیونکہ حق اُسکے ساتھ متعلق ہی۔ طلب مواثبت کے بعد اس کارروائی کا نام طلب تقریر ہی اُسکا طریقہ یہ ہی کہ شفیع لوگونکے سامنے یہ بیان کرے کہ فلان شخص نے ایک مکان یا یہ مکان خریدا ہی اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین اُسکو طلب کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اس بات پر گواہ رہو۔

(۱۰۰) قال شيخ الاسلام لو علم الشفيع البيع عند احد هذه الثلثة فطلب و اشهد عليه يكفيه فلا حاجة الى طلب الاشهاد ثانيا ومدة هذا الطلب مقدرة بالتمكن من الاشهاد مع القدرة على احد هذه الثلثة۔

(۱۰۰) شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے کہ اگر ان تینون مین سے کسی جگہ شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُسنے اُس نے کسیکو گواہ کر دیا تو اسقدر اثبات شفعہ مین اوسکے لیئے کافی ہے اور دوبارہ طلب اشہاد کے حاجت نہین ہے اور طلب کرنیکے مدت اُس قدر رہے جس مین وہ ان تینون مین سے کسی جگہ جا کر گواہ کر سکے۔

(۱۰۱) فان ترك الاقرب من هؤلاء وطلب الابعد فى مكان اخر بطل شفعته الا ان يكونوا فى مصر

(۱۰۱) اگر ان تینون مین سے شفیع نے قریب کو چھوڑ کر بعید کو دوسرے ہی جگہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جاوے گا مگر جس صورت مین کہ یہ سب ایک شہر مین ہون۔

(۱۰۲) وعن محمد انها مقدرة بثلثة ايام۔

(۱۰۲) امام محمد رہ سے طلب اشہاد کے مدت تین روز مروی ہین۔

(۱۰۳) وعن الشافعى ان له الطلب فى جميع عمره۔

(۱۰۳) امام شافعی رہ سے مروی ہے کہ شفیع کو تمام عمر طلب اشہاد کرنے کا اختیار ہے۔

(۱۰۴) وتاخير الخصومة وسمى طلب التملك بعد الاشهاد لا يسقطها اى الشفعة عند ابى حنيفة لان الحق متى تقرر لم يسقط الا باسقاط صاحبه بلسانه كما فى سائر الحقوق وعليه الفتوى۔

(۱۰۴) طلب اشہاد کے بعد اگر خصومت مین دیر ہو جائے تو امام صاحب کے نزدیک شفعہ نہین ساقط ہوتا کیونکہ جب کوئی حق ثابت ہو جاتا ہے تو جب تک وہ شخص اپنی زبان سے اُسکو ساقط نکرے وہ ساقط نہین ہو سکتا تمام حقوق کا یہی حال ہے اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس خصومت کو طلب تملک کہتے ہین۔

(۱۰۵) ويسقطها اى ابو يوسف شفعته بترك المحاكمة يعنى المرافعة الى القاضى مع القدرة على ذلك لانه دليل الاعراض والتسليم كما فى تاخير الطلبين الاولين۔

(۱۰۵) امام ابو یوسف کے نزدیک اگر شفیع باوجود قدرت کے قاضی کی طرف جا رجوئی نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اسلیے کہ طلب نہ کرنا اعراض کرنے تسلیم کرنیکی دلیل ہے جس طرح پہلے دونون طلبون مین تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(١٠٦) وقدره اى محمد بزمان ترك المحاكمة لشهر لان الشهر ادنى الآجال وما دونه عاجل كما سيجيء فى الايمان من غير عذر۔

(۱۰۶) امام محمد رح نے بلا عذر چارہ جوئی نہ کرنیکی مدت ایک مہینہ معین کی ہے کیونکہ ایک مہینہ ادنیٰ درجہ کی مدت ہے اور ایک مہینہ سے کم عجلت مین داخل ہے چنانچہ کتاب الایمان مین اسکا بیان آتا ہے۔

(١٠٧) قيد به لانه لو كان بعذر كمرض او سفر او عدم قاض يرى الشفعة بالجوار فى بلده لا يسقط اتفاقا۔

(۱۰۷) تاخیر مین بلا عذر کی قید اسلیے لگائی ہو کہ اگر کسی عذر سے تاخیر ہوئی مثلا وہ بیمار تھا یا سفر مین تھا یا اُسکے شہر مین ایسا قاضی نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو بالاتفاق شفعہ ساقط نہو گا۔

(١٠٨) وفى الجامع الخانى الفتوى اليوم على قول محمد لتغير احوال الناس فى قصد الاضرار۔

(۱۰۸) جامع خانی مین ہو کہ آج کل امام محمد رح کے قول پر فتوا ہو اسلیے کہ ضرر رسانی مین لوگون کا حال متغیر ہوگیا ہے۔

(١٠٩) واذا ادعى الشراء اى اذا ادعى الشفيع ان المشترى اشترى الدار المشفوعة وطلب الشفعة سأل القاضى المشترى بان يقول الدار التى يشفع بها الشفيع هل هى الملك وانما احتيج الى هذا السوال لانه بمجرد كونها فى يده لا يستحق الشفعة فان اعترف بملكه الذى يشفع به ثبت كونه خصما باعترافه۔

(۱۰۹) جسوقت شفیع دعوے کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان جس مین میرا شفعہ ہے خرید کیا ہو اور مین اپنا شفعہ چاہتا ہون اسوقت قاضی کو مشتری سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان مین شفیع شفعہ کرتا ہو وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہیں اور اس سوال کے اسیلے حاجت ہو کہ صرف شفیع کے قبضہ سے اوس کو حق شفعہ ثابت نہوگا اگر مشتری نے اوس مکان کے شفیع کی ملک ہونے کا اقرار کرلیا تو اوس کے اقرار ہی سے ثابت ہوگیا کہ وہ شفیع کا مخاصم ہے۔

(١١٠) والا فخصاه البينة اى ان لم يعترف به كلف القاضى الشفيع باقامة البينة على انه مالك بما يشفع به۔

(۱۱۰) اگر قاضی نے مشتری سے اس مکان کی ملکیت کا سوال کیا اور مشتری نے ملکیت کا اقرار نہ کیا تو قاضی کو شفیع کو کہنا چاہیے کہ اپنے شفعہ پر گواہ سنادے۔

(١١١) وقال زفر يكون خصما بلا بينة لان ظاهرة اليد دليل الملك

(۱۱۱) امام زفر کے نزدیک شفیع کو مخاصمت مین گواہ کی ضرورت نہین ہے کیونکہ شفیع کا ظاہری قبضہ ثبوت ملک کے لئے کافی ہو۔

(۱۱۲) ولهذا يجوز للشهود ان يشهدوا بالملك بمشاهدة اليد و لنا ان ظاهر الملك يصلح لدفع دعوى الغير لا لاستحقاقه به۔

(۱۱۲) ظاہری قبضہ ملکیت کی دلیل ہو جاتا ہے اسی لئے اگر کوئی شخص کسی کے قبضہ مین کوئی چیز دیکھے تو اوس شخص کو اسبات کی گواہی دینی درست ہو جاتی ہے کہ وہ شے اوسی قابض کی مملوک ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ظاہر قبضہ غیر کا دعوے دفع کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے دوسرے کا حق ثابت ہونے کے لئے کافی نہین ہو سکتا

(۱۱۳) فان عجز اي الشفيع عن اقامة البينة استحلف المشتري ما يعلم به اي يحلف بان يقول بالله ما اعلم ان الشفيع مالك لما يشفع به۔

(۱۱۳) صورت مذکور مین اگر شفیع گواہ نہ لا سکا تو قاضی کو مشتری سے اس بات کا حلف لینا چاہئے کہ مجھکو شفیع کی ملکیت مبیع شفعہ کے خدا کی قسم معلوم نہین ہے۔

(۱۱۴) وانما يستحلف على نفي العلم لانها يمين على فعل الغير۔

(۱۱۴) عدم علم کی قسم مشتری سے اس لئے لیجاتی ہے کہ یہ دوسرے کے فعل پر قسم ہے۔

(۱۱۵) هذا اذا قال المشتري ما اعلم واما لو قال اعلم انه غيره لو كان للشفيع يحلف على البتات من فصول استروشني

(۱۱۵) یہ اوسوقت ہے جبکہ مشتری عدم علم بیان کرے اور اگر اوس نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ وہ شفیع کی نہین ہے تو اوس سے علم قطعی پر حلف لیا جاوے گا۔

(۱۱۶) فان نكل اي المشتري اليمين او برهن الشفيع اي اقام بينة على مدعاه سأل القاضي المشتري عن الشراء ليثبت كونه خصما عنده فان اعترف ثم دعوى الشفيع وان انكر المشتري الشراء طولب الشفيع بالبينة على الشراء لانه هو المدعي

(۱۱۶) اگر مشتری نے قسم سے انکار کیا یا شفیع نے اپنے مدعا پر گواہ سنا دیئے تو قاضی مشتری سے اوس شے کے خریدنے کا سوال کریگا تاکہ عند القاضی اوس کا مخاصم ہونا ثابت ہو جائے پس اگر مشتری خریدنے کا اقرار کرے تو شفیع کا دعویٰ مسموع ہو گا اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا تو شفیع سے خریدنے پر گواہ طلب کئے جاوینگے کیونکہ وہ مدعی ہے۔

(۱۱۷) فان عجز استحلف المشتري ان طلب الشفيع لان اليمين حقه فلا يحلفه القاضي بدون طلبه ما ابتاع اي يقول في حلفه بالله ما اشتريت الدار المشفوعة وهذا يمين على سبب وهو قول ابي يوسف

(۱۱۷) اگر شفیع خریدنے پر گواہ نہ لا سکا تو مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم مین نے مکان مشفوعہ کو نہین خریدا ہے اور یہ سبب پر قسم لینا ہے اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے کیونکہ مدعی نے اصل خریدنے کا دعویٰ کیا ہے تو اوسی کے نفی پر مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے گا اس لئے کہ حلف دعوے کے لحاظ سے واجب ہوتا ہے۔ مگر مشتری سے حلف اوسوقت لیا جاوے گا

لان المدعی ادعی اصل الشراء فینبغی
ان یستحلف علی نفیه لان الیمین انما
یجب بحسب الدعوی وما یستحق علیه
هذه الشفعة ای یقول فی حلفه بالله
ما یستحق الشفیع هذه الشفعة علیّ
وهذا ایمان علی الحاصل وهو قولهما
ومحمد لان فی الاستحلاف علی
السبب اضرارا للمدعی علیه لجواز
ان یکون قد فسخ العقد واذا استحلف
علی الحاصل یکون رعایة لحقهما

جب شفیع ہی حلف لینا چاہے اس لئے کہ حلف لینیکا حق
اوسی کو ہو بغیر اوسکے درخواست کے قاضی مشتری سے حلف نہین
لے سکتا ہے اور امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک
اس صورت مین مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم
میرے اوپر شفیع اس شفعہ کا مستحق نہین ہے اور یہ
حاصل پر قسم لینا ہے ان دونون کی دلیل یہ ہے کہ
کہ سبب پر حلف لینے مین مدعی علیہ پر ضرر کا احتمال ہو
اور ممکن ہے کہ بیع و شرا ہو کر اوسکا فسخ ہو گیا ہو اور حاصل
پر حلف لینے مین کسیکی حق تلفی نہین ہے بلکہ دونون کی
رعایت ہے۔

(۱۱۸) الا ان یدعی الشفعة علی من لا
یراها بالجوار و یستحلف علی السبب
لانه لو حلف فیه علی الحاصل یصدق
فی یمینه فی اعتقاده فیفوت النظر فی
حق المدعی۔

(۱۱۸) اگر شفیع نے اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے روبرو
دائر کیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا تو وہان بالاتفاق
سبب پر حلف چاہئے کیونکہ اگر وہان بھی حاصل پر حلف لیا
اور قاضی نے اپنے اعتقاد کے موافق اوسکی تصدیق کرے
تو مدعی کا حق تلف ہو جاوے گا۔

(۱۱۹) فان نکل ای المشتری قضی بها
ای بالشفعة

(۱۱۹) اگر مشتری نے حلف سے انکار کیا تو شفیع کے لئے شفعہ
کا حکم دیا جاوے گا۔

(۱۲۰) اعلم انه ذکر فی هذا الکتاب
ومتن الکنز ان القاضی یسأل المدعی
علیه عن ملك الشفیع اولا ولیس کذلك
بل یسأل القاضی اولا المدعی عن
موضع الدار وحدودها لانه ادعی
فیها حقا فلا بد ان تکون معلومة کما
لو ادعی رقبتها فاذا بیّن الشفیع ذلك
سأله هل قبض المشتری الدار لانه

(۱۲۰) معلوم کرو کہ اس کتاب مین اور متن کنز مین
یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قاضی اولاً مدعی علیہ سے شفیع کی ملکیت کا
سوال کرے حالانکہ یہ بات ٹھیک نہین ہے بلکہ اولاً قاضی کو
مدعی سے اس مکان کا پتا اور اوس کے حدود دریافت
کرنی چاہئیں اس لئے کہ وہ اوس مکان مین اپنا حق
بیان کرتا ہے لہذا اوس مکان کا تعین ضرور ہے جیسے کوئی
شخص مکان کی ملکیت کا دعوی کرے تو اوس شخص سے
حدود اور پتا دریافت کیا جاتا ہے اور جب شفیع

لولم يقبضها لا يصح دعواه على المشتري حتى يحضر البائع فاذا بين ذلك سأله عن سبب شفعته لاحتمال ان يزعم ما ليس بسبب سببا او يكون هو محجوبا بغيره فاذا بين سببا صالحا وانه غير محجوب بغيره سأله انه متى علم وكيف صنع حين علم لانها تبطل بطول الزمان وبما يدل على الاعراض فاذا بين ذلك سأله عن طلب التقرير وكيف كان وعند من اشهد وهل كان الذي اشهد عنده اقرب من غيره على ما بيناه فاذا بين ذلك كله اقبل على المدعى عليه وساله عن ملك الشفيع الى اخر ما ذكرنا في البيان۔

پتا وغیرہ دریافت کرلے تو قاضی اوس سے دریافت کرے کہ مشتری نے اوس مکان پر قبضہ کرلیا ہی یا نہیں اس لیے کہ اگر قبضہ نہیں کیا ہی تو مشتری پر شفیع کا دعوی جبتک بائع حاضر نہو صحیح نہوگا جب شفیع اس بات کو بیان کردے تو اوس سے شفعہ کرنے کا سبب دریافت کرنا چاہیئے ممکن ہے کہ اوس نے غیر سبب کو اپنی دانست مین سبب سمجھا ہو یا اوس کے حق پر کوئی دوسرا شفیع مقدم ہو جب شفیع ٹہیک ٹہیک ان باتون کو بیان کردے تو اوس سے یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ تجھکو بیع کا علم کب ہوا اور جب تجھکو علم بالبیع ہوا تو تو نے کیا کیا اس لیے کہ تاخیر کرنے یا کسی ایسی چیز کے پائے جانے سے جس سے اعراض سمجھا جاوے شفعہ ساقط ہو جاتا ہی جب شفیع یہ بھی بیان کردے تو اُس سے طلب تقریر کا سوال کرے کہ کسطرح اوس نے طلب کیا اور کس کے پاس لوگو نکو گواہ کیا وہ بہ نسبت دوسرے کے اقرب تہا یا نہین غرض جسطرح ہم بیان کر چکے ہین اوسی ترتیب سے اُس سے سوال کئے جاوین جب شفیع ان سب باتون کا جواب دیدے تو اب قاضی کو مدعی علیہ کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے اور اُس سے شفیع کی ملکیت وغیرہ اور اُسکے متعلق سب باتین دریافت کرنی چاہیئین

(۱۲۱) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن الى مجلس القاضي وقت خصومته الا بعد القضاء بها اي بالشفعة لان الثمن لا يجب عليه قبل القضاء بالشفعة فلا يجب احضاره۔

(۱۲۱) شفیع کو ضرور نہین ہی کہ قاضی کے پاس اوس مکان کی قیمت خصومت کے وقت لاکر موجود کرے بلکہ اسوقت موجود کرنا ضروری ہی کہ جب قاضی اوس کے لئے شفعہ کا حکم دیدے کیونکہ قبل از حکم قاضی زر ثمن شفیع پر واجب نہین ہوتا اور نہ اوس کا موجود کرنا اوسپر ضروری ہی۔

(۱۲۲) والزمه اي محمد الشفيع به اي باحضار الثمن قبل القضاء فلا يقضي القاضي بها اذا لم يحضره لاحتمال ان يكون الشفيع مفلسا ويتوى مال المشتري۔

(۱۲۲) امام محمد رح کے نزدیک قبل از حکم قاضی شفیع پر زر ثمن کا موجود کردینا ضروری ہے جبتک زر ثمن موجود نہو گا قاضی شفعہ کا حکم نہ دے گا کیونکہ اگر شفیع مفلس نکلا تو مشتری کا مال تلف ہو جاوے گا۔

(۱۲۳) وھو روایۃ ای قول محمد روایۃ عن ح۔

(۱۲۳) ایک روایت مین امام صاحب سے بھی یہ قول مروی ہے کہ قبل از حکم قاضی شفیع پر زرثمن کا موجود کرنا ضروری ہے۔

(۱۲۴) ولو حکم القاضی قبل احضار الثمن فللمشتری ان یحبس العقار حتی یدفع الثمن الیہ لانھما بمنزلۃ البائع والمشتری

(۱۲۴) اگر قاضی نے ثمن موجود ہونے سے پہلے شفیع کو شفعہ کا حکم دیدیا تو مشتری کو اسبات کا اختیار ہے کہ جبتک وسکو زرثمن نہ ملے مبیع کو روکے رہے کیونکہ وہ دونوں بمنزلہ بائع ومشتری کے ہین۔

(۱۲۵) واذا کان المبیع فی ید البائع لم یسمع البینۃ ای القاضی بینۃ الشفیع ولم یقض لہ بالشفعۃ حتی یحضر المشتری لان [illegible] والمشتری [illegible] ولو قضی بہا قبل حضورہ لا یکون قضاء علی الغائب وانہ لا یجوز

(۱۲۵) جبتک مبیع بائع کے قبضہ مین ہو قاضی شفیع کے گواہ نہ سنے گا اور شفعہ کا حکم نہ دے گا جبتک مشتری موجود نہو کیونکہ [illegible] مشتری کی [illegible] اور اگر مشتری [illegible] حکم دیدیا تو وہ قضا علی الغائب [illegible] نہ ہوگا۔

(۱۲۶) [illegible] لا یشترط حضور [illegible] قد انتہی بالتسلیم الی المشتری [illegible] البائع [illegible] بحضرۃ المشتری [illegible] بہا ای بالشفعۃ۔

(۱۲۶) [illegible] بائع کی [illegible] ہوتا [illegible] کہ قبضہ [illegible] حکم دے [illegible] گا۔ اگرچہ بائع اوس جگہ موجود نہو۔

(۱۲۷) ویجب [illegible] العہدۃ ای ضمان الثمن عند الاستحقاق علی [illegible] البائع اذا اخذ الشفیع [illegible] لانہ اذا اخذھا [illegible] ینفسخ العقد الذی [illegible] المشتری [illegible]

(۱۲۷) اگر شفیع نے وہ مکان بائع کے قبضہ مین سے لیا تھا اور اب اوسمین کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوس کے زرثمن کا ضامن ہوگا اس لیے کہ جب شفیع خود بائع سے مبیع کو لےلیا ہے تو بائع اور مشتری کے بیچ جو عقد ہوا تھا فسخ ہو جائےگا اور بائع کی طرف سے شفیع کو یہ ملکیت حاصل ہوگی اور یہ سمجھا جائےگا [illegible] بائع سے اس مکان کو خریدا ہے اور وہی ذمہ دار ہوگا

منه فيكون العهدة عليه لا على المشتري

اور مشتری سے کچھ واسطہ نہو گا

١٢٨، اى قال الشافعي العهدة على المشتري سواء اخذها من البائع او المشتري لان العقد لا ينفسخ ويكون متملكا على المشتري فيكون العهدة عليه كما لو اخذها منه۔

١٢٨، امام شافعی رح کے نزدیک بہر صورت مشتری ثمن کا ذمہ دار ہوتا ہے خواہ شفیع نے اوس مکان کو بائع کے پاس سے لیا ہو یا مشتری کے پاس سے اسلئے کہ بائع اور مشتری میں جو عقد ہوا ہے وہ فسخ نہو گا اور شفیع کو یہ ملکیت ہر حال مشتری کی طرف سے حاصل ہو گی پس وہی ذمہ دار ہو گا۔

١٢٩، ويرد الشفيع الدار المشفوعة بخيار الرؤية والعيب لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء لانه مبادلة المال بالمال مع شرط المشتري البراءة عن خيار العيب في عقده لان الخيار حق للشفيع فلا يسقط باسقاط المشتري

١٢٩، اگر مشتری نے خریدتے وقت خیار عیب سے بری ہونیکی قید لگا دی ہو اوس وقت میں بھی شفیع کو اختیار ہے کہ بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے اوس مکان کو واپس کردے کیونکہ خیار العیب شفیع کا حق ہے مشتری کے ساقط کردینے سے وہ ساقط نہیں ہوتا۔

١٣٠، ومن اشترى لغيره كان خصما للشفيع لان الاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه الى الوكيل لانه هو العاقد۔

١٣٠، اگر ایک شخص نے دوسرے کے لئے ایک مکان خریدا تو یہی شخص شفیع کا مدمقابل سمجھا جاوے گا اس لئے کہ شفعہ عقد کے متعلق ہے پس جس نے عقد کیا ہے اوس ہی سے شفعہ کا مواخذہ کیا جاوے گا۔

١٣١، الا بالتسليم الى الموكل يعني اذا سلم الوكيل المبيع الى الموكل يخرج عن كونه خصما لانه لا يد له ولا ملك فيكون الخصم هو الموكل۔

١٣١، اگر وکیل نے اپنے موکل کے لئے مکان خرید کرکے موکل کو دیدیا تو اب شفیع کو اس وکیل سے خصومت کا استحقاق نہوگا بلکہ موکل سے خصومت کرنا چاہئے اس لئے کہ وکیل نہ قابض ہے نہ مالک۔

١٣٢، ولو قال المشتري لوكيل الشفيع قد سلم موكلك الشفعة يامر ابو يوسف رح بتاخير القضاء حتى يحضر الموكل فيحلف على انه لم يسلمها لانه لو قضى بها في الحال ثم حضر الشفيع

١٣٢، امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں اگر مشتری نے شفیع کے وکیل سے کہا کہ تیرے موکل نے حق شفعہ ترک کردیا ہے تو قاضی کو حکم دینے میں موکل کے حاضر ہونے اور اوس سے اس بات پر حلف کرنے تک کہ میں نے شفعہ کو ترک نہیں کیا تاخیر کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر موکل کے حاضر ہونے سے پہلے شفعہ کا حکم دیدیا اور پھر موکل نے

ونكل عن اليمين لزم نقض القضاء فيجب تاخيره صيانة له عن النقض۔

عدم تسلیم شفعہ پر حلف کرنے سے انکار کیا تو قاضی کو اپنے پہلے حکم کا منسوخ کرنا پڑے گا اس مصلحت سے اوسکو دیر کرنی چاہیے۔

(۱۳۳) وامر به اى محمد بقضاء الشفعة للحال لان الحق لما ثبت عند القاضي وجب عليه الحكم بما ظهر عنده فلا يؤخر لامر موهوم فان الشفيع يحتمل ان لا يحضر اصلا فان حضر ونكل رد الدار على المشتري۔

(۱۳۳) امام محمد رح فرماتے ہین کہ صورت مذکورہ بالا مین قاضی کو حکم دینے مین انتظار نہ کرنا چاہیے بلکہ فی الفور حکم دینا چاہیے اس لئے کہ جب عندا لقاضی ایک حق ثابت ہو چکا تو قاضی پر اوس کے متعلق حکم دینا فرض ہو گیا صرف امر موہوم کی وجہ سے اوسمین تاخیر نہین کر سکتا ممکن ہے کہ شفیع حاضر نہو اور اگر حاضر ہی ہوا اور حلف سے انکار کیا تو قاضی اوس مکان کو مشتری کے طرف واپس کراویگا۔

(۱۳۴) ولو باع او وهب يعني من اشترى دارا فباعها من غيره او وهبها له ثم غاب فادعى الشفيع على الحاضر اى على المشتري الثاني او على الموهوب له فانكر الحاضر فاراد الشفيع اقامة البينة تجعله اى ابو يوسف الحاضر خصما فيقبل بينته۔

(۱۳۴) ایک شخص نے مکان خریدا بعد ازان دوسرے کے ہاتھ اوسکو بیچ یا ہبہ کر دیا بعد ازان وہ غائب ہو گیا اور شفیع نے مشتری ثانی یا موہوب لہ پر دعوی کیا اور اون دونون نے انکار کیا تو شفیع نے گواہ پیش کرنے کا قصد کیا امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مشتری ثانی یا موہوب لہ اوس کا مدمقابل قرار دیا جاوے گا اور گواہون کی گواہی مقبول ہو گی۔

(۱۳۵) وقالا لا يكون خصما۔

(۱۳۵) امام محمد اور امام صاحب کے نزدیک مشتری ثانی یا موہوب لہ سے شفیع دعوی نہ کر سکے گا۔

(۱۳۶) له ان الموهوب له او المشتري الثاني ذو اليد ومدع لرقبة الدار لنفسه فيكون خصما لمن ينازعه كما لو صدقه في الدعوى لكن يوخذ منه كفيل للثمن او يوضع الثمن عند عدل نظرًا

(۱۳۶) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہو کہ موہوب لہ یا دوسرا مشتری قابض ہو اور مکان کی ملکیت کا اوسکو دعوی ہو پس جو شخص اوس مکان مین نزاع کرتا ہے لامحالہ یہ دونون اوس کے مدمقابل ہون گے جسطرح یہ موہوب لہ وغیرہ اوسکے دعوی کے تصدیق کر دے تو اس تصدیق کا اعتبار کیا جاتا ہو مگر صورت مذکورہ مین

نظرا

للغائب ولهما ان القضاء على الغائب قصدا لايجوز وفي جعله خصما ابطال حق الغائب قصدا فلا يجوز بخلاف ما اذا صدقه لان الاقرار حجة قاصرة فلا يتعدى عن نفسه واما البينة فحجة متعدية يظهر بها القضاء على الغائب۔

شفیع کیطرف سے کسی شخص کو کفیل کرلینا چاہیئے یا اوس سے زر ثمن لیکر کسی عادل شخص کے پاس رکہہ دینا چاہیئے تاکہ اوس غائب کی حق تلفی نہو اور امام محمد اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ قصداً غائب پر کوئی حکم دینا درست نہین ہے اور مشتری ثانی یا موہوب لہ کو اگر شفیع کا مدمقابل ٹہیرایا گیا تو اسمین قصداً غائب کا حق باطل کرنا ہے لہذا اونکا مدمقابل ٹہیرانا جائز نہوگا بخلاف صورت تصدیق کے کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر کی ذات سے تجاوز نہین کرسکتا اور بینہ حجت متعدیہ ہے کہ اوس کے سبب سے غائب پر حکم دینا پڑتا ہے۔

(١٣٧) **فصل** فيما تبطل به الشفعة وما لا تبطل۔

(١٣٧) **فصل** شفعہ کے بطلان اور عدم بطلان کی صورتون کے بیان مین۔

(١٣٨) ولو ترك الاشهاد على طلبه مع القدرة او صالح من شفعته على عوض او باع ما يشفع به بيعا باتا قبل القضاء بها اى بالشفعة مطلقا اى علم بشراء العقار او لم يعلم او ساوم المشترى اى طلب الشفيع ان يشترى منه او استاجر منه اى العقار من المشترى او اخذه اى العقار من المشترى مزارعة او معاملة اى مساقاة مع علمه بالشراء او مات اى الشفيع قبل القضاء بها بطلت جواب لو۔

(١٣٨) اگر شفیع نے باوجود قدرت کے طلب پر گواہ کسیکو نہ کیا یا کچھ عوض لیکر شفعہ سے صلح کرلی یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع نے اپنے مکان کی جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تہا کسی سے بیع قطعی کردی خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو یا مشتری سے خریدنے کے ارادہ سے اوس مکان کی قیمت ٹہیرا لی۔ یا مشتری سے اوسکو کرایہ پر لیا یا زمین کو مشتری سے کاشتکاری یا باغ لگانیکی غرض سے لیا باوجودیکہ شفیع کو زمین کے فروخت ہونے کا علم تہا یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع فوت ہوگیا ان سب صورتون مین شفعہ باطل ہوجاوے گا۔

(١٣٩) قيدنا البيع بالبات لانه لو باع ما يشفع به بالخيار لا يبطل شفعته ما دام الخيار ثابتا لان

(١٣٩) صورت مذکورہ بالا مین بیع کے اندر قطعی کی قید اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر شفیع نے بیع قطعی نہین کی بلکہ بیع بالخیار کے تو جبتک کہ اختیار ثابت ہے حق شفعہ

الملك لم يزل ولو رجع اليه عقاره بخيار او عيب بقضاء او بغيره لا يعود اليه حق الشفعة لانها لما بطل لا تعود الا بسبب جديد۔

ساقط نہوگا کیونکہ اُسوقت تک شفیع کے ملک زائل نہوگی۔ اور اگر بحکم قاضے بوجہ خیار یا عیب کے اُس کی جایداد واپس ہوگئی تو حق شفعہ دوبارہ ثابت نہوگا کیونکہ حق شفعہ جب باطل ہوچکا تو اب سبب جدید سے اُسکا اعادہ ہوسکتا ہی ورنہ نہین ہوسکتا۔

(۱۴۰) قيد بقوله قبل القضاء لانه لو باع ما يشفع به بعد القضاء لا تبطل شفعته لتاكيده بالقضاء۔

(۱۴۰) قبل حکم قاضی کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے اپنے مکانکو بعد از حکم قاضی بیع کیا ہی تو اب شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ قاضے کے حکم سے شفعہ کو استحکام ہوگیا۔

(۱۴۱) فالان نشرع في بيان عللها على الترتيب اما بطلان الشفعة في المسئلة الاولى فلان تركه يدل على الاعراض واما في الثانية فلان الشفيع ليس له حق في المحل وانما الثابت له حق التملك وهو فعله والفعل لا يتقوم الا بالعقد فلم يجز اعتياضه فتبطل شفعته لانه اسقطها واما في الثالثة فلزوال سبب الاستحقاق فلا يتوقف على العلم واما في سومه فلدلالته على الاعراض عن الشفعة وكذا في العقود الباقية وانما شرط فيها العلم بالشراء لان دلالتها على الاعراض ليست بصريحة بخلاف تسليم الشفعة حيث تسقط به مع الجهالة بالشراء لانه صريح في الاسقاط كالطلاق۔

(۱۴۱) اب ہم بہ ترتیب ان مسائل کے وجوہ بیان کرتے ہین مسئلہ اولے مین بطلان شفعہ کے یہ وجہ ہی کہ اُسکو ترک کر دینا اعراض کے دلیل ہی مسئلہ ثانیہ مین یہ وجہ ہی کہ شفیع کو حق سفے المحل نہین ہی صرف حق تملک ہے اور وہ اُسکا فعل ہی اور فعل کو بغیر عقد کے قرار نہین ہی تو اُسکا عوض دینا صحیح نہ ہوگا اور شفعہ باطل ہوگا کیونکہ وہ اُسکو خود باطل کرچکا اور تیسری صورت مین اسلیے کہ وہ جبکہ اپنے مکان کے بیع قطعی کرچکا تو استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا خواہ اُسکو مکان مشفوعہ کے بیع کا علم ہو یا نہو اور مشتری سے قیمت ٹھیرانے کی صورت مین اسلیے شفعہ باطل ہوجاتا ہی۔ کہ قیمت ٹھیرانے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ شفعہ کی طرف اُسکو توجہ نہین ہی۔ وعلی ہذا القیاس باقی صور مذکورہ مین۔ اور ان صور تون مین یہ قید کہ شفیع کو مکان مشفوعہ کے بیع کا حال معلوم ہوا اسلیے لگائی ہی کہ ان صورتون مین صراحۃً اعراض نہین ثابت ہوتا بخلاف اس صورت کے کہ شفعہ کو ترک کردے کہ باوجود لاعلمی کے شفعہ ساقط ہوجاویگا کیونکہ شفعہ کے ترک کرنے مین صراحۃً اُسکا اسقاط ہے جیسے طلاق مین۔

(۱۴۲) ولا نورثها اى الشفعة اذا مات الشفيع بعد البيع قبل القضاء۔

(۱۴۲) ہمارے ہمارے نزدیک اگر شفیع قبل از حکم ور بعد از بیع مرجائے تو اسکے وارثوں کو حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔

(۱۴۳) وقال الشافعی یورث الشفعة عن الشفیع ویقسم بین ورثته علی عدد رؤسهم والذکر والانثی فیه سواء۔

۱۴۳ امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ میں توریث جاری ہوتی ہے اور بقدر شمار ورثہ کے حق شفعہ اُن پر تقسیم ہوتا ہے اور مرد وعورت کے لیے برابر حق ہوتا ہے۔

(۱۴۴) قیدنا بقولنا قبل القضاء لانه لو مات بعد القضاء بها قبل نقد الثمن وقبضه فالبیع لازم لورثته اتفاقا کذا فی الحقائق۔

(۱۴۴) قبل از حکم کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے بعد از حکم قاضی انتقال کیا ہو اور اس نے ہنوز ثمن بائع کو نہیں دیا تھا تو بالاتفاق اُسکے وارثوں کو وہ بیع لازم ہوجاویگی۔

(۱۴۵) له انه حق معتبر فی الشرع کالقصاص فیورث ولنا ان الشفعة هی ولایة التملك وهی لا تبقی بعد موت صاحبها فکیف یورث عنه بخلاف القصاص لان من علیه القصاص صار کالمملوك لمن له القصاص حتی صح الاعتیاض عنه والعین المملوکة تبقی بعد موت المالك۔

(۱۴۵) امام شافعی رح کے دلیل یہ ہے کہ شفعہ شرع میں ایک معتبر حق ہے مثل قصاص کے امذا اُس میں توریث جاری ہوگی ہمارے ائمہ کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ فی الحقیقت ولایت تملک کا نام ہے اور ولی کے مرجانے کے بعد ولایت باقی نہیں رہتی جب باقی نہیں رہی تو اُس میں توریث کیونکر جاری ہوسکتی ہے بخلاف قصاص کے کہ اُسمیں قاتل ورثہ مقتول کیلئے مثل مملوک کے ہوجاتا ہے اسی وجہ سے اُسکا عوض دینا صحیح ہے اور شے مملوک مالک کے مرجانے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

(۱۴۶) وفی المحیط لو باع حق الشفعة من انسان لا یکون تسلیما لها لان البیع لم یصادف محله۔

(۱۴۶) محیط میں مذکور ہے اگر حق شفعہ کسی انسان کے ہاتھ بیع کردیا تو یہ ترک شفعہ نہ سمجھا جاوے گا کیونکہ یہ بیع بے محل ہے۔

(۱۴۷) ولو قال اجنبی للشفیع سلم حق الشفعة للمشتری فقال سلمت لك صح استحسانا لان اللام للتعلیل

(۱۴۷) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا کہ حق شفعہ مشتری کو تسلیم کردے شفیع نے جواب دیا کہ میں نے تیرے لیے تسلیم کردیا تو استحساناً تسلیم کرنا صحیح ہوگا اور تیرے لیے کے معنے یہ ہونگے کہ تیری خاطر سے میں نے

فکانہ قال سلمتھا لحرمتک۔

(۱۴۸) وان مات المشتری لم تبطل الشفعۃ لان سبب الاستحقاق قائم حتے لایباع فی دین المشتری لان حق الشفیع کان مقدما علی المشتری فکذا یکون مقدمًا علی من تلقی الحق من قبلہ۔

(۱۴۹) ولو بیع فللشفیع نقضہ وان باعہ القاضی۔

(۱۵۰) ولاشفعۃ لوکیل البائع ان کان شفیعا لان البائع لوکان شفیعا لم یکن لہ الاخذ بالشفعۃ لان البیع تملیک والاخذ بالشفعۃ تملک وبینھما منافاۃ فکذا الوکیل القائم مقامہ۔

(۱۵۱) ولالمن ضمن الدرک یعنی من ضمن للمشتری عن البائع الدرک وھو تبعۃ الاستحقاق ان کان شفیعا فلاشفعۃ لان ضمان الدرک تقریر للبیع فی ید المشتری ففی اخذہ بالشفعۃ ابطال ذلک فلم یصح۔

(۱۵۲) بخلاف وکیل المشتری حیث لہ الشفعۃ لان المشتری لوکان شفیعا لم تبطل شفعتہ فکان لہ

حق شفعہ مشتری کو تسلیم کردیا۔

(۱۴۸) اگر مشتری مرگیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ استحقاق شفعہ کا حق برابر قائم ہے حتی کہ مشتری کے دین مین مکان مشفوعہ کے بیچ نہین ہوسکتی کیونکہ شفیع کا حق مشتری پر مقدم ہے تو اسیطرح جو مشتری کے طرف سے حق لینا چاہے گا اُس پر بھی مقدم ہوگا۔

(۱۴۹) اگر مشتری مرگیا اور اُسکے دین مین وہ مکان مشفوعہ بیچ گیا تو شفیع اوس بیع کے فسخ کرنیکا مجاز ہے اگر چہ وہ بیع خود قاضی کی ہو

(۱۵۰) اگر مالک مکان نے شفیع کو اوس مکان کے بیع کا وکیل کیا تو پھر اس شفیع کو حق شفعہ نہوگا کیونکہ جس صورت مین اگر بائع خود شفیع ہوتا تو بوجہ شفعہ کے اوسکا مکان کو نہین لیسکتا تھا اسلیے کہ بیع کے اندر مالک کرنا اور شفعہ کے اندر خود مالک بننا ہوتا ہے اور ان دونون مین منافات ہے اسیطرح وکیل کو بھی جو بائع کا قائم مقام ہے حق شفعہ نہین۔

(۱۵۱) جو شخص بائع کی طرف سے مشتری کیلیے اسبات کا ضامن ہو کہ اگر اس بیع مین بعد کو کوئی قضیہ پیش آئے تو مین اُس کا ذمہ دار ہون تو اُس کو بھی حق شفعہ نہین ہے کیونکہ جب وہ اسبات کا ضامن ہوگیا ہے تو گویا اُس نے بیع کو ثابت کردیا اب اُس مین شفعہ کا دعوے کرنا اُس بیع کا باطل کرنا ہے۔

(۱۵۲) اگر مشتری نے ایک شخص کو خریدنے کیلیے وکیل کیا ہے تو اُس شخص کا شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ مشتری اگر خود شفیع ہوتا تو اُسکا شفعہ باطل نہوتا پس یہ شخص شفعا کا

ان يشارك سائر الشفعاء ان لم يقدموا عليه لان الاخذ بالشفعة تملك كالشراء فيكون مقدرا له فكذا وكيله۔

شفعہ کے اندر شریک ہوسکتا ہی اگر انکو اُسپر تقدم نہو اسلیئے کہ جسطرح خریدنے مین مالک بننا مقصود ہوتا ہی اسیطرح شفعہ مین بہی مقصود ہوتا ہی پس خریدنے مین شفعہ بہی شامل ہوسکتا ہی ورنہ شخص اُسکا وکیل ہی پس حق شفعہ اس شخص کا باطل نہوگا

(١٥٣) ولو كان الخيار للبائع وشرطه لثالث فاجاز فهو كالبائع لا شفعة له۔

(١٥٣) اگر بیع مین بائع کو اختیار حاصل تہا اور اس نے تیسرے ایک شخص کی اجازت شرط کی تہی اور اُسنے اجازت دیدی تو وہ مثل بائع کے ہی اور اُس شخص کا شفعہ جاتا رہا۔

(١٥٤) وان كان الخيار للمشتري وشرطه لثالث فاجاز فهو كالمشتري فله الشفعة۔

(١٥٤) اگر مشتری کو بیع کا اختیار تہا اور ایک تیسرے شخص کی اجازت پر اِس بیع کو منحصر کیا تہا اور اُس تیسرے نے اُسکو اجازت دیدے تو وہ مثل مشتری کے ہوگا اور اُس کا شفعہ باطل نہوگا۔

(١٥٥) ولو باع المريض بمرض الموت من وارثه دارا بمثل القيمة او اكثر واخذ الآخر فيه الشفعة فالبيع والشفعة باطلان عنده

(١٥٥) اگر ایک بیمار نے مرض الموت کی حالت مین اپنے وارث کے ہاتہ ایک مکان کو خواہ برابر قیمت کے یا زیادہ قیمت سے فروخت کیا پہر ایک شخص نے اُسمین شفعہ کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ بیع اور شفعہ دونون باطل ہین۔

(١٥٦) وقالا يجوز بيعه ويصح الشفعة منه۔

(١٥٦) صاحبین کے نزدیک مرض الموت کے بیع اور اُسکے بعد شفعہ دونون صحیح ہین۔

(١٥٧) وعلى هذا الخلاف اذا باع وصي الميت من الوارث ذكره في الفصول۔

(١٥٧) اگر میت نے ایک شخص کو وصیت کی اور اُس شخص نے میت کے وارث کے ہاتہ ایک مکانکو بیع کیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی۔

(١٥٨) لهما ان حق الورثة تعلق بالمالية امواله لا باعيانها ولهذا اجاز للمورث استبدالها بما يشاء وبهذا البيع لم ينقص ماليتها فلم يقع تصرفه ملاقيا لحق الورثة وله ان الوصية لم يجز لوارث لان فيها ايثار بعض الورثة

(١٥٨) صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ وارثون کا حق مورث کے مال کے مالیت کیساتہہ متعلق ہوا ہی عین مال کیساتہ متعلق نہین ہوا اسی واسطے مورث کو جائز ہے اُنکو بدل سکتا ہی اور اِس بیع سے مال کی مالیت مین نقصان نہین آتا پس اِس تصرف کو وارثونکے حق سے کچہہ علاقہ نہوا اور امام ابوحنیفہ رح کے یہ دلیل ہی کہ وارث کیلئے وصیت جائز نہین ہی اسلیئے کہ اُسمین بعض وارثونکی بعض پر

على الباقين فيؤدي ذلك الى العداوة عرفا والبيع من الوارث كالوصية له لان عين بعض المال قد يكون اولى من ماليته فاذا لم يصح البيع لم يصح الشفعة لبنائها عليه۔

ترجیح لازم آتی ہے اور عرفاً یہ بات باہمی عداوت کا سبب ہوجاتی ہے اور وارث سے بیع کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اُسکے لئے وصیت کرنا کیونکہ بسا اوقات ایک شیئے کی ذات اُسکی مالیت سے بہتر ہوتی ہے پس جبکہ بیع صحیح نہیں ہوئی شفعہ بھی صحیح نہ ہوگا اس لیئے کہ وہ بیع پر مبنی ہے۔

(۱۵۹) الا ان يجيزه بقية الورثة لانهم رضوا بسقوط حقهم۔

(۱۵۹) صورت مذکورہ میں اگر باقی ورثہ نے بھی اُسکی اجازت دیدی تو یہ بیع صحیح ہوجاویگی کیونکہ خود اُنہوں نے رضامندی سے اپنا حق ساقط کیا۔

(۱۶۰) او باقل يعني لو باع المريض من وارثه دارا باقل من قيمتها كما لو باع داره بالفين وقيمتها ثلثة آلاف ثم مات والاجنبي شفيعها ولا مال له غيرها فلا شفعة له اتفاقا۔

(۱۶۰) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اپنے کسی وارث کے ہاتھ ایک مکان کم قیمت سے فروخت کیا مثلاً اس مکان کی قیمت تین ہزار روپیہ ہیں اور دو ہزار روپیہ پر فروخت کیا بعد ازاں وہ مرگیا اور اُسکا شفیع ایک اجنبی شخص ہے اور میت نے بجز اُس مکان کے کچھ اور نہیں چھوڑا تو بالاتفاق شفعہ نہ ہوگا۔

(۱۶۱) ذكر في المحيط في هذه المسئلة لا شفعة للاجنبي عنده وله الشفعة بثلثة آلاف عندهما بناءً على ما مر من ان بيعه لوارثه لا يجوز عنده ويجوز عندهما سواء كان للمريض مال غيرها او لا انظر كيف اورد المصنف الخلافية على صيغة الوفاق وقيد بقيد لا احتياج اليه۔

(۱۶۱) محیط میں اس مسئلہ کی اندر مذکور ہے کہ اجنبی کو امام صاحب کے نزدیک میں شفعہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک شفعہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اُسکی اصلی قیمت یعنے تین ہزار روپیہ دیدے اوسکی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یہ بیع درست نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے خواہ مریض کے پاس بجز اُس مکان کے اور مال ہو یا نہو۔ دیکھو کہ مصنف رح نے یہاں اختلافی مسئلہ کو کسطرح بیان کیا ہے کہ اُسکا اتفاقی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایسی قید لگائی ہے کہ جس کی حاجت نہ تھی۔

(۱۶۲) ولو باعها اي المريض داره من اجنبي بالمثل اي بمثل القيمة او بالاكثر ووارثه شفيعها فشفعة الوارث باطلة عنده لان تلك الصفقة ينتقل الى الوارث بالشفعة

(۱۶۲) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اجنبی شخص کے ہاتھ اپنا مکان برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا اور اُسکا وارث اُسمیں شفیع ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اسمیں شفعہ باطل ہے کیونکہ شفعہ کے سبب سے یہ بیع وارث کے جانب منتقل ہوجاویگی اور ایسا ہوگا کہ گویا اوس نے اپنے

فيصاير كانه باعها من وارثه وذا غير جائز وقالا له الشفعة لان هذا البيع جائز عندهما۔

وارث کے ہاتھہ بیع کی اور یہ جائز نہین ہی اور صاحبینؒ فرماتے ہین وارث شفعہ کرسکتا ہی کیونکہ اُنکی نزدیک یہہ بیع درست ہے۔

(۱۶۳) اوباقل يعني لو باع المريض داره من اجنبي باقل من قيمتها فلا شفعة له اي للشفيع الوارث اتفاقا

(۱۶۳) اگرایک شخص نے اپنے مکان کو کسی اجنبی کے ہاتھہ کم قیمت پر فروخت کیا تو اُس شفیع کو جو میت کا وارث بھی ہے بالاتفاق شفعہ نہین ہے۔

(۱۶۴) وفي المحيط مريض باع داره من اجنبي بالفين وقيمتها ثلثة الاف ولا مال له غيرها ثم مات وابنه شفيعها لاشفعة له اتفاقا۔

(۱۶۴) محیط مین مذکور ہی اگرایک شخص نے مرض الموت کی حالت مین اپنے مکان کو جسکے قیمت تین ہزار ہے کسی اجنبی کے ہاتھہ دو ہزار پر فروخت کیا اور بجز اوسکے کوئی مال اسکے پاس نہ تھا اپنے مر گیا اور اُسکا بیٹا اُس مکان کا شفیع ہی تو بالاتفاق اُسکو شفعہ نہین ہی

(۱۶۵) وفي رواية الاصل قالا ياخذها بقيمتها لان المريض صار بائعا الدار من الشفيع حكما فصار كما لو باع منه حقيقة بالفين وقيمته ثلثة الاف كان للوارث ان ياخذها بثلثة الاف عندهما۔

(۱۶۵) مبسوط مین ایک روایت ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک اُس مکان کی اصل قیمت دیکر وہ وارث لے سکتا ہے کیونکہ حکماً مریض نے شفیع کے ہاتھہ مکان کی بیع کی ہی تو ایسا حال ایسا ہوا کہ حقیقۃً دو ہزار سے بدست اُس وارث کے بیع کی اور اُسکی قیمت تین ہزار تھی کہ صاحبین رح کے نزدیک اس صورت مین وارث تین ہزار دیکر مکان کو لے سکتا ہی۔

(۱۶۶) في الاصح احترز به عما قيل يجوز له الاخذ عندهما بمثل القيمة وانما احترز عنه لان الشفعة انما شرعت بالثمن وتمام القيمة لم يكن منه فلا يجوز الاخذ به ولا بالثمن لان فيه محاباة للوارث ولا يعمل اجازة الوارث لانه لا يعمل في حق المشتري لان المحاباة يخرج من الثلث وهٰهنا لا مال له غيرها

(۱۶۶) قول صحیح یہی ہی کہ بالاتفاق اس شفیع کو جو کہ میت کا وارث بھی ہی حق شفعہ نہین پہنچتا اور بعض نے یہ جو بیان کیا ہی کہ صاحبین کے نزدیک برابر قیمت دیکر وہ شفیع لے سکتا ہی تو یہ قول غیر معتبر ہی اسواسطے کہ شفعہ ثمن کے ساتھہ مقرر کیا گیا ہی اور باقی قیمت ثمن مین داخل نہین ہی۔ اس لئے نہ برابر قیمت سے لے سکتا ہی نہ ثمن سے اس لئے کہ ثمن سے دینا وارث کو کچھہ مال چھوڑ دینا ہی اور اگر دوسرا وارث اجازت دیدے تو اوسکی اجازت دینے کا کچھہ اثر نہ ہوگا کیونکہ مشتری کے حق مین اوسکا کچھہ اثر نہین ہی اسلئے کہ ثلث مال سے درگذر ہوسکتی ہی اور یہان سواے اوس کے مورث کا کچھہ مال نہین ہی دوسرے وارث کا اجازت دینا

واجازة الوارث يتضمن ابطال ملك المشتري لانها متى صحت اخذها الشفيع فيبطل ملكه۔

ملک مشتری کا باطل کرنا ہی کیونکہ اگر اجازت صحیح ہو جائیگی شفیع فورًا اوس مکان کو لے لیگا اور مشتری کی ملکیت باطل ہو جاویگی۔

(۱۶۷)، ولو كان له مال غيرها فاجازت الورثة فله الشفعة اتفاقا انظر كيف ترك المصنف هذا القيد مع انه مقيد۔

(۱۶۷)، جس صورت مین علاوہ اُس کے مورث کا اور بھی مال ہو تو بالاتفاق اجازت کی صورت مین وارث شفیع ہو جاوے گا دیکھو مصنف رحمہ اللہ نے اس قیدکو کسطرح ترک کر دیا حالانکہ یہ حکم مقید ہے۔

(۱۶۸)، واذا اخبرانها اى الشفيع بان الدار بيعت بالف اوان المشترى فلان فسلم الشفيع اى الشفيع الشراء ثم علم انه غيره اى ان المشترى غيرفلان اوان البيع باقل من الالف اوبمكيل اى علم ان المبيع كان بمكيل اوموزون قيمته الف اواكثر لم تبطل شفعته لان تسليمه حين سمع الالف كان لاستكثاره واذا ظهر ان الثمن اقل منه فله الاخذ۔

(۱۶۸)، جس صورت مین شفیع کو خبر لگی کہ فلان مکان ہزار کو فروخت ہو گیا یا فلان شخص نے خریدا ہی اوسوقت مین تو شفیع نے شرا کو تسلیم کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا دوسرے شخص نے خریدا ہو یا ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا یہ معلوم ہوا کہ کسی مکیل یا موزون چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے یا ایک ہزار سے زیادہ خریدا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوسکا شفعہ کو تسلیم کرنا گران خیال کرنے کے سبب سے تہا اور جب اوسکو معلوم ہوا کہ اوس سے کم کو فروخت ہوا ہے تو اب وہ لے سکتا ہے۔

(۱۶۹)، وفى المحيط هذا اذا كان التفاوت فى الثمن ولوكان فى المبيع فقط كما اذا سمع انه بيع كل الدار بالف فسلم ثم علم انه بيع بعضها بالف بطلت شفعته لان من رغب عن شراء الكل وليس فيه عيب الشركة كان ارغب عن شراء النصف وفيه عيب الشركة ولوكان بالعكس لايبطل لان الرغبة

(۱۶۹)، محیط مین مذکور ہے کہ یہ جب ہی کہ ثمن کے اندر تفاوت ہوا اور اگر صرف مبیع کے اندر تفاوت ہو جیسے کہ اوس نے یہ سنکر کہ کل مکان ہزار کو فروخت ہوا ہے شرا کو تسلیم کر لیا اور بعد کو معلوم ہوا نصف مکان ہزار کو فروخت ہوا ہی تو شفعہ باطل ہو جائے گا کیونکہ جو شخص کل مکان کے خریدنے سے باوجودیکہ شرکت کے جھگڑے سے پاک ہو اعراض کرے گا تو نصف مکان کے خریدنے سے باوجود عیب شرکت کے بطریق اولیٰ اعراض کرے گا اور اگر اس کے عکس ہو تو حق شفعہ باطل نہو گا کیونکہ

عن شرى النصف المعيب لا يكون رغبة عن الكل لتسليم وكذا لتسليمه حين سمع ان المشترى فلان كان لرضائه بجواره واذا بان غيره فله الاخذ حذرا عن اضراره وكذا لتسليمه فى الف يجوز ان يكون لعجزه عن ذلك واذا ظهر انها بيعت بجنس آخر مما يثبت فى الذمة كمكيل وموزون وعددى متقارب فله ان يرغب فى اخذها لقدرته على ذلك۔

نصف کے خریدنے سے جو عیب رہے اعراض کرنا کل کا اوس تسلیم سے اعراض کی دلیل نہین ہو سکتا۔ اسیطرح اس بات کو علم کہ فلان شخص نے خریدا ہے اوس شرا کو تسلیم کر لینا اس غرض سے تہا کہ وہ اس مشتری کے جوار پر خوش تہا اور جب اوس کو دوسرے شخص کے خریدنے کا علم ہوا تو وہ حق شفعہ لے سکتا ہے تاکہ اوس کے جوار سے شفیع کو ضرر نہ پہونچے اسیطرح اوس نے جب نقد ہزار سنے تہے تو ہو سکتا ہے اس لئے اوس نے تسلیم کر دیا ہو کہ وہ ہزار کے بہم پہونچانے سے عاجز تہا اور جب اوس کو معلوم ہوا کہ دوسری چیز سے اوس کی بیع ہوئی ہے جو کسی کے ذمہ ثابت ہو سکتی ہے مثل اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا شمار کے حساب سے بکتی ہین جنمین چندان فرق نہین ہوتا ہے تو اب وہ اوسکو رغبت سے لے سکتا ہے اسلیے کہ اوسکو بہم پہونچا سکتا ہے۔

(۱۷۰) او بمائة قيمتها الف يعنى لو اخبر انها بيعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بيعت بمائة دينار قيمتها الف درهم ابطلناه اى حق الشفعة وجعلنا تسليمه صحيحا۔

(۱۷۰) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار درم کو فروخت ہوا ہے اوسوقت تو اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا سو اشرفی کو جنکی قیمت ہزار درم ہین فروخت ہوا ہے تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفعہ باطل ہے اور اوسکا اول مرتبہ تسلیم کر لینا صحیح ہے۔

(۱۷۱) وقال زفر وهو القياس هو على شفعته۔

(۱۷۱) اور زفر رحمہ اللہ فرماتے ہین اور قیاس بہی یہی چاہتا ہے کہ اوسکا شفعہ قائم رہیگا۔

(۱۷۲) قيد بقوله قيمتها الف اذ لو كان قيمة الدنانير اقل فهو على شفعته اتفاقا۔

(۱۷۲) دینارون کی قید کہ اونکی قیمت ہزار درم ہین اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر اس سے کم اوسکی قیمت ہو گی تو بالاتفاق اوس کا شفعہ قائم رہیگا۔

(۱۷۳) له ان الدراهم والدنانير جنسان مختلفان ولهذا لو اكره على احدهما فاقر بالآخر كان مختارا

(۱۷۳) امام زفر فرماتے ہین کہ دراہم اور دنانیر مختلف جنسین ہین۔ اس لئے اگر ان دونون مین سے ایک پر کوئی شخص اکراہ کیا جاوے اور دوسرے کا اقرار کرے تو وہ

فلایکون التسلیم فی احدهما تسلیما فی الاخر ولنا انهما کالجنس فی الثمنیة ولهذا یضم فی الزکوة وکلامنا فی الثمن فیکون الاختلاف راجعا الی القدر دون الجنس۔

مختار ہوگا۔ تو ایک مین تسلیم کردینا دوسرے مین تسلیم کردینا شمار نہ کیا جاوے گا۔ ہم کہتے ہین ثمنیت کے اندر وہ دونون جنس واحد کے مانند ہین اور ثمن مین ہمارا کلام ہے تو اختلاف مقدار مین سمجھا جاویگا نہ جنس مین۔

(۱۷۴) اوبعرض غیر مثلی یعنی لواخبر انها بیعت بالف فسلم ثم علم انها بیعت بعرض غیر مثلی قیمته الف بطلت شفعته وصح تسلیمه لان الواجب فی القیمی القیمة فلم یظهر فیه اختلاف الجنس

(۱۷۴) اگر معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے بیع ہوی ہے یعنی جب اوسکو معلوم ہوا کہ ہزار سے بیع ہوی ہے تو مان گیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے بیع ہوئی تو شفعہ باطل ہوجاوے گا اور اوسکا تسلیم کردینا صحیح ہوگا کیونکہ غیر مثلی مین قیمت واجب ہوتی ہے اور اوس مین اختلاف جنس کا ظاہر نہوا۔

(۱۷۵) قید بقوله غیر مثلی لانه لوکان مثلیا کالمکیل والموزون والعددی المتقارب قیمته الف لم تبطل شفعته لما مر۔

(۱۷۵) غیر مثلی کی قید اس لحاظ سے بڑہائی ہے کہ اگر مثلی ہو مانند اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا بوجہ قریب قریب برابر ہونیکے شمار سے فروخت ہوتی ہین اور اوسکی قیمت ایک ہزار ہو تو شفعہ باطل نہو گا جسکی وجہ مذکور ہوچکی ہے۔

(۱۷۶) اواقل یعنی لوکان قیمة العرض اقل من الالف لم تبطل شفعته لان تسلیمه کان یکون لاستکثار الالف۔

(۱۷۶) اور اگر ایک ہزار سے اوسکی قیمت کم ہے تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوس کا تسلیم کردینا ہزار کو زیادہ سمجھنے کی غرض سے تہا۔

(۱۷۷) ولا یجعل قوله اخذ نصفها تسلیما ای اذا قال الشفیع اخذ نصف الدار لایکون تسلیما للنصف الاخر عند ابی یوسف رح لان طلب بعض الحق لایکون رضا بسقوط الباقی عرفا وعادة۔

(۱۷۷) شفیع کا یہ کہدینا کہ مین نصف مکان کو لیتا ہون تسلیم نہ شمار کیا جائیگا یعنے اگر شفیع کہدے کہ نصف مکان کو لیتا ہون تو یہ اوسکا کہنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف باقی مین تسلیم کردینا نہ شمار کیا جائے گا کیونکہ بعض حق کے طلب کرنے سے باقی حق کے ساقط ہوجانے سے رضامندی ثابت نہین ہوتی نہ عرفا نہ عادةً۔

(۱۷۸) وخالفه ای محمد لانه

(۱۷۸) امام محمد رح کا اس مین اختلاف ہے کیونکہ

لما سلم فی النصف الآخر صار مسلما فی الکل لانه غیر متجزء۔

جب دوسرے نصف مین اوس نے بیع کو تسلیم کرلیا تو گویا کل ہی مین تسلیم کرلیا کیونکہ وہ متجزی نہین ہی۔

(۱۷۹) وفی المحیط الاصح قول ابی یوسف

(۱۷۹) محیط مین مذکور ہی ابو یوسف رح کا قول زیادہ صحیح

(۱۸۰) وابطل ای محمد تسلیم الاب و الوصی شفعة الصبی فیما اذا بیعت بمثل القیمة فله ان یاخذها بعد البلوغ۔

(۱۸۰) اگر ایک مکان برابر قیمت سے فروخت کیا جائے اور ایک نابالغ اوسمین شفیع ہو اور اوس نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی شفعہ کو تسلیم کردے تو یہ تسلیم کرنا امام محمد رح کے نزدیک باطل ہی اور بعد بلوغ کے نابالغ اپنا شفعہ لے سکتا ہو۔

(۱۸۱) وقالا صح تسلیمهما فلا یاخذها الصبی بعده۔

(۱۸۱) صاحبین رح کے نزدیک اون دونون کا تسلیم کردینا صحیح ہی اور اوس کے بعد نابالغ اوسکو نہین لے سکتا

(۱۸۲) وعلی هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار (الصبی) فلم یطلبا۔

(۱۸۲) ایسا ہی اوس صورت مین اختلاف ہی کہ باپ کو یا باپ کے وصی کو نابالغ کے جوار مین ایک مکان کے فروخت ہو جانے کی خبر لی اور انہون نے شفعہ کے طلب نہ کی۔

(۱۸۳) قید بالتسلیم لانه لو لم یکن له ولی توقف علی بلوغه اتفاقا لقوله علیه السلام ینتظر لاشفیع اذا کان غائبا وکذلک اذا کان عاجزا کذا فی المحیط۔

(۱۸۳) تسلیم کی قید اس لئے لگائی ہی کہ اگر اوسکا کوئی ولی نہین ہی تو بالاتفاق اوسکے وقت بلوغ تک انتظار کیا جائے گا اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ شفیع کا انتظار کیا جائے جبکہ غائب ہو اور ایسی ہی جبکہ عاجز ہو۔

(۱۸۴) له انه حق ثابت فلا یملکان ابطاله کالعفو عن القصاص ولهما ان حق الشفعة انما تملك بالثمن فصار فی معنی البیع وهما یملکان الامتناع عنه بخلاف العفو عن القصاص لانه تبرع وهما لا یملکانه۔

(۱۸۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ یہ ایک حق ثابت ہی اور وہ دونون اوس کے ابطال کے مالک نہین ہین جیسے قصاص سے عفو کرنے پر اونکو اختیار نہین ہی صاحبین رح فرماتے ہین حق شفعہ کی ملکیت ثمن سے ہوتی ہی اور وہ حقیقت مین بیع ہی اور وہ دونون بیع کے ترک کردینے کے مالک ہین بخلاف عفو عن القصاص کے کہ یہ تبرع ہی اور وہ تبرع کے مالک نہین ہین

(۱۸۵) وفی المحیط یثبت الشفعة للحمل بدار التی ورثها من ابیه

(۱۸۵) محیط مین مذکور ہی حمل کو بسبب اوس مکان کے جو اوسکے باپ کے ورثہ مین اوس کو ملا ہی شفعہ ثابت ہو جاتا ہی لیکن

فان وضعت لاقل من ستة اشهر منذ البيع فله الشفعة۔

ایسی صورت مین اگر ایک عورت وقت بیع سے چھ ماہ سے کم مین بچا جنے تو وہ شفیع ہو جائے گا۔

١٨٦، ولو بيعت اى الدار التى شفيعها الصبى بثمن يسير اى باقل من قيمتها بمحاباة فتسليمه اى تسليم كل من الاب والوصى صحيح عندح لانه امتناع عن ادخاله فى ملك الصغير لا ازالة عن ملكه۔

(١٨٦) اگر ایک مکان [illegible] کا نابالغ کو شفعہ حاصل ہے کم قیمت سے کچھ رعایت کرکے فروخت کیا جائے [illegible] باپ اور وصی کا تسلیم کر دینا امام صاحب رح کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ شفعہ کا تسلیم کر دینا اوس مبیع کو نابالغ کے ملک مین داخل کرنے سے باز رہنا ہے اور [illegible] کے ملک سے مبیع کا دور کر دینا نہین ہے۔

١٨٧، وابطله محمد لما فيه من ترك النظر للصغير۔

(١٨٧) اور امام محمد [illegible] اس تسلیم کو باطل سمجھا ہے [illegible] نابالغ [illegible] نفع کی رعایت کا ترک کر دیا [illegible]

١٨٨، قيد بقوله يسير لانها لو بيعت باكثر من قيمتها مما لا يتغابن الناس فى مثله جاز التسليم اتفاقا والاصح انه لا يجوز اتفاقا لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبى۔

(١٨٨) کم قیمت کی [illegible] قید لگائی ہے [illegible] قیمت [illegible] ہوا کہ کوئی شخص [illegible] تو بالاتفاق تسلیم صحیح ہے مگر اصح یہ ہے کہ بالاتفاق تسلیم کر دینا صحیح نہین ہے کیونکہ اس حال اجنبی کا سا ہے [illegible] کا مالک نہین ہے تو تسلیم کرنے کا بھی اوسکو [illegible]

١٨٩، ولو اشترا دارا اى الاب دارا لابنه الصغير له ان يأخذها اى جاز للاب اخذ الدار بالشفعة قبل بلوغه وقال زفر لا يجوز۔

(١٨٩) اگر ایک شخص نے اپنے صغیر لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا تو قبل اوسکے بلوغ کے باپ کو [illegible] ہمارے ائمہ کے نزدیک جائز ہے اور امام زفر رح [illegible] جائز نہین ہے۔

١٩٠، انما قيد به لان الشفعة بعد بلوغه جائز اتفاقا۔

(١٩٠) قبل بلوغ کی قید اس لیے لگائی [illegible] تو بالاتفاق شفعہ جائز ہے۔

١٩١، وقيد باشتراء لان الاب لو باع ملك نفسه ليس له الشفعة لابنه الصغير [illegible] لبائع

(١٩١) اور خریدنے کی اس لیے [illegible] اپنے ملک کو فروخت کیا تو اپنے صغیر لڑکے کے لیے [illegible] شفعہ جائز نہین ہے کیونکہ بائع کو حق شفعہ نہین ہے

لا شفعة له وللصغير الشفعة اذا بلغ اتفاقا۔

اور صغیر کے لیے بالاتفاق جب وہ بالغ ہوجائے شفعہ کرنیکا استحقاق حاصل ہے۔

(۱۹۲) وقيد بالاب لان الوصي لا يملك اخذها لنفسه اتفاقا لان ذلك بمنزلة الشراء ولا يجوز للوصي ان يشتري مال اليتيم لنفسه بمثل القيمة۔

(۱۹۲) اور باپ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ وصی بالاتفاق اپنی ذات کے لئے لینے کا مالک نہیں ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خریدنے کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال اپنی ذات کے لئے برابر قیمت سے خریدنا درست نہیں ہے۔

(۱۹۳) وقيد بقوله لابنه لانه لو اشترى الاب لنفسه والصبي شفيعها فله الشفعة لابنه اتفاقا۔

(۱۹۳) اور بیٹے کے لئے خریدنے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر باپ نے اپنی ذات کے لئے خریدا اور نابالغ کو اومین حق شفعہ ہو تو اپنے بیٹے کے لئے وہ شفعہ کرسکتا ہے اتفاقاً۔

(۱۹۴) له ان كون الشخص الواحد مطالبا ومطالبا ممتنع ولنا ان ولاية الاب اقامت مقام شخصين ولهذا جاز له ان يشتري من مال الصغير بمثل القيمة۔

(۱۹۴) امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کا مطالب اور مطالَب ہونا غیر ممکن ہے اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ باپ کی ولایت دو شخصوں کے قائم مقام ہے اسی غرض سے باپ کے لئے یہ بات درست ہے کہ صغیر کے مال سے کوئی چیز برابر قیمت سے خریدے۔

(۱۹۵) [illegible] الدارين بيعتا في [illegible] سواء [illegible] متصلا او متفرقين بصفقة واحدة اي اذا كان شفيعهما واحدا وقال زفر له ذلك وكذا الخلاف لو كان الارضين او قريتين۔

(۱۹۵) جس صورت مین دو مکان جو دو شہرون کے اندر ہین ایک عقد سے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کئے جائین خواہ وہ دونون شہر ملے ہوئے ہون یا دور دور ہون اور ایک ہی شخص دونون مکانون مین شفیع ہو تو وہ شفیع اون مکانون مین شفعہ نہین کرسکتا اور امام زفرؒ فرماتے ہین شفعہ کرسکتا ہے یہی اختلاف دو زمینون اور دو گانون مین ہے۔

(۱۹۶) قيد بمصرين لانه لو بيعت داران في مصر واحد فقوله كقولنا كذا في الحقائق

(۱۹۶) دو شہرون کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر ایک شہر مین ہین تو امام زفرؒ کا بھی اومین وہی قول ہے جو ہمارا قول ہے۔

(۱۹۷) وذكر في المصفى والايضاح ان التقييد بالمصرين وقع اتفاقا۔

(۱۹۷) ایضاح اور مصفی مین مذکور ہے کہ دو شہرون کی قید اتفاقی ہے۔

(۱۹۸) قيد بصفقة واحدة لانها لو بيعتا بصفقتين كان له ان ياخذ

(۱۹۸) ایک عقد کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر دو عقد سے فروخت ہونگی تو بالاتفاق اون دونون مین سے جس کو

ايهما شاء اتفاقا۔

چاہیگا شفیع لے سکیگا۔

(۱۹۹) وقيدنا بقولنا اذا كان شفيعهما واحدا لانه ان كان شفيعا لاحدهما دون الاخرى يأخذ التي هو شفيعها اتفاقا لان الصفقة وان اتحدت فقد اشتملت على ما تثبت فيه الشفعة وعلى ما لا تثبت الشفعة فيه فاختص الشفعة بالدار المجاورة كذا في المصفى

(۱۹۹) یہ قید کہ شفیع اون مین ایک ہی شخص ہو اسلیے لگائی ہو کہ اگر ایک شخص ایک مین شفیع ہو اور دوسرے مین نہو تو بالاتفاق جس مین وہ شفیع ہو اوسکو لے سکتا ہو کیونکہ صفقہ اگرچہ واحد ہو مگر دو مکانون پر مشتمل ہو جن مین سے ایک مین شفعہ ثابت ہو اور ایک مین نہین اس لیے اوس مکان مین جو شفیع کے مجاور ہو شفعہ متعین ہوگا۔

(۲۰۰) له ان تفرق المكان كتفرق الصفقة ولا ضرر على المشتري في اخذ احدهما فقط فيجوز ولنا ان في اخذ احدهما دون الاخرى تفريق الصفقة على المشتري فلا يجوز۔

(۲۰۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہو کہ تفرق مکان کا تفرق عقد کے مانند ہو اور مشتری کو صرف ایک کے لے لینے مین کچھ نقصان نہین ہو تو شفیع کو لینا جائز ہے حنفیہ کہتے ہین ایک کے لینے اور دوسرے کے نہ لینے مین مشتری پر صفقہ کا تفریق کرنا ہو اور یہ جائز نہین ہے۔

(۲۰۱) ولو اشترى رجل دارا من اثنين نمنعه اى الشفيع من اخذ نصيب احدهما۔

(۲۰۱) اگر ایک شخص نے دو شخصون سے ایک مکان خریدا تو حنفیہ رح کے نزدیک شفیع دونون مین سے ایک کا حصہ نہین لے سکتا۔

(۲۰۲) وقال الشافعي يجوز ذلك۔

(۲۰۲) امام شافعی رح فرماتے ہین یہ جائز ہے۔

(۲۰۳) ولو باع من اثنين جاز اى للشفيع ان يأخذ نصيب احدهما اتفاقا لوقوع العقد متفرقا في حق المشتري۔

(۲۰۳) اگر ایک مکان دو شخصون سے فروخت کیا تو شفیع دونون مین سے ایک کا بالاتفاق حصہ لیسکتا ہو کیونکہ مشتری کے حق مین تو عقد متفرق واقع ہوئی ہے۔

(۲۰۴) له قياس المسألة الاولى على هذه المسألة ولنا ان الجار في الاولى واحد فرضاؤه بجوار المشتري في نصيب احدهما يكون رضا في الاخر لان الجار الواحد لا يتجزى واما في الثانية فالجار اثنان فله ان يرضى باحدهما دون

(۲۰۴) امام شافعی رح تو مسئلہ اولی کو اس مسئلہ پر قیاس کرتے ہین حنفیہ کہتے ہین پہلے مسئلہ مین جار ایک ہی شخص ہے پس شفیع کا ایک حصہ مین مشتری کے جوار پر راضی ہونا دوسرے کے حصہ مین بھی راضی ہونا ہو کیونکہ جار واحد تجزی کی چیز نہین ہے اور مسئلہ ثانیہ مین جار دو شخص ہین اور ہو سکتا ہو کہ شفیع ایک کے جوار پر راضی ہو اور دوسرے کے جوار پر ناراض ہو

الاخر فافترقا۔

دونون صورتون مین بہت فرق ہے۔

(۲۰۵) **فصل** فی البناء والغرس فی الارض المشفوعة۔

(۲۰۵) **فصل** مشفوعہ اراضی مین مکان وغیرہ بنانے اور درخت وغیرہ لگانے کے بیان مین۔

(۲۰۶) وبناء المشتری واتخاذہ مسجدا قاطع لحق البائع فی الفسخ یعنی من اشتری دارا اشراء فاسدا وقبضها وبنی او اتخذها مسجدا ینقطع عنها حق البائع فی الفسخ عند ابی حنیفة وعلی المشتری قیمتها۔

(۲۰۶) مشفوعہ زمین مین مشتری کا مکان بنا لینا یا اوسکو مسجد قرار دیدینا بائع سے فسخ کرنے کا حق باطل کر دیتا ہے یعنے جس شخص نے بیع فاسد سے ایک مکان خریدا اور اوسپر قابض ہو گیا اور اوسمین اوس نے اور مکان بنا لیا یا اوسکو مسجد کر دیا تو بائع کو جو اس کے فسخ کا بسبب بیع فاسد ہونے کے اختیار حاصل تھا امام صاحب رحمہ کے نزدیک وہ حق منقطع ہو جاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب ہو جاویگی۔

(۲۰۷) وللشفیع الاخذ بالقیمة فی الاول ای فی البناء عندہ۔

(۲۰۷) بناء کی صورت مین شفیع کو اوسکی قیمت دیکر امام صاحب رحمہ کے نزدیک لینے کا اختیار حاصل ہے۔

(۲۰۸) وقالا لا ینقطع عنها حق البائع فی المسئلتین فلیس له الاخذ۔

(۲۰۸) صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین بائع کو فسخ کا اختیار حاصل ہے اور شفیع کسی صورت مین اوس کو نہین لے سکتا۔

(۲۰۹) قید بقوله فی الاول لان فی اتخاذہ مسجدا لیس له الاخذ اتفاقا اما عندهما فلعدم انقطاع حق البائع عنها واما عندہ فلصحة کونها مسجدا والمسجد لا یملك۔

(۲۰۹) صورت اول کی اس لئے قید لگائی ہے کہ مسجد کر لینے کی حالتین بالاتفاق شفیع کو لینے کا استحقاق نہین ہے صاحبین رحمہ کے نزدیک اس لئے کہ بائع کا حق اوس سے منقطع نہین ہوا اور امام صاحب رحمہ کے نزدیک اس لئے کہ اوس کا مسجد ہونا صحیح ہے اور مسجد مملوک نہین ہو سکتی

(۲۱۰) وذکر فی مبسوط شیخ الاسلام الخلاف فیما اذا جعله علی هیئة المسجد ولم یؤذن للناس بان یصلوا فیه حتی یکون رقبة الارض

(۲۱۰) شیخ الاسلام نے مبسوط مین ذکر کیا ہے اختلاف اوس صورت مین ہے کہ اوسکو مسجد کے ہیئت پر کر دے اور لوگون کو ہنوز اجازت نہ دے اور ابتک مسجد کی زمین اور اوسکی دیوارین اوس کے ملک مین باقی ہون

والبناء باقية على ملكه اما اذا اذن للناس بان يصلوا فيه ينقطع عنه حق البائع اتفاقا فعلم من هذا ان تعليل المصنف في شرحه بان المسجد لا يملك غير صحيح لانه ان اراد ما هو مسجد حقيقة فليس هو محل الخلاف وان اراد ما هو في هيئة المسجد فانه يصح ان يملك۔

اور اگر لوگون کو نماز کی اجازت دیدی ہو تو بالاتفاق بائع کا حق اوس سے ساقط ہو جائیگا پس اس سے یہ بات ثابت ہوی کہ مصنف رح کا اپنی شرح مین اسکی یہ علت بیان کرنا کہ مسجد کسی کی مملوک نہین ہوسکتی ٹھیک نہین ہو کیونکہ اگر مسجد سے اوس نے حقیقۃً مسجد مرادلی ہے تب تو وہ محل خلاف ہی نہیں اور اوس سے مرادلی ہو کہ جو بشکل مسجد ہو تو وہ مملوک ہو سکتی ہے

(۲۱۱) ولعله اراد بان المشترى بنيته ان يجعله مسجدا توجه ان يكون حقا لله ومثله لا يملك عادة فلو اخذه الشفيع عنه يلزم ان يكون مملوكا۔

(۲۱۱) شاید مصنف کی یہ مراد ہو کہ وہ مکان مشتری کے اس نیت کر لینے سے کہ اوسکو مسجد بناوے قریب ہے کہ خدائے تعالے کا حق اوس کے ساتھ متعلق ہو جاوے اور عادۃً ایسی چیز غیر مملوک ہو جاتی ہے۔ پس اگر شفیع اوسکو نہ لیگا تو وہ لامحالہ مملوک ہو جائیگی۔

(۲۱۲) اعلم ان قيد البناء اتفاقي لان الخلاف كذا لو اخرجها عن ملكه بالهبة او بجعلها مهرا او بالبيع فللشفيع ان ينقض تصرفه ويأخذها بالقيمة عنده فان اخذها بالبيع الثاني اخذها بالثمن لان البيع الثاني صحيح۔

(۲۱۲) جاننا چاہئے کہ بنا کی قید اتفاقی ہو کیونکہ یہی اختلاف اون صورتون مین بھی ہے کہ مشتری اوس شئ کو اپنے ملک سے بذریعہ ہبہ یا مہر یا بیع کے خارج کر دے پس امام صاحب کے نزدیک ان صورتون مین بھی شفیع کو مشتری کے اس تصرف کے باطل کر دینے اور مبیع کو قیمت دیکر لیلینے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اگر بیع ثانی کے بعد لیگا تو ثمن دیکر لینا پڑے گا کیونکہ وہ بیع صحیح ہے۔

(۲۱۳) لهما ان هذا التصرف لا يسقط حق البائع كما لا يسقط حق المالك اذا وجد في المغصوب [illegible] لا يسقط حقه لان الله لا يبطله لكن الشفيع اوجبا عليه [illegible] حق البائع

(۲۱۳) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اس تصرف سے بائع کا حق ساقط نہ ہوگا جس طرح کہ اگر یہ تصرفات شئ مغصوب مین پائی جائین تو مالک کا حق ساقط نہین [illegible] بائع کے حق کو ساقط [illegible] اللہ تعالی کے نزدیک وہ غیر مقبول

لا يجب حق الشفعة لان حقه اقوى من حق الشفيع ولهذا يسقط حقه بالتاخير دون حق البائع وله ان البناء حق للمشترى وحق الفسخ فى الفاسد حق الشرع وحق العبد مقدم عليه وباتخاذها مسجدا تم قبض المشترى وزال ملكه فيها الى الله فانقطع حق البائع كما لو كان المشترى عبدا فقبضه فاعتقه۔

مقبول ہے اس لئے کہ اوس کا فسخ ضروری ہے پس جب بائع کا حق اوس سے منقطع ہوا تو شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ بائع کا حق شفیع کے حق سے قوی ہے اسی لئے تاخیر کرنے سے شفیع کا حق ساقط ہو جاتا ہے بخلاف بائع کے امام صاحبؒ فرماتے ہین کہ بنا رمشتری کا حق ہے اور بیع فاسد کے اندر فسخ کا حق شرع کا حق ہے اور بندہ کا حق شرع کے حق پر مقدم ہے اور جب اوس نے اوس مکان کو مسجد بنالیا تو مشتری کا قبضہ مکان مین پورا ہوگیا اور اوسکی ملکیت مکان سے جاتی رہی اور خدا ئے تعالی کے ملک مین داخل ہوگیا پس بائع کا حق بہی اوس سے منقطع ہوگیا۔ جس طرح ایسے ہی بیع سے غلام کو خریدتا اور بعد قبضہ کرلینے کے اوس کو آزاد کردیتا۔

* * * * * * * * *

(۲۱۴) واذا ابتنى المشترى بالشراء الصحيح او غرس ثم قضى بها اى بالشفعة للشفيع اخذه الشفيع بالثمن وقيمتها اى اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما مقلوعا او كلفه اى الشفيع المشترى قلعهما اى قلع بنائه وغرسه۔

(۲۱۴) اگر ایک شخص بشرار صحیح ایک زمین خرید کرکے اوس مین مکان بنالے یا باغ لگالے بعد ازان قاضی اوسمین شفعہ کا حکم کرے تو شفیع اوس زمین کو اوسی ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو اوس قیمت سے جو گرادینے کے بعد ہوتی ہو لے سکتا ہے یا مشتری سے کہسکتا ہے کہ وہ اپنی دیوارون اور درختون کو گرالے۔

(۲۱۵) وخيره اى ابو يوسف الشفيع بين الاخذ بذلك اى اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما قائمين او الترك اى ترك الاخذ ولا يكلفه بالقلع كما لو بنى الموهوب له فى الارض الموهوبة ليس للواهب ان يقلع بناءه ويرجع فى الارض لانه

(۲۱۵) امام ابو یوسف رح شفیع کو اس بات مین اختیار دیتے ہین کہ یا تو شفیع اوس زمین کو ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو وہ قیمت دیکر جو کہڑی رہنے کی حالتمین ہوتی ہو لیلے یا چہوڑ دے اور اوس سے اونکو گرانے کی نسبت نہین کہسکتا جسطرح موہوب لہ ایک زمین موہوبہ مین کچہ مکان بنالے تو واہب کو یہ استحقاق نہین ہے کہ اوس مکان کو ڈہوا دے اور رجوع نہیں کرسکے کیونکہ اپنے ملک مین

بناه فی ملکه۔

اوسکو بنایا ہے۔

(۲۱۶) ولهما ان هذا التصرف وقع فی حق الغیر من غیر تسلیط من جهته فله ان ینقضه کالراهن اذا بنی فی المرهون بخلاف ما استشهد به لان التصرف فیه حصل بتسلیط من جهة من له الحق۔

(۲۱۶) صاحبین رح فرماتے ہین کہ یہ تصرف دوسرے کے ملک مین بدون اوس کے اجازت کے واقع ہوا ہے تو اوسکو اس تصرف کے باطل کرنے کا استحقاق ہو جسطرح راہن شئ مرہونہ مین کچھ بنالے اور زمین موہوبہ سے جو تشہاد کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے کیونکہ وہان پر تصرف صاحب حق کے تسلیط سے پایا گیا ہے۔

(۲۱۷) ولو بنی الشفیع او غرس ای فی الدار المشفوعة ثم استحقت رجع الشفیع بالثمن علی من رده من البائع او المشتری اتفاقا لانه تبین انه اخذه بغیر حق لا بقیمتها ای لا یرجع بقیمة البناء والغرس علی من اخذ منه الدار یعنی اذا بنی الشفیع فی الدار المشفوعة او غرس فاقلع المستحق الشفیع لا یرجع بقیمتهما۔

(۲۱۷) اگر شفیع نے مکان مشفوعہ مین کچھ مکان بنالیا یا کوئی درخت لگا لیا بعد ازان وہ مکان کسی دوسرے شخص کا نکلا تو شفیع اوس کا ثمن جسکو اوس نے دیا ہو بالاتفاق واپس لے سکتا ہے خواہ بائع کو دیا ہو یا مشتری کو کیونکہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ بغیر حق کے اوس سے ثمن لیا گیا تھا مگر نیمار کی اور درختون کی قیمت اوس شخص سے جس سے اوس نے مکان لیا ہے نہین لے سکتا۔ یعنے اگر مکان مشفوعہ مین شفیع درخت لگالے یا کچھ بنالے اور وہ شخص جسکا حق ثابت ہوا ہے اوسکو گرا دے تو شفیع اونکی قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۱۸) ویفتی به ای ابو یوسف برجوع القیمة فیهما ای فی البناء والغرس لان الشفیع مع من اخذ منه صار کالمشتری المغرور من جهة البائع۔

(۲۱۸) امام ابو یوسف رح نے درخت اور نیمار کی قیمت لے لینے کا فتوی دیا ہے کیونکہ شفیع کا اوس شخص کے ساتھ جس سے اوس نے مکان لیا ہو ایسا حال ہے جیسا اوس مشتری کا جسکو اوسکا بائع فریب دیدے۔

(۲۱۹) ولهما الفرق بان المشتری کان مغرورا من جهة البائع و مسلطا علی التصرف فی المبیع والشفیع غیر مغرور لانه متملك علی صاحب الید

(۲۱۹) اور صاحبین رح فرماتے ہین کہ مشتری تو بائع کی طرف سے فریب مین ہوتا ہے اور مبیع کے اندر تصرف کرنے پر مسلط ہوتا ہے اور شفیع فریب مین نہین ہو سکتا کیونکہ وہ تو جبرا بلا اختیار صاحب قبضہ کے اوپر مالک ہوتا ہے

جبراً من غير اختيار فلا يرجع على احد۔

تو وہ کسی سے قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۲۰) ويتخير الشفيع بين الاخذ اى اخذ العرصة بجميع الثمن او الترك اذا اصابت المبيع آفة سماوية كما اذا كان داراً فانهدم بناؤها لان البناء تابع للعرصة حتى تدخل فى بيعها من غير ذكر فالثمن لا يقابل الاتباع ما لم تكن مقصودة۔

(۲۲۰) جس صورت مین مبیع کو کوئی آفت سماوی پہونچ جائے تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ پورا ثمن دیکر اوس زمین کو لے یا ترک کردے مثلاً ایک مکان ہو اور اوسکی دیوارین گرجائین کیونکہ بناء زمین کے تابع ہے حتّٰے کہ صرف زمین کے بیع کرنے سے بغیر ذکر کرنے کے بناء بیع کے اندر داخل ہوجاتی ہے پس جبتک کہ توابع ایک شئے کے مقصود مستقل طور پر نہون ثمن اون کے مقابل نہین ہوتا۔

(۲۲۱) وفى التبيين هذا اذا انهدم البناء بالكلية ولم يبق له نقض لانه لو بقى منه شئ واخذه المشترى بانفساله من الارض حيث لم يكن تبعاً للارض فلابد من سقوط بعض الثمن لانه مال قائم بقى محتبساً عند المشترى فيكون له حصة من الثمن فينقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ۔

(۲۲۱) تبیین مین ہے یہ جب ہو کہ بناء بالکل منہدم ہوجائے اور انہدام کے بعد اوسکا کچھ سامان باقی نرہے کیونکہ اگر کچھ باقی رہگیا اور مشتری اوس زمین مین سے اوٹھا کرلے گیا تو زمین کے تابع نہوگا اور کچھ ثمن کا اوسکے بدلہ مین ضرور ساقط ہوجانا چاہیے کیونکہ وہ ایک مال قائم ہے اور مشتری کے پاس محتبس رہا ہے تو لامحالہ ایک ثمن کا حصہ اوس کے مقابلہ مین بھی ہوگا اور عقد کے وقت مکان کی قیمت پر ثمن منقسم ہوگا اور لینے کے دن اوس مکان کی اینٹون وغیرہ پر منقسم ہوگا۔

(۲۲۲) وان نقضها اى الدار المشترى يخير الشفيع بين اخذ العرصة بالحصة اى بحصتها من الثمن والترك لان التابع صار مقصوداً بالاتلاف فيقابله شئ من الثمن۔

(۲۲۲) اگر مشتری نے اوس مکان کو گرایا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اوس صحن کو بحصہ رسدی ثمن دیکر لیلے یا چھوڑ دے کیونکہ تلف کردینے سے تابع بھی مقصود ہوگیا اور کچھ ثمن اوس کے مقابل ہوجائے گا۔

(۲۲۳) ولا ياخذ الشفيع النقض بكسر النون وهو المنقوض لانه صار مفصولا

(۲۲۳) اون اشیاء کو جو مکان کے منہدم ہوجانے سے نکلے ہین شفیع نہین لے سکتا کیونکہ وہ اب ایک جداگانہ

ولم یبق التبعیة ولا شفعة فی المنقول ویاخذ	شئ ہوگئی اور تبعیتہ باقی نہین رہی اور منقول کے اندر
الشفیع ثمر النخل مع الارض اذا ذکر الثمر	شفعہ نہین ہے اور زمین کے ساتھ درختون کا پھل بھی
فی البیع۔	شفیع لے سکتا ہے جبکہ بیع کے اندر ثمر کا بھی ذکر ہوا ہو
(۲۲۴) انما قیدنا به لان الثمر لا یدخل فی	(۲۲۴) ذکر کی ہم نے اس لئے قید لگائی ہو کہ نخل کے
بیع النخل من غیر ذکر و هذا استحسانا	بیع کے اندر بغیر ذکر کے اوسکا پھل داخل نہوگا اور یہ
وکان القیاس ان لا یاخذ الشفیع لانه	استحسانا ہوا ورقیاس چاہتا ہے کہ شفیع نہ لے سکے
لیس بتابع فصار کالمتاع الموضوع	کیونکہ وہ تابع مین شمار نہین کیا جاتا اور ایسا ہے
فی الارض وجه الاستحسان انه	کہ زمین مین کچھ اسباب رکھا ہو۔ استحسان کی یہ وجہ
باتصال خلقه صار تبعا للنخیل	ہے کہ اتصال خلقی کے باعث سے ایک وجہ سے
من وجه الا ان اتصاله لما کان	ثمر درخت کے لئے بمنزلہ توابع کے ہوگیا ہے۔ لیکن چونکہ
للقطع لا للبقاء صار کالزرع	اوسکا اتصال بقار کے لئے نہین ہے بلکہ قطع کرنے کے
لم یدخل فی البیع الا	لئے ہے اس لئے اوسکا حال کھیتی کا سا ہو کہ کھیتی
بالذکر۔	بدون ذکر کئے ہوئے زمین کے بیع مین داخل نہین ہوتا
(۲۲۵) وان حدث عند المشتری ای الثمر ولم یکن	(۲۲۵) اگرچہ بیع کے وقت درختون پر پھل نہ تھا
علی النخیل حین البیع ان هذه الوصل یعنی	اب مشتری کے پاس آکر اونپر پھل آگیا ہو یعنے اس
یاخذ الشفیع الثمر فی هذه الصورة ایضا	صورت مین بھی شفیع پھل لے سکتا ہو کیونکہ درختون کے
لانه صار تبعا للنخل۔	تبعیت مین پھل بھی بیع کے اندر داخل ہوگیا۔
(۲۲۶) فلو جذه ای قطع المشتری الثمر	(۲۲۶) اگر مشتری نے پھل کو کاٹ لیا بقدر پھل کے
سقط حصته ای حصة الثمر من الثمن فی	حصہ کے ثمن مین سے اوس صورت مین کم کرایا
[illegible] ای فی الثمر التی کانت عند	جاوے گا کہ مشتری کے پاس آکر پھل پیدا ہوا ہو
البائع وقت البیع ولم یکن حادثة	یعنے اوس پھل مین ثمن کم کرلیا جاوے گا کہ جو [illegible]
عند المشتری لان شیئا من	وقت بائع کے پاس پیدا ہوا ہوگا اور مشتری کے [illegible]
الثمن [illegible] لکونها	اگر پیدا ہوا ہوگا کیونکہ بسبب مبیعہ ہونے کے [illegible]
مبیعة۔	اوس کے مقابلہ مین بھی دیا گیا ہے۔
(۲۲۷) قید به لان [illegible] حادثة	(۲۲۷) یہ قید اس لئے زیادہ کی ہو کہ اگر مشتری کے پاس

عند المشتری وجدها لا یسقط حصتها من الثمن لانها لم تکن موجودة عند العقد فیأخذ الارض والنخل بجمیع الثمن۔

پھل پیدا ہوا ہو اور اوس نے اوسکو قطع کر لیا تو بعوض اوس کے ثمن مین سے کم نہ کیا جائے گا کیونکہ عند العقد اوسکا وجود نہ تھا تو زمین اور درختون کو پورے ثمن سے لے لیگا۔

(۲۲۸) ولو انهدم علو فبیع السفل لایوجبها ای ابو یوسف الشفعة تعالی ای لصاحب العلو بل یکون ... یجاور السفل۔

(۲۲۸) اور اگر بالا خانہ گر جائے بعد ازان نیچے کا مکان فروخت ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوپر والیکا شفعہ اس مکان مین نہو گا بلکہ وہ شخص شفیع ہو گا جو نیچے کے مکان کا پڑوسی ہے۔

(۲۲۹) وخالفه ای قال محمد الشفعة لصاحب العلو۔

(۲۲۹) بخلاف امام محمد رح کے کہ اونکے نزدیک اوپر والا شفیع ہو گا۔

(۲۳۰) ولو بیعت الی جانبها دار العلو والمجرور حال ای بیعت دار منضمة الی جانب عرصة السفل فطلبا ها ای صاحب العلو والسفل الشفعة فانهدم العلو والسفل قبل الاخذ یعینها ای ابو یوسف الشفعة للسافل ای صاحب السفل۔

(۲۳۰) اگر ایک مکان دو منزلہ مکان کے پہلو مین ہے جو نیچے والے مکان کے صحن سے ملا ہوا تھا فروخت ہوا اور دونون مکان والونے اوس مکان مین شفعہ چاہا اور اس سے پہلے کہ اون مین سے کوئی اوس مکان کو لیتا وہ دونون مکان گر پڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف نیچے والے کو حق شفعہ ہے دونون کو حق شفعہ نہین ہے

(۲۳۱) لا لهما یعنی قال محمد الشفعة لهما۔

(۲۳۱) امام محمد رح فرماتے ہین دونون اوس مین شفیع ہون گے۔

(۲۳۲) لابی یوسف فی المسئلتین ان حق الشفعة زال بانهدام العلو ولمحمد ان صاحب العلو له اعادة علوه اذا بنی صاحب السفل وله ان یرفع الامر الی القاضی لیأمره ببناء السفل فیبنی علیه علوه واذا کان حقه قائما استحق الشفعة فی السفل

(۲۳۲) دونون مسئلون مین امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوپر کے مکان کے گر جانے سے اوسکا حق شفعہ زائل ہو گیا۔ اور امام محمد رح فرماتے ہین کہ اوپر والے کو اپنے مکان کے بنانے کا اختیار پھر حاصل ہے اگر نیچے والا مکان بناوے اور اوسکو یہ بھی استحقاق ہے کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہونچاوے تاکہ نیچے والے کو قاضی مکان کے بنانے کا

وفی الدار المجاورة لهما وفی المحیط لو بنی السفل صاحب العلو لا یکون متبرعا فعلی صاحب السفل ان یعطیه قیمته لانه کان مضطرا الی البناء لاحیاء حقه فصار ماذونا شرعا۔

حکم کرے اور پہروہ اپنا اوپر کا مکان بنالے ۔ پس جب اوسکا حق قائم ہے تو اوسکو نیچے کے مکان مین بہی حق شفعہ ہے اور اوس مکان مین بہی جو اون دونون کے جوار مین واقع ہوا ہے محیط مین مذکور ہے کہ اگر اوپر والے نے نیچے کا مکان اپنے پاس سے بنوادیا تو وہ اوسمین متبرع نہ سمجہا جائیگا بلکہ نیچے والے کو اوسکی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ اپنے احیاء حق کی غرض سے نیچے کے مکان کے بنانے کی طرف مضطر ہے اور شرعا اسبات مین وہ ماذون ہے۔

(۲۲۳)، ولو بنی احد الشریکین حماما منهدما لم یرجع علی شریکه بشئ لانه غیر مضطر فی البناء فانه یمکنه ان یرفع الامر الی القاضی حتی یقسم الساحة۔

(۲۲۳)، اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے بوسیدہ حمام کی مرمت کی تو اپنے دوسرے شریک سے وہ کچہ نہین لے سکتا کیونکہ وہ اوس کے بنانے کی طرف مضطر نہین ہے بلکہ اوسکو یہ استحقاق ہے کہ قاضی تک اس معاملہ کو پہونچا دے تاکہ قاضی اوس زمین کو تقسیم کردے ۔

(۲۲۴)، **فصل** فی الاختلاف و ما یؤخذ به المشفوع۔

(۲۲۴)، **فصل** اختلاف اور اوس چیز کے بیان مین جسکے بدلہ مین مشفوع لیا جاتا ہے یعنے ثمن ۔

(۲۲۵)، ولو قال المشتری اشتریت البناء والارض فی صفقتین یعنی قال اشتریت البناء اولا ثم اشتریت الارض بدون البناء ثانیا وقال الشفیع بل اشتریتهما معا فی صفقة واحدة والدار لی بنائها ولم یکن لهما بینة کان القول للشفیع اتفاقا لان حق الشفیع قائم والمشتری یدعی ابطاله بادعاء الصفقتین والشفیع ینکره فیکون القول له مع

(۲۲۵)، اگر مشتری نے کہا مین نے بنار اور زمین کو دو عقدون مین خریدا ہے یعنے اولا بنار کو خریدا ہے بعد ازان دوسرے بیع سے زمین کو بغیر بنار کے خریدا ہے اور شفیع نے کہا بلکہ تو نے دونون کو ایک ہی بیع سے خریدا ہے اور مکان کا مع بناء کے مین مالک ہون اور کسیکے لیے بینہ نہو تو شفیع کا قول بالاتفاق مقبول ہوگا کیونکہ شفیع کا حق تو قائم ہے اور مشتری دو عقد کے خریدنے کا دعوی کرکے اوسکا باطل کرنا چاہتا ہے اور شفیع اوسکا منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہوگا

يمينه على العلم لانه حلف على فعل الغير۔

اور اسبات کے علم پر اوس سے حلف نے لیا جائیگا کیونکہ دوسرے کے فعل پر حلف ہے۔

(۲۳۶) فان برهنا اى اقام كل منهما البينة على ما ادعاه ولا تاريخ يرجح ابو يوسف بينة المشترى لانها يثبت امرا زائدا على الشراء وهو تفريق الصفقة فكانت اولى۔

(۲۳۶) اگر ہر ایک نے اپنے دعوے پر بینہ پیش کر دیا اور دونوں بینے میں کسی کی تقدم تاریخ کی تاریخ نہیں معلوم تو امام ابو یوسف رح مشتری کے بینہ کو ترجیح دیتے ہین کیونکہ اوسکی بینہ شراء کے اوپر ایک امر زائد کے مثبت ہے یعنے تفریق صفقہ کی تو وہی مقدم ہوگی۔

(۲۳۷) لا الشفيع اى قال محمد يقضى ببينة الشفيع لان البينة للاثبات وبينة الشفيع مثبتة للاستحقاق فكانت اولى۔

(۲۳۷) امام محمد رح فرماتے ہین شفیع کے بینہ کے موافق حکم دیا جاوے گا کیونکہ بینہ اثبات کے لئے ہوتی ہے اور شفیع کے بینہ استحقاق کے مثبت ہے تو وہ مقدم ہوگی

(۲۳۸) ولو اختلفا اى المشترى والشفيع فى الثمن كان القول للمشترى مع اليمين لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل والمشترى ينكره۔

(۲۳۸) اگر مشتری اور شفیع مین ثمن کے اندر اختلاف ہوا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اوس سے حلف لے لیا جاوے گا کیونکہ شفیع کا یہ دعوی ہے کہ مین کم ثمن دیکر اس مکان کا مستحق ہون اور مشتری اسبات سے منکر ہے

(۲۳۹) فان برهنا يقدمه اى ابو يوسف برهان المشترى لانه اكثر اثباتا۔

(۲۳۹) اگر دونوں نے بینہ پیش کر دی تو امام ابو یوسف رح مشتری کے برہان کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ ایک امر زائد کو ثابت کرتی ہے۔

(۲۴۰) وقدما بينة الشفيع لانه مدع لما ذكرنا فكان بينته اولى على بينة المدعى عليه۔

(۲۴۰) صاحبین رح شفیع کے بینہ کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ مدعی ہے اور مدعی علیہ کے بینہ پر اوسکے بینہ کو تقدم ہے

(۲۴۱) وفى المحيط لو تصادق المتبايعان بعد طلب الشفيع ان البيع كان تلجئة لا يصدقان على الشفيع الا اذا كان الحال يدل عليه بان كان المنزل كثير القيمة وبيع بثمن قليل فلا شفعة۔

(۲۴۱) محیط مین مذکور ہے اگر بائع اور مشتری نے باہم شفیع کے طلب کے بعد اسبات کو مان لیا کہ یہ بیع جبرًا ہوی ہے تو شفیع کے حق مین وہ صادق نہ سمجھے جاوینگے مگر جب کہ قرینہ دلالت کرے اس بات پر کہ وہ مکان بیش قیمت ہو اور کم قیمت سے فروخت ہوا ہو تو اب اوسکا شفعہ نہ ہوگا۔

(۲۴۲) ولو ادعی المشتری ثمناً و البائع اقل منه و لم یقبض البائع الثمن اخذ الشفیع بقول البائع وجعل ای قول البائع حطاً عن المشتری من الثمن۔

(۲۴۲) اگر مشتری نے ایک ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے کم کا اور ہنوز بائع نے ثمن پر قبضہ نہین کیا ہے تو بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع بیع کو لے لیگا اور بائع کے قول کے موافق مشتری سے ثمن کی کمی کردی جاویگی۔

(۲۴۳) فان قبض البائع الثمن فیقول المشتری ای یاخذ الشفیع بقول المشتری لان البائع صار کالاجنبی ولا یلتفت الی قوله فبقی الخلاف بین المشتری والشفیع وقد سبق بیانه۔

(۲۴۳) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے تو بموجب قول مشتری کے ثمن دیکر شفیع بیع کو لے سکتا ہے کیونکہ بائع اوسوقت مین اجنبی کے مانند ہے اور اوسکے قول کا اعتبار نہ ہوگا تو اب صرف شفیع اور مشتری مین اختلاف رہا اور اوسکا بیان ہو ہی چکا۔

(۲۴۴) ولو حط البائع عن المشتری بعض الثمن یسقط عن الشفیع

(۲۴۴) اگر بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کی کمی کردی تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفیع سے بھی ثمن مین کمی کردی جاویگی۔

(۲۴۵) وقال الشافعی لا یسقط بل علی الشفیع الثمن المسمی۔

(۲۴۵) امام شافعی رح فرماتے ہین شفیع سے ثمن کم نہ کیا جاوے گا بلکہ اوسپر وہی ثمن جو مقرر ہے دینا لازم ہوجائیگا

(۲۴۶) وهذا الخلاف فرع الخلاف فی ان الحط لا یلتحق عنده باصل العقد بل هو هبة اخری للمشتری وعندنا یلتحق مرت المسئلة فی کتاب البیوع۔

(۲۴۶) اس اختلاف کی بناء اس امر پر ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک یہ کم کردینا اصل عقد کے ساتھ نہ ملایا جائیگا بلکہ وہ مشتری کے لئے دوسرا ہبہ ہو اور ہمارے نزدیک ملایا جائے گا کتاب البیوع مین یہ مسئلہ ہوچکا ہے۔

(۲۴۷) اذا الکل ای لو حط البائع کل الثمن لم یسقط ولا یلحق ذلک باصل العقد اتفاقاً لانه لو لحق صار بیعاً بلا ثمن وانه باطل۔

(۲۴۷) اگر بائع نے پورا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع سے ساقط نہ ہوگا اور بالاتفاق اصل عقد کے ساتھ ملحق سمجھا جائے گا کیونکہ اگر بیع کے ساتھ ملحق کیا جائے تو بلا ثمن کے بیع ہوجاویگی اور یہ باطل ہے۔

(۲۴۸) او زاد فیه ای فی الثمن المشتری لم یلزم الشفیع فیاخذ ...

(۲۴۸) مشتری نے ثمن مین کچھ زیادتی کردی تو شفیع کو وہ زیادتی دینی نہ ہوگی اور اول ثمن سے

بالثمن الاول لان فی اعتبار الزيادة اضرارا للشفيع۔

وہ مبیع کو لے لیگا کیونکہ اس زیادتی کا شفیع کے حق مین اعتبار کرنے سے شفیع کو ضرر پہونچتا ہے۔

۲۴۹، وان کان الثمن عرضا او عقارا اخذ بالقيمة ای بقيمة الثمن۔

(۲۴۹)، اگر ثمن کچھ اسباب یا کوئی زمین قرار پائی ہو تو مشتری اوس ثمن کی قیمت دیکر مبیع کو لیلے۔

۲۵۰، وفی الجامع لو وجد البائع الثمن العرض معيبا فرضی به ياخذ الشفيع بقيمته سليما۔

(۲۵۰)، اگر بائع نے اوس شیٔ کو جو ثمن قرار پائی تھی کچھ عیب دار پایا اور وہ اوس کے لے لینے پر راضی ہوگیا تو شفیع مبیع کو وہ قیمت دیکر لیلیگا جو اوس شیٔ کے سلامتی کی حالت مین ہوتی ہوگی۔

۲۵۱، او مکيلا او موزونا فبالمثل ای فياخذ بمثله كما فی الاتلاف۔

(۲۵۱)، اگر کیلی یا موزون چیز ثمن قرار پائی ہو تو اوسکی مثل دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا جس طرح تلف کردینے کی صورت مین مثل دینا آتا ہے۔

۲۵۲، او مؤجلا ای ان کان الثمن مؤجلا فان شاء الشفيع صبر الی انقضاء الاجل ثم ياخذها وهذا الانتظار ليس فی طلب الشفعة لانه علی الفور بل فی اخذها والا ای ان لم يشأ الشفيع الصبر اخذ بثمن حال

(۲۵۲)، اگر ثمن مؤجل قرار پایا ہو تو اگر شفیع چاہے اوس مدت گذرنے تک صبر کرے بعد ازان شفعہ کرے اور یہ انتظار طلب شفعہ مین نہین ہے کیونکہ طلب فوراً ہی چاہیئے بلکہ اوسکے لینے مین انتظار رہے۔

۲۵۳، لكن البائع لم يرجع علی المشتری بالثمن المؤجل لان شرط التاجيل بينهما لم يبطل۔

(۲۵۳)، اگر صبر نہ کرسکے اوسی وقت ثمن دیکر لیلے لیکن بائع مشتری سے اوس ثمن مؤجل کے طلب اسوقت نہ کرے کیونکہ تاجیل کی شرط جو اونکی مابین ہوئی تھی وہ باطل نہین ہوئی ہے۔

۲۵۴، وفی المحيط ان استحق الثمن بعد اخذ الشفيع الشفعة ينظر ان كان اخذها بالقضاء يرد المشفوعة علی البائع لانه تبين انه لم يكن له حق الشفعة لكون الشراء فاسدا فلا ينفذ قضاؤه بالملك

(۲۵۴)، محیط مین مذکور ہے اگر شفیع کے شفعہ لے لینے کے بعد اصل ثمن مین جو مشتری نے دیا تھا کسی کا استحقاق نکل آیا تو اب دیکھا جائے گا کہ اگر بحکم قاضی شفعہ لیا ہو تو وہ شیٔ مشفوعہ بائع پر رد کردے جائیگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اوسکو حق شفعہ نہ تھا اسلئے کہ وہ شرا فاسد تھی اور قاضی کا حکم بالملک نافذ نہ سمجھا جائے گا کیونکہ

لوقوعه خطاءً وان كان اخذها بغير قضاء لا يردها بل يرد قيمتها للبائع لانه وجد التراضي بالتملك والتمليك فجعل بيعا مستانفا۔

وہ بطور خطاکے اوس سے واقع ہوا ہے۔ اور اگر بدون حکم قاضی کے شفیع نے مبیع کو لیا ہے تو اصل مبیع کو واپس نہ کرے گا بلکہ بائع کو اوسکی قیمت دیدے گا کیونکہ تملک اور تملیک کے ساتھ دونوں کی رضامندی ثابت ہو گئی ہو اب یہ از سرنو ایک دوسری بیع شمار کیجائیگی۔

(۲۵۵)، ومنعوه منه اى من الاخذ مع التاجيل اى لا ياخذ الشفيع بثمن مؤجل عندنا

(۲۵۵)، ہمارے ائمہ کے نزدیک ثمن مؤجل کی صورتمین ثمن مؤجل سے شفیع نہین لے سکتا۔

(۲۵۶)، وقال مالك ياخذ به لان الاجل وصف للثمن فياخذه به كما في الزيوف ولنا ان الاجل ليس بوصف للثمن ولهذا لا يثبت بلا شرط۔

(۲۵۶)، امام مالک رح فرماتے ہین لے سکتا ہی کیونکہ اجل بھی ایک ثمن کا وصف ہو اور اُس سے شفیع برابر لے لیگا جسطرح اگر کھوٹے روپیہ سے مشتری خریدتا تو شفیع بھی کھوٹے ہی سے لے سکتا ہتا ہم کہتے ہین اجل ثمن کا وصف نہین ہی اسی واسطے بدون شرط کئے ہوئے اجل ثابت نہین ہوتی۔

(۲۵۷)، اوخمرا وخنزيرا اى اذا كان الثمن خمرا اوخنزيرا وهما اى البائع والمشترى ذميان فبالمثل فيها اى ياخذ الشفيع بالمثل في الخمر لانها من ذوات الامثال وبالقيمة فيما اى في الخنزير لانه من القيمي

(۲۵۷)، اگر شراب یا خنزیر ثمن قرار پایا ہی اور بائع اور مشتری دونوں ذمی ہین تو شراب کا مثل اور خنزیر کی قیمت دیکر شفیع لے سکتا ہی کیونکہ شراب ذوات الامثال سے ہے اور خنزیر ذوات القیم سے ہے۔

(۲۵۸)، اوالشفيع مسلم وهو معطوف على المقدر بعد قوله وهما ذميان وهو والشفيع ذمي فبالقيمة فيهما اى ان كان الشفيع مسلما ياخذ بالقيمة في الخمر والخنزير لان تسليم عين الخمر للمسلم ممتنع فالتحقت في حقه بغير المثلي حتى لا يتملك عين الخمر ولان الخمر مثلي والمثلي في المثليات قيمته لا يكون قائما مقام العين والله اعلم

(۲۵۸)، بائع اور مشتری ذمی ہین اور شفیع مسلمان ہے تو دونوں مین اوسکو قیمت ہی دینی آئیگی کیونکہ مسلمان کے لئے مسلمان کو شراب دینا حرام ہی تو اوسکے حق مین شراب بھی غیر مثلی ہے شمار کیجائیگی جتنے کہ مسلمان شراب کا مالک نہین ہو سکتا اور ذمی کو اس لئے شراب دینی پڑیگی کہ وہ مثلی ہے اور جتنے ذوات الامثال ہین اونمین کسی کی قیمت اوس کے عین کے قائم مقام نہین ہو سکتی ہی واللہ تعالی اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشفعة

(۱) الشفعة حق شرع نظرا لمن كان شريكا او جارا عند البيع۔

(۱) شفعہ ایک شرعی حق کا نام ہے جو بیع کے وقت شریک یا ہمسایہ کا لحاظ کرکے مقرر کیا گیا ہے۔

(۲) تثبت فی العقار بالبیع۔

(۲) کسی عقار کی بیع کرنے سے اوسمین شفع ثابت ہوجاتا ہے

(۳) وتتاکد بالطلب وتملك بالقضاء او بالتسلیم

(۳) طلب کرنے کے بعد شفعہ مستحکم ہوجاتا ہے اور شفیع کو ملکیت اوسوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ قاضی حکم دیدے یا خود بائع یا مشتری مبیع کو شفیع کے قبضہ مین دیدے۔

* * * * *

(۴) اما البیع الذی یثبت بالشفعة هو الجائز الذی یزیل ملك البائع۔

(۴) شفعہ اوس بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے جو شرعا صحیح ہو اور جس سے بائع کی ملکیت زائل ہوجائے۔

(۵) فان کان فی البیع خیار فان کان الخیار للمشتری کان فیه الشفعة وان کان الخیار للبائع او لهما جمیعا فلا شفعة فیه مالم یسقط الخیار۔

(۵) اگر بیع کے [illegible] مشتری کو اختیار حاصل ہے تو اوسمین حق شفعہ ثابت ہوجاتا ہے اور اگر صرف بائع کو یا دونون کو اختیار رہے تو شفعہ نہین ہے جب تک کہ وہ اختیار ساقط نہ ہووے۔

(٦) وخيار الرؤية والعيب لا يمنع ثبوت الشفعة

(٦) خیار رویت اور خیار عیب حق شفعہ کا مانع نہین ہے۔

(٧) ولا شفعة في البيع الفاسد وان اتصل به القبض لم يبطل حق البائع في الاسترداد۔

(٧) بیع فاسد مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ بیع مشتری کے قبضہ مین پہونچ جاوی جبتک کہ واپسی کا حق باطل نہو۔

(٨) ولا شفعة فيما يملك بغير بدل او ببدل ليس بمال نحو الميراث والهبة والنكاح والاجارة بان جعل الدار اجرا او بدل الخلع بان اختلعت المرأة من زوجها على دار۔

(٨) اگر ایک مکان بلا عوض یا ایسے عوض سے جو مال نہین ہے ایک شخص کو ملے تو شفعہ ثابت نہوگا مثلا اگر ورثہ مین یا بذریعہ ہبہ یا نکاح کے ایک مکان ملا یا کرایہ مین ایک مکان ٹھیرالیا یا ایک مکان دیکر عورت نے اپنے خاوند سے خلع کیا تو بہر حال ایسے مکان مین شفعہ نہین ہوسکتا۔

(٩) ولا شفعة في عقار ملك بالصلح عن القصاص في النفس او فيما دون النفس۔

(٩) اگر بعوض قتل کے یا بعوض زخم کے ایک مکان یا زمین لیکر صلح کر لی تو اوسمین بھی شفعہ نہین ہے۔

(١٠) ولو وهب دارا بشرط العوض فلا شفعة فيها ما لم يتقابضا فاذا تقابضا وجبت الشفعة فيأخذ الشفيع الدار بمثل العوض ان كان العوض مثليا وان لم يكن فبقيمته۔

(١٠) اگر بشرط عوض ایک مکان ہبہ کیا اور ہنوز واہب اور موہوب لہ نے بدلین پر قبضہ نہین کیا ہے تو اوسوقت تک اوس مکان مین شفعہ نہین ہوسکتا البتہ قبضہ کر لینے کے بعد شفعہ جاری ہوگا اور شفیع اوس مکان کو اگر ہبہ کا عوض مثلی ہے تب تو مثل دیکر ورنہ قیمت دیکر لے سکتا ہے۔

(١١) وان كان الهبة بغير شرط العوض ثم عوضه بعد الهبة فلا شفعة فيها۔

(١١) اگر ایک مکان کسی کے لئے ہبہ کیا اور ہبہ مین عوض لینا شرط نہین کیا مگر ہبہ کے بعد خود موہوب لہ نے واہب کو اوسکے بدلے مین کچھ مال دیدیا تو مکان مین شفعہ نہین ہوسکے گا۔

(١٢) ولو بيعت الدار بثمن مؤجل ان اراد الشفيع ان يأخذ الدار

(١٢) ایک مکان فروخت ہوا اور کچھ مدت کے بعد اوسکی قیمت ادا کرنی قرار پائی اب شفیع اگر یہ بات

في الحال بالثمن المؤجل لم يكن له ذلك ويكون له الخيار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء ينتظر حلول الاجل فاذا حل ياخذها بالثمن الحال وان اراد الانتظار الى حلول الاجل وقد كان طلب طلب المواثبة فانه يطلب بطلب الاشهاد فان لم يطلب وانتظر حلول الاجل بطلت شفعته وكذا لو بيعت الدار على ان المشتري بالخيار ولم يطلب الشفيع طلب الاشهاد بطلت شفعته

(١٣) والمسلم والكافر والكبير والصغير والذكر والانثى في الشفعة لهم وعليهم سواء وكذا العبد الماذون والمكاتب ومعتق البعض

(١٤) والخصم عن الصبيان في الشفعة لهم وعليهم اباءهم واوصياء الاباء عند عدمهم والاجداد من قبل الاب عند عدمهم فان لم تكن فاوصياء الاجداد فان لم تكن فالامام والحاكم يقيم لهم من ينوب عنهم في الخصومة والطلب۔

(١٥) فالشفعة على عدد الرؤس عندنا قلت الانصباء او كثرت

(١٦) ومن باع دارا وهو شفيعها

چاہیے کہ فی الحال اوس مکان کو لیلے اور قیمت اوسیقدر مدت مین ادا کرے تو اوسکو یہ مجاز نہین ہے بلکہ اوسکو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو اوسی وقت قیمت دیکر مکان کو لیلے یا اوس مدت تک توقف کرے اور جب وہ دن آجاوے تو اوسیوقت قیمت ادا کرے اور مکان کو لیلے۔ ایسی صورت مین اگر شفیع کو اوس مدت معینہ تک انتظار کرنا منظور ہے اور وہ طلب مواثبت کر چکا ہے تو اوس پر اسی عرصہ مین طلب اشہاد کرنا بھی ضروری ہے اگر طلب اشہاد اوسنے نہین کی اور مدت کے پورا ہونیکا منتظر رہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بیع اندر مشتری کو اختیار شرط کیا گیا اور شفیع نے طلب اشہاد نہین کی شفعہ باطل ہو جائیگا

(١٣) شفعہ کے لینے اور شفعہ کے دینے مین مسلمان و کافر بالغ و نابالغ مرد و عورت سب برابر ہین اور شفعہ کے اندر جو آزاد کا حال ہے وہی اوس غلام کا حال ہے جس کا کچھ حصہ آزاد کردیا گیا ہو یا وہ ماذون یا مکاتب ہو۔

(١٤) نابالغ سے شفعہ لینے یا اوسکو شفعہ دینے مین اوسکا باپ نہ باپ کا وصی وصی بھی نہ ہو تو دادا۔ دادا بھی نہ ہو تو دادا کا وصی۔ ورنہ نابالغ کی طرف سے امام پیرو کار رہوگا اور قاضی امام کی طرف سے کسی کو قائم مقام کردے گا جو اوس کا پیرو کار ہوگا اور شفعہ کا مطالبہ کرے گا کیونکہ قاضی کو ولایت عامہ ہے۔

(١٥) اگر ایک مکان مین کئی شخص شریک ہین تو حنفیہ کے نزدیک سب کو حق شفعہ برابر حاصل ہوگا اگرچہ اونکے حصے برابر ہون یا کم و بیش ہون۔

(١٦) ایک شخص نے ایک مکان خواہ اپنی طرف سے یا کسی

بدار له اخری فلا شفعة له فيها باعها لنفسه او كان وكيلا في البيع او قيما او وصيا۔

دوسرے کی طرف سے بذریعہ وکالت یا وصیت یا تولیت کے فروخت کیا اور اس مکان سے بائع کا ایک ذاتی مکان ملا ہوا ہے تو اب یہ بائع اس فروخت شدہ مکان میں شفعہ نہیں کرسکتا۔

(۱۷) ولو اشترى الاب دارا لولده الصغير وهو شفيعها كان له ان ياخذها لنفسه عندنا۔

(۱۷) اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے ایک ایسا مکان خریدا جسمیں خود اس شخص کو حق شفعہ ہے تو حنفیہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر چاہے تو اپنے لئے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۱۸) ولو اشترى الوصي لليتيم دارا لا يملك اخذها لنفسه بالشفعة۔

(۱۸) اگر ایک نابالغ کے لئے وصی نے (یعنے جسکو اوسکا باپ وصیت کر گیا ہے) ایک مکان خریدا جسمیں اوس وصی کو بھی حق شفعہ تھا تو اب وصی کا شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۱۹) ولو اشترى الاب دار النفسه وولده الصغير شفيعها ليس للصبي اذا بلغ ان ياخذها بالشفعة۔

(۱۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان اپنے لئے خریدا اور اوس کے نابالغ لڑکے کو اوس مکان میں حق شفعہ تھا تو بالغ ہونیکے بعد وہ نابالغ اس مکان میں شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا

(۲۰) ولو باع الاب داره وولده الصغير شفيعها كان للصبي ان ياخذها بالشفعة اذا بلغ۔

(۲۰) ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اس مکان میں حق شفعہ تھا تو وہ نابالغ لڑکا بالغ ہونیکے بعد شفعہ کا دعوی کرکے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۲۱) ولو باع المضارب دارا من المضاربة ورب المال شفيعها لا شفعة له فيها ولو باع المضارب دار الغير المضاربة كان لرب المال ان ياخذها بالشفعة بدار من المضاربة ويكون له خاصة

(۲۱) اگر دو شخص ملکر تجارت کرتے ہیں ایک کا مال ہے اور ایک کی محنت قرار پائی ہے اور اسی تجارت میں اس دوسرے شخص نے جو خرید فروخت کرتا ہے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو حق شفعہ تھا تو اب شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا اور اگر اس تجارت سے علیحدہ اوس شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو بذریعہ ایک مکان کے جو اس تجارت کا مکان ہے حق شفعہ تھا تو یہ پہلا شریک خاص اپنے لئے بلا شرکت دوسرے شریک کے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۲۲) ولو باع رب المال دار اله خاصة والمضارب شفيعها بدار من المضاربة فان كان فيها ربح فله ان ياخذها لنفسه بالشفعة وان لم يكن فيها ربح فلا ياخذ۔

(۲۲) اور اگر پہلے شریک نے (یعنے جسکا مال ہے) اپنا ایک ذاتی مکان فروخت کیا اور دوسرے شریک کو بذریعہ تجارت کے ایک مکان کے حق شفعہ تھا تو اوسمیں دو صورتیں ہیں اگر وہ مکان نفع سے ملتا ہے تب تو وہ خاص اپنے لئے بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اور اگر اوسکے لینے میں نقصان ہے تو نہیں لے سکتا۔

(۲۳) واذا بیعت الدار بجنب دار مشترکۃ بین رجلین کان لکل واحد من الشریکین فیہا الشفعۃ ولتسلیم احدہما الشفعۃ یصح فی حق نفسہ دون صاحبہ۔

(۲۳) ایک مکان مین دو شخص شریک ہین اس مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا تو ان دونون مین سے ہر شخص کو حق شفعہ ہے اور اگر ایک شخص نے بالفرض شفعہ کا دعوی نہ کیا تو اوسیکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور دوسرے کا بدستور قائم رہیگا۔

(۲۴) ولو باع الرجل دارا وعبدہ الماذون شفیعہا فان کان علی العبد دین فلہ الشفعۃ وان لم یکن فلا شفعۃ لہ۔

(۲۴) ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمین اسکے غلام ماذون کو شفعہ تھا تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام کسیکا قرضدار ہے تب تو شفعہ کر سکتا ہے ورنہ نہین کر سکتا۔

(۲۵) ولو باع العبد الماذون دارا والمولی شفیعہا فان لم یکن علی العبد دین فلا شفعۃ للمولی وان کان علیہ دین فلمولاہ الشفعۃ۔

(۲۵) اگر غلام ماذون نے ایک مکان فروخت کیا جسمین اوسکے مالک کا شفعہ ہے تو اوسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام مقروض نہین ہے تو مالک کا شفعہ نہوگا اور اگر کسیکا مقروض ہو رہا ہے تو اوسکے مالک کو شفعہ ہے۔

(۲۶) فلو باع المولی دارا ومکاتبہ شفیعہا کان لہ الشفعۃ وان باع المکاتب ومولاہ شفیعہا کان لہ الشفعۃ ایضا۔

(۲۶) اگر مالک نے ایک مکان فروخت کیا جسمین غلام مکاتب کا شفعہ ہے تو وہ مکاتب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے اور اگر اوس مکاتب نے ایک مکان فروخت کیا اور مالک کا اوسمین شفعہ ہے تو مالک بھی دعوی کر سکتا ہے۔

(۲۷) ولو مات الشفیع لا یکون لورثتہ الشفعۃ

(۲۷) شفیع کے مر جانیکے بعد اوسکے وارثون کو حق شفعہ نہین رہتا

(۲۸) وان مات البائع والمشتری والشفیع حی کان لہ الشفعۃ۔

(۲۸) اگر بائع اور مشتری مر جائین تو شفیع کو بدستور حق شفعہ باقی رہتا ہے۔

طلب شفعہ کا بیان

(۲۹) طلب الشفعۃ ثلث طلب المواثبۃ وطلب الاشہاد وطلب التملک

(۲۹) طلب شفعہ کی تین قسمین ہین طلب مواثبت اور طلب اشہاد اور طلب تملک انمین سے اپنے اپنے موقع پر اگر ایک طلب بھی نہو گی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۰) اما طلب المواثبۃ فوقتہ فور علم

(۳۰) طلب مواثبت اوس طلب کو کہتے ہین جو بیع کا

الشفیع بالبیع۔

حال معلوم ہونے سے فوراً اوسیوقت طلب کیجاوے۔

(٣١) ان اخبره بالبیع رجلان اورجل وامرأتان او رجل عدل فسکت هنیة ولم یطلب الشفعة بطلت شفعته۔

(٣١) اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت یا صرف ایک پرہیزگار مرد نے شفیع کے پاس آکر بیان کیا کہ فلان شخص نے فلان مکان فروخت کیا ہے اور یہ سنکر کچہ دیر تک شفیع خاموش رہا اور شفعہ کو طلب نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(٣٢) وان اخبره بالبیع رجل واحد غیر عدل او امرأة او عبد او صبی ولم یطلب الشفعة لا یبطل شفعته فی قول ابی حنیفة رح وفی قول صاحبیه رح تبطل لان الشرط هو الطلب فور العلم بالبیع وعندهما الاعلام یحصل بخبر الواحد عدلا کان اولم یکن حرا کان او عبدا صبیا کان او بالغا وعند ابی حنیفة رح یشترط للعلم احد شطری الشهادة وهو العدد او العدالة وقد مر هذا فی البکر اذا زوجت واخبرت بالنکاح وسکتت۔

(٣٢) اگر ایک مرد نے جو پرہیزگار نہین ہے یا عورت نے یا غلام نے یا نابالغ لڑکے نے شفیع کے سامنے مکان کے فروخت ہونے کا حال بیان کیا اور شفیع نے شفعہ کو طلب نہ کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین بیع کا حال معلوم ہوتے ہی فوراً طلب کرنا شرط ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ایک شخص کے خبر دینے سے علم حاصل ہو جاتا ہے پرہیزگار ہو یا نہو آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک علم کے لئے شہادت کی دو شرطون مین سے کسی نہ کسی کا ہونا ضروری ہے یعنے اگر ایک مرد ہے تو اوسکا پرہیزگار ہونا ضروری ہے ورنہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا ہونا لازم ہے یہی اختلاف سابقا اوس صورت مین بیان ہو چکا ہے کہ باکرہ کو اپنے نکاح کی خبر پہونچی اور اوسنے کچہ جواب نہ دیا۔

(٣٣) وروی هشام عن محمد رح انه یشترط الطلب فی مجلس العلم فان طلب فی المجلس صح وان قام عن مجلسه قبل الطلب بطلت شفعته وبه اخذ الکرخی رح قال وهذا بمنزلة خیار المخیرة والامر بالید وقبول البیع وذلک یبقی الی ان یوجد الاعراض

(٣٣) ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین اوسی جلسہ مین شفعہ کا طلب کرنا شرط ہے جس جلسہ مین شفیع کو بیع کا حال معلوم ہو اخیر جلسہ تک ہی اگر شفیع نے شفعہ کو طلب کر لیا تو بہی کچہ حرج نہین ہے اور اگر ہنوز شفعہ کو طلب نہین کیا تہا کہ اوس جلسہ سے علحدہ ہو گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ طلب شفعہ کا حال بیع کے قبول کرنے یا عورت کو

\+ + + + +

\+ + + + +

طلاق کا اختیار حاصل کرنے کے مانند ہے اور یہ اختیارات اوسوقت تک باقی رہتے ہین جب تک اعراض نپایا جاوے

(۳۴) وفی ظاهر الروایة یشترط الطلب فور العلم۔

(۳۴) امام صاحب رحمہ سے ظاہر روایت یہی ہو کہ بیع کی خبر ملتی ہے فوراً طلب شفعہ کرنا ضروری ہے۔

(۳۵) واختلفوا فی لفظ هذا الطلب قال بعضهم یقول طلبت الشفعة وانا طالبها اطلبها وقال بعضهم یطلب بلفظ الماضی او المستقبل ولا یجمع بینهما وقال بعضهم یقول اطلب الشفعة آخذها ولا یقول طلبت الشفعة واخذتها فان قال ذلك بطلت شفعته لان ذلك کذب محض قال بعضهم لا یقول اطلب الشفعة واخذها لان ذلك عدة قال وقوله طلبت الشفعة واخذتها یذکر للحال عرفا کقوله بعت واشتریت۔

(۳۵) اس بات مین اختلاف ہو کہ طلب مواثبت کن الفاظ سے کرنا چاہئے بعض کے نزدیک اسطرح کہنا چاہئے کہ مین شفعہ کو طلب کر چکا ہون اور اوسکا طالب ہون اور طلب کرونگا اور بعض کے نزدیک صرف ماضی یا مستقبل کے لفظ سے طلب کرنا چاہیے اور ایسا نکیا جائے کہ ایک لفظ ماضی کا ہو اور ایک مستقبل کا ہو اور بعض کے نزدیک یہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کو طلب کرونگا اور شفعہ کو لونگا یہ نہ کہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کر لیا اور شفعہ کو لے لیا اگر اسطرح کہیگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اوسکا یہ کہنا محض جھوٹ ہے بعض کہتے ہین شفیع کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کی درخواست کرونگا اور شفعہ کو لے لونگا کیونکہ یہ ایک قسم کا وعدہ ہو اور انہین بعض نے بیان کیا ہو کہ (مین نے شفعہ کے طلب کر لئے اور شفعہ کو لے لیا) عرف کے اعتبار سے حال کے لئے آتا ہے جسطرح خرید فروخت مین بائع مشتری کا یہ کہنا کہ مین نے خریدا اور مین نے فروخت کیا۔

\+ + + + + +

\+ + + + + +

(۳۶) والصحیح انه اذا طلب بای لفظ طلب بالماضی او المستقبل یصح طلبه وهو اختیار ابی جعفر والفقیه ابی اللیث والشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رح۔

(۳۶) صحیح قول یہ ہو کہ جسطرح چاہے شفیع شفعہ کی طلب کرے اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا خواہ ماضی سے ہو یا مستقبل سے۔ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحہ نے اسی قول کو پسند کیا ہو۔

(۳۷) وحکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رح لو ان قرویا قال شفعة

(۳۷) شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحہ سے مروی ہے کہ شفیع اگر ایک گنوار آدمی ہے اور بیع کی خبر سنکر شفعہ شفعہ

شفعة كان طالبا وكذا لو قال (شفعه مراست بخواستم ويافتم)۔

کہنے لگا تو شرعاً وہ طالب سمجھا جائیگا اسی طرح اگر ایک شخص کہے کہ (شفعہ مراست بخواستم ویافتم) تو یہ شخص بھی طالب سمجھا جائے گا۔

(٣٨) وقال بعضهم لو قال الشفيع الشفعة لي اطلبها واخذها بطلت شفعته لان قوله لي لغو لا يحتاج اليه۔

(٣٨) بعض کا قول ہے اگر شفیع نے یہ کہا کہ شفعہ میرا ہے میں اسکو طلب کرونگا اور لیلونگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ میرا ہے کا لفظ اس موقع پر بیکار ہے گویا اوسنے طلب کرنے سے پہلے دوسرا کلام کیا۔

(٣٩) وعن بعض المشائخ رح اذا قال الشفيع للمشتري حين لقيه انا شفيعك اخذ منك الدار بالشفعة تبطل شفعته كما لو قال للمشتري حين لقيه كيف اصبحت او كيف امسيت۔

(٣٩) بعض مشائخ سے مروی ہے اگر شفیع نے ملاقات کیوقت مشتری سے یہ بات کہی کہ میں تیرا شفیع ہوں بذریعہ شفعہ کے تجھسے مکان کو لیلونگا اوسکا شفعہ باطل ہو جاویگا جسطرح مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہنے سے کہ آج تمہارا کیا حال ہے یا آپ کا مزاج کیسا ہے شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(٤٠) وذكر الناطفي رح اذا علم الشفيع بالبيع فقال الحمد لله قد ادعيت شفعتها او قال سبحان الله لا تبطل شفعته وكذا لو قال للمشتري حين لقيه السلام عليك ورحمة الله وبركاته طلبت الشفعة او قال كيف اصبحت او كيف امسيت او قال الله اكبر او عطس صاحبه فشمته ثم طلب الشفعة هو طلبه ولو ساله شيئا من الحوائج ثم طلب تبطل شفعته وقال الناطفي رح على قياس قوله سبحان الله او كيف اصبحت او كيف امسيت اذا قال للمشتري حين لقيه او قال اطال الله بقاءك ثم طلب الشفعة لا تبطل شفعته وعن الشيخ الامام ابي بكر محمد بن الفضل رح اذا

(٤٠) ناطفی رح نے بیان کیا ہے۔ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے کہا الحمد للہ میں نے اوسمیں شفعہ کا دعوی کیا یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر مشتری سے ملاقات کیوقت کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے شفعہ طلب کیا ہے یا اوس کے مزاج پرسی کے بعد طلب شفعہ کا ذکر کیا یا اللہ اکبر کہا یا یا کسی کے چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کہکر شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر مشتری سے ملاقات کے وقت اپنی کسی اور ضرورت کا ذکر کیا بعد ازاں شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ناطفی رح نے انہیں الفاظ پر قیاس کرکے بیان کیا ہے کہ اگر شفیع ملاقات کیوقت مشتری کے لئے یہ دعا دے کہ خدا تعالی تیری عمر دراز کرے بعد ازاں شفعہ کو طلب کرے تو شفعہ

اشترى دارا فلقيه شفيعها والمشتري واقف مع ابنه فسلم الشفيع على ابنه قبل ان يطلب الشفعة تبطل شفعته وان سلم على المشتري لا تبطل شفعته قال لان الشفيع محتاج الى الكلام مع المشتري فكان محتاجا الى السلام عليه لان الكلام قبل السلام مكروه

باطل نہیں ہوگا شیخ امام ابوبکر بن فضل سے مروی ہے کہ اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع سے اوسکی ملاقات ہوئی اوسوقت مشتری کے ہمراہ مشتری کا بیٹا بھی تھا شفیع نے مشتری کے بیٹے سے طلب شفعہ کرنے سے پہلے سلام علیک کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر مشتری سے سلام علیک کی تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفیع کو مشتری کے ساتھ گفتگو کی ضرورت درپیش ہے لہذا گفتگو سے پیشتر سلام بھی ضروری ہے کیونکہ سلام علیک سے پہلے [illegible]

۔کذا فی الظہیریہ

(۱۴) ولو قال الشفيع للمشتري «شفاعت خواهم» قالوا تبطل شفعته لان هذا اللفظ طلب الشفاعة لا طلب الشفعة۔

(۱۴) اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین «شفاعت» چاہتا ہون تو فقہا کے نزدیک شفعہ باطل ہو جاوے گا کیونکہ اس لفظ مین شفاعت کی طلب ہے شفعہ کی طلب نہین ہے۔

(۲۴) رجلان ورثا عن ابيهما اجمة واحد الوارثين بعينه لم يعلم بان له فيها نصيبا فبيعت اجمة اخرى بجنب هذه الاجمة فلم يطلب هو الشفعة فلما علم ان له فيها نصيبا فطلب الشفعة في الاجمة المبيعة قالوا تبطل شفعته لان شرط تاكد الشفعة طلب المواثبة عند العلم بالبيع فاذا لم يطلب والجهل ليس بعذر فلا يبقى له الشفعة۔

(۲۴) اگر دو شخصون کو اپنے باپ کے ورثہ مین ایک جھیل ملی مگر اون دونون مین سے صرف ایک شخص اس بات سے لاعلم ہو کہ میرا اسمین حصہ ہے یا نہین اس عرصہ مین ایک اور جھیل اس جھیل کے قریب فروخت ہوئی اور اس لاعلم نے اس دوسرے جھیل مین شفعہ کا دعوی نہ کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ میرا بھی اس جھیل مین حصہ ہے پھر اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تو فقہا کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا اسواسطے کہ بیع کے علم کے ساتھ طلب مواثبت کرنا اثبات شفعہ کے لئے شرط ہے اور اس شخص نے طلب مواثبت نہین کی لہذا اسکا شفعہ باقی نہین رہیگا اور بسبب اپنی لاعلمی کے معذور نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

(۳۴) شفيع ظن ان مشتري الدار فلان فسكت ولم يطلب الشفعة فاذا علم ان المشتري غير فلان كان له الشفعة۔

(۳۴) ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے گمان کیا کہ زید نے وہ مکان خریدا ہے اور اپنے گمان کے موافق وہ خاموش ہو رہا اور شفعہ کو طلب نہین کیا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ عمرو نے وہ مکان خریدا ہے تو شفیع بدستور شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے۔

(۴۴) وقال بعضهم اذ اتوهم الشفيع ان المشترى فلان فسكت ثم علم ان المشترى غيره فطلب لا يصح طلبه۔

(۴۴) بعض کا قول ہے اگر شفیع کو شبہہ ہوا کہ فلان شخص نے یہ مکان خریدا ہے اور صرف شبہہ کی بنا پر وہ خاموش ہو رہا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ مشتری اور شخص ہے پھر اوس نے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا۔

(۴۵) ولو قيل للشفيع بيعت دار كذا فقال من اشتراها او قال [illegible] اشتراها فلما اخبر [illegible] قال طلبت الشفعة [illegible]۔

(۴۵) اگر شفیع سے کسی شخص نے آکر بیان کیا کہ فلان مکان فروخت ہوگیا اور سکے جواب مین شفیع نے کہا کہ کسنے خریدا ہے یا کس قیمت پر فروخت ہوا ہے پھر مشتری کا نام یا قیمت کا حال سنکر شفیع نے کہا مین نے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا۔

(۴۶) وكذا لو قيل للشفيع بيعت دار كذا بالف درهم فسكت ثم علم انها بيعت بخمسمائة درهم كان له الشفعة۔

(۴۶) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ پر فروخت ہوگیا یہ سنکر شفیع نے سکوت کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ پانچ سو روپیہ پر فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا۔

(۴۷) دار بيعت بجنب دار رجل والجار يزعم ان رقبة الدار المبيعة له ويخاف انه لو ادعى رقبتها تبطل شفعته لان مالك الدار لا يكون شفيعا وان ادعى الشفعة لا يمكنه دعوى الدار انها له ماذا يصنع حتى لا يبطل شفعته قالوا يقول هذه الدار دارى وانا ادعى رقبتها فان وصلت اليها والا فانا على شفعتى منها لان هذه الجملة كلام واحد فلم يتحقق السكوت عن طلب الشفعة۔

(۴۷) ایک شخص کے مکان کے متصل کسی کا مکان فروخت ہوا اور اوس ہمسایہ کو گمان ہے کہ فروخت شدہ مکان میری ملک ہے اور اوسکو خوف ہے کہ اگر مین نفس اس مکان کا دعوی کرتا ہون تب تو شفعہ باطل ہوتا ہے کیونکہ مالک شفیع نہین ہوسکتا اور اگر شفعہ کا دعوی کرتا ہون تو مکان کا دعوی نہین کرسکتا تو ایسے وقت مین اوسکو کیا کرنا چاہیے فقہاء کہتے ہین اوس شخص کو ایسی صورت مین یہ کہنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہے اور مین اوس مکان کا مدعی ہون اگر اسطرح سے یہ مکان مجکو ملجاوے تب تو فبہا ورنہ مین اوسمین شفیع ہون۔ کیونکہ یہ سب ایک ہی کلام ہے پس طلب شفعہ سے سکوت نپایا گیا۔

* * * * * * * * *

(٤٨) صغيرة ادركت وثبت لها خيار البلوغ والشفعة ان قالت طلبت الشفعة واخترت نفسي اوقالت اخترت نفسي وطلبت الشفعة صح الاول وبطل الثاني فان قالت طلبت حقين الشفعة والخيار صح كلاهما۔

(٤٨) ایک نابالغ لڑکی کو جبکہ وہ بالغ ہوئی تو اوسکو خیار بلوغ اور شفعہ کا اختیار ثابت ہوا اور اسکی تین صورتین ہین اگر اوسنے کہا کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا اور اپنی جان کا اختیار لیا تب تو صرف شفعہ ثابت ہوگا اور اگر کہا مین نے اپنی جان کا اختیار لیا اور شفعہ کو طلب کیا تو اوس کو صرف اپنی ذات کا اختیار حاصل ہوگا اور شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر یہ کہا کہ مین نے دونون حق طلب کئے میرا شفعہ بھی ہو اور مجکو اختیار بھی ہو تو دونون حق ثابت ہوجائینگے

(٤٩) اذا سمع الشفيع بيع الدار فسكت قالوا لا يبطل شفعته مالم يعلم المشتري الثمن كالبكر اذا استومرت فسكتت ثم علمت ان الاب زوجها من فلان فردت صح ردها۔

(٤٩) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان فروخت ہوگیا ہے اور اسنے سکوت کر لیا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا جب تک اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ مشتری کون ہے اور قیمت کیا ہے اسیطرح اگر باکرہ لڑکی سے نکاح کے بارے مین مشورہ لیا گیا اور وہ خاموش ہوگئی بعدہ معلوم ہوا کہ میرے باپ نے فلان شخص سے میرا نکاح کیا ہے اور اوسنے نکاح کو رد کردیا تو اوس کا رد کرنا صحیح ہوگا۔

(٥٠) رجل اشترى دارا وقال للشفيع اشتريتها لنفسي فسلم الشفيع الشفعة اوسكت ثم ظهر انه اشتراها لغيره قال محمد رح تبطل شفعته وقال ابوحنيفة رح لا تبطل وعليه الفتوى۔

(٥٠) ایک شخص نے کوئی مکان خریدا اور شفیع سے کہا مین نے اپنے لیے یہ مکان خریدا ہے اسپر شفیع نے شفعہ کا دعوی نہ کیا بلکہ خاموش ہو رہا پھر معلوم ہوا کسی اور شخص کے لئے یہ مکان خریدا ہے تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک باطل نہوگا اور فتوی اسی قول پر ہے۔

(٥١) رجل صلى الظهر ثم شرع في الركعتين بعد الفرض فاخبر بالبيع فجعلها اربعا روى هشام عن محمد رح انه لا تبطل شفعته ولو جعلها

(٥١) ایک شخص نے ظہر کی نماز ادا کرکے دو رکعت نماز پڑھنا شروع کیا اسی اثنا مین اوسکو کسی نے بیع کی خبر دی اور اس شخص نے بجاے دو رکعت کے دو رکعت اور اسمین ملادین تو امام محمد رح سے بواسطہ

ستا بطلت شفعته ولو كان في الاربع قبل الظهر فاخبر بالبيع فاتمها اربعا لا تبطل شفعته وذكر الناطقي رح اذا اعلم بالبيع وهو في التطوع فجعلها اربعا او ستا لا تبطل شفعته والصحيح انه اذا جعلها اربعا لا تبطل ولو جعلها ستا تبطل ولو افتتح الاربع بعد الجمعة لا تبطل شفعته وان صلى اكثر من اربع بطلت شفعته وكذا لو افتتح الركعتين بعد الظهر لا تبطل شفعته۔

ہشام کے مروی ہے کہ اسکا شفعہ باطل ہوگا اور اگر اون دو نون مین چار رکعت اور ملا کر پڑہین تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر ظہر سے پہلے چار سنت پڑھ رہا تہا او بیع کی خبر سنکر چار رکعت اوسنے پوری کر لین تو شفعہ باطل نہوگا اور ناطقی رح نے بیان کیا ہے اگر نماز نفل پڑہنے مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اُسنے چار یا چہہ رکعت پوری کر لین تو شفعہ باطل نہین ہوگا مگر صحیح یہ ہے کہ چار پوری کرنے سے باطل نہوگا اور چہہ پورے کرنے سے باطل ہوجاوے گا اور اگر جمعہ کے بعد چار رکعت شروع کردی ہین تو انکے پورے کرنے سے بہی شفعہ باطل نہوگا مگر چار سے زیادہ پڑہنے سے باطل ہوجاویگا اسیطرح ظہر کے بعد دو رکعتون کے شروع کرنے سے شفعہ باطل نہوگا۔

(٥٢) ولو افتتح التطوع بعد طلب المواثبة قبل طلب الاشهاد تبطل شفعته

(٥٢) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد سے پہلے اگر ایک شخص نے نماز نفل شروع کردی تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(٥٣) وبعد ما طلب الشفعه طلب المواثبة فور علمه بالبيع يحتاج الى طلب الاشهاد وانما يسمى الثاني طلب الاشهاد لا لان الشهادة شرط بل ليمكنه اثبات الطلب عند جحود الخصم۔

(٥٣) طلب مواثبت کے بعد شفیع کے لئے طلب اشہاد ضروری ہے اور اسکا نام طلب اشہاد اسوجہ سے نہین ہے کہ اسمین شہادت شرط ہے بلکہ اسواسطے ہے کہ مخاصمت کے وقت طلب شفعہ کو ثابت کرسکتا ہے

(٥٤) فان كان الشفيع حاضرا في مجلس البيع فطلب الشفعة بحضرة البائع او المشتري كفاه ذلك عن الطلب الثاني۔

(٥٤) بیع کی جگہ اگر شفیع خود موجود تہا اور بائع مشتری کے روبرو اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو پہر دوبارہ اوسکو طلب اشہاد کی ضرورت نہین ہے۔

(٥٥) وان لم يكن كذلك فذهب الى البائع او الى الدار لطلب الاشهاد فالمسئلة على وجوه۔

(٥٥) اگر خرید و فروخت کی جگہ شفیع موجود نہین تہا تو اوسوقت مین طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد کرنا چاہیے مگر اسکی صورتین مختلف ہین

(۵۶) ، ان كان البائع و المشتري و الشفيع و الدار في مصر واحد و الدار في يد البائع فالى يهم ذهب الشفيع وطلب الشفعة صح طلبه ولا يعتبر فيه الاقرب ولا الابعد لان المصر مع تباعد الاطراف لمكان واحد الا ان يجتاز على الاقرب و لم يطلب الشفعة فحينئذ تبطل شفعته۔

(۵۶) ، اگر بائع اور مشتری اور شفیع اور مکان یہ چارون ایک ہی شہر مین ہین اور مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین ہو تو ایسی صورت مین شفیع کو اختیار ہوگا کہ تینون مین سے کسی کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے اور اس بات کا کچھ اعتبار نہوگا کہ تینون مین سے کون قریب اور کون بعید ہی اسواسطے کہ شہر کو باوجود بعد اطراف کے ایک مقام کا حکم ہے مگر جس صورت مین بالفرض قریب پر شفیع کا گذر ہو اور بغیر طلب کئے وہ آگے چلدیا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۵۷) ، و ان كان البائع و المشتري و الدار في مصر احد و الشفيع في بلدة اخرى فالى يهم ذهب الشفيع الى البائع و الدار في يد البائع او الى المشتري او الى الدار و طلب الشفعة صح طلبه۔

(۵۷) ، اگر بائع اور مشتری اور مکان سب ایک ہی شہر مین ہین تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین ہی تو اوسوقت بائع کے پاس ورنہ مشتری یا مکان کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے۔

(۵۸) ، و ان كان الشفيع في موضع الدار و البائع و المشتري في السواد او كان الشفيع مع احد المتبايعين في مصر واحد و احد المتبايعين و الدار في غير المصر فقصد الشفيع الابعد لطلب الشفعة و ترك الاقرب اليه بطلت شفعته۔

(۵۸) ، اگر شفیع اوسی شہر مین ہو جس جگہ مکان ہے اور بائع اور مشتری اوس شہر سے باہر ہین یا بائع اور مشتری مین سے ایک شخص ایک شہر مین شفیع کے ساتھ ہو اور دوسرا شخص مکان کے ساتھ ہو اس حالت مین شفیع اگر قریب کو چھوڑ کر طلب شفعہ کے لئے بعید کیطرف گیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا

(۵۹) ، و ان كان البائع سلم الدار الى المشتري فان طلب الشفيع من المشتري و اشهد صح طلبه و كذا لو لم يكن الدار في يد المشتري و طلب الشفيع من المشتري صح طلبه۔

(۵۹) ، اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا اور شفیع نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور کسی کو گواہ کردیا تو اوس کا طلب کرنا صحیح ہوگا اسی طرح اگر ہنوز مشتری کا قبضہ نہین ہوا ہے اور شفیع نے مشتری سے شفعہ طلب کیا تو بھی اوس کا طلب کرنا صحیح ہے۔

اگر شفیع و دار در یک شہر باشند

۶۰، وان طالب من البائع واشهد انکان الدار فی ید البائع صح طلبه والا فلا ویصیر کانه لم یطلب

۶۰ اگر شفیع نے بایع سے شفعہ طلب کیا اور اوسپر کسیکو گواہ کر دیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تب تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہے ورنہ وہ طلب کرنا صحیح نہوگا اور کالعدم سمجھا جائیگا۔

* * * * * * *

۶۱، وصورة طلب الاشهاد ان یقول الشفیع للمشتری حین یلقیه اطلب منك الشفعة فی دار اشتریتها من فلان التی احد حدودها کذا والثانی کذا والثالث کذا والرابع کذا وانا شفیعها بالجوار بدار احد حدودها کذا والثانی کذا والثالث کذا والرابع کذا فسلمها الی ولابد ان یبین انه شفیع بالشرکة او بالجوار او فی الحقوق ویبین الحدود لتصیر الدار معلومة۔

۶۱، طلب اشہاد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلا مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہی کہ تو نے جو فلان شخص سے فلان مکان جسکے چارون حدود یہ ہین خرید اہے اوسمین مین شفعہ طلب کرتا ہون اور مین اوس مکان مین بسبب ہمسائگی کے بذریعہ ایک مکان کے جسکے حدود اربع یہ ہین شفیع ہون اسواسطے وہ مکان تو مجھکو دیدے اور اس بات کا بیان کرنا اوسپر ضروری ہے کہ وہ بذریعہ شرکت کے شفعہ کرتا ہے یا بذریعہ ہمسائگی کے۔ اور حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ مکان مجہول نرہے۔

۶۲، اذا اخبر الشفیع بالبیع فی جوف اللیل فلم یقدر علی ان یخرج للاشهاد فان اشهد حین اصبح صح طلبه لانه اخر الاشهاد لعذر۔

۶۲، اگر رات کے وقت شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور طلب اشہاد کے لئے اوسوقت نجا سکا اور صبح ہوتی ہی اوسنے طلب اشہاد کی تو کچہ مضایقہ نہین ہے کیونکہ اس تاخیر مین شرعا وہ معذور سمجھا جائیگا۔

۶۳، والیهود اذا اخبر بالبیع یوم السبت فلم یطلب الشفعة بطلت شفعته لانه غیر معذور فی التاخیر وکذا لوکان الشفیع فی عسکر اهل الخوارج او اهل البغی فخاف علی نفسه ان یدخل فی عسکر اهل العدل فلم یطلب بطلت شفعته لانه غیر معذور۔

۶۳، اگر ہفتہ کے روز ایک یہودی کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ غیر معذور ہے اسیطرح اگر شفیع حوارج یا باغیون کے لشکر مین ہے اور اہل حق کے لشکر مین آنے سے اوسنے اپنی جان کا خوف کیا اور طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ معذور نہین ہے۔

(۶۴) ولو كانت الشفعة بالجوار وخاف الشفيع انه لو طلب الشفعة بالجوار عند قاض لا يرى الشفعة بالجوار يبطل شفعته فلم يطلب كان على شفعته۔

(۶۴) شفعہ بالجوار کی صورتمین اگر شفیع کو خوف ہے کہ مین نے اس قاضی کے پاس جو شافعی المذہب ہے اور شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہی اگر شفعہ طلب کیا تو میرا شفعہ باطل ہو جائیگا اس خوف سے اس شخص نے قاضی کے پاس شفعہ کو طلب نہین کیا تو شفعہ باطل نہو گا۔

(۶۵) ولو علم الشفيع بالبيع وهو فى طريق مكة فطلب طلب المواثبة ولم يقدر على طلب الاشهاد فان لم يكن البائع والمشترى فى الرفقة فانه يوكل وكيلا ليطلب الشفعة فان لم يوكل ومضى فى الطريق فان وجد من يوكله بالطلب ولم يوكل تبطل شفعته وان لم يجد وكيلا ووجد فتى يكتب كتابا على يديه ويوكل بالكتاب وكيلا فان لم يفعل بطلت شفعته وان لم يجد وكيلا ولا فتى لا تبطل شفعته حتى يجد لانه معذور۔

(۶۵) اگر مکہ معظمہ کے راستہ مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت کی مگر طلب اشہاد نکرسکا اگر بائع اور مشتری سفر مین اسکے ساتھ نہین ہین تو اس شخص کو طلب شفعہ کے لیئے ایک وکیل مقرر کرنا چاہیے اور اگر وکیل مقرر نہین کیا تو اوسکی (دوصورتین) ہین اگر وکیل میسر ہوا اور مقرر نکیا تب تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل میسر نہوا تو اوس کو چاہیے کہ خط لکھوا کر بذریعہ خط کے کسی شخص کو وکیل کرلے اگر ایسا نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل بھی میسر نہوا اور خط لکھنے والا بھی میسر نہوا تو شفعہ باطل نہوگا جب تک اون دونون مین سے کوئی میسر نہ آوے کیونکہ وہ شخص معذور ہی۔

(۶۶) دار بيعت لها شفيعان احدهما حاضر فطلب الحاضر الشفعة وقضى له القاضى ثم حضر الشفيع الآخر فان الشفيع الثانى يطلب الشفعة من الشفيع الذى قضى له القاضى لان الذى قضى له القاضى قام مقام المشترى هذا اذا طلب الاول جميع الدار بالشفعة فلو انه طلب

(۶۶) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص اوسکے شفیع ہین جنمین سے ایک حاضر اور ایک غائب ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اوسکے لئے شفعہ کا حکم کردیا بعد ازان دوسرا شفیع حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو شفیع اول سے طلب شفعہ کرنا چاہیے جس کے لئے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہی کیونکہ شفیع اول اسوقت مین بمنزلہ مشتری کے ہوگیا تھا ہر

نصف الدار ظنا منه انه لا يستحق الا النصف بطلت شفعته وكذا لو كانا حاضرين فطلب كل واحد منهما الشفعة في نصف الدار بطلت شفعتهما لان السكوت عن النصف الباقي تسليم للشفعة في النصف المسكوت فيبطل شفعته في النصف المسكوت واذا بطلت في النصف تبطل في الكل كذا ذكر في الكتاب۔

ہے کہ شفیع اول پورے مکان مین شفعہ کا دعوی کرے اور اگر شفیع نے اس گمان سے کہ مین نصف مکان کا مستحق ہون نصف مکان کا دعوی کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر دونون شفیع حاضر ہون اور ہر ایک نصف نصف مکان کا دعوی کرے تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ باقی نصف کا دعوی نکرنا اوس باقی مین شفعہ کا ترک کرنا ہو لهذا اوس نصف مین تو اس طرح باطل ہوا اور جب نصف مین باطل ہوتا ہو تو کل مین باطل ہو جاتا ہے۔

* * * * * * *

٦٧، وذكر الناطقي رح رجل اذا اشترى دارا في جنب الشفيع فجاء الشفيع وقال سلم لي نصفها بالشفعة فابى المشتري لا تبطل شفعته وهو الصحيح لان طلب تسليم النصف لا يكون تسليما للباقي وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار فسلم لي نصفها بالشفعة فاسلم لك النصف الباقي فابى المشتري لا تبطل شفعته

٦٧، ناطقی رح نے ذکر کیا ہو کہ اگر ایک شخص نے شفیع کے مکان سے ملا ہوا ایک مکان خریدا بعد ازان شفیع نے آکر اوس سے کہا بذریعہ شفعہ کے اس مکان کا نصف مجکو دیدے اور مشتری نے انکار کیا تو شفعہ باطل ہوگا یہی قول صحیح ہے اس لیے کہ نصف کا طلب کرنا باقی کا ترک کر دینا نہین ہو اسیطرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون اس لئے بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دیدے تو مین باقی نصف مکان تیرے لیے چھوڑ دونگا یہ سنکر مشتری نے انکار کیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا۔

٦٨، الوكيل بشراء الدار اذا اشترى وقبض فجاء الشفيع وطلب الشفعة من الوكيل قبل ان يسلم الوكيل الدار الى الموكل قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رحمه الله طلبه وان كان ذلك بعد ما سلم الوكيل الدار الى الموكل لا يصح طلبه ولو ان

٦٨، اگر ایک شخص کو ایک مکان خرید کرنے کے لیے وکیل کیا اور اوسنے مکان خرید کر قبضے مین لے لیا اور ہنوز موکل کے قبضے مین وہ مکان نہین دیا تھا کہ شفیع نے وکیل کے پاس آکر شفعہ کو طلب کیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کو وہ مکان تسلیم کر دیا تھا تو شفیع کا طلب کرنا صحیح نہوگا اور اگر شفیع نے وکیل کے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسکا

الشفيع سلم الشفعة للوكيل صح تسليمه سواء كانت الدار في يده او لم تكن.

یہ چھوڑنا صحیح ہو جائیگا خواہ وہ مکان اوسوقت وکیل کے قبضے مین ہو یا نہو۔

(۶۹) الوكيل بطلب الشفعة اذا سلم الشفعة للمشتري جاز عند ابي حنيفة وابي يوسف رح وهو بمنزلة تسليم الاب والجد شفعة الصغير

(۶۹) اگر ایک شخص طلب شفعہ کا وکیل تھا اور اوسنے مشتری کے لیئے شفعہ چھوڑ دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے جسطرح باپ یا دادا نابالغ کے شفعہ کو چھوڑ دے تو جائز ہوتا ہے۔

(۷۰) رجل له شفعة عند القاضي فانه يقدم القاضي الى السلطان وان كانت شفعته عند السلطان وامتنع القاضي عن احضاره كان الشفيع على شفعته لانه ترك الطلب بعذر۔

(۷۰) اگر قاضی پر ایک شخص کا شفعہ ہو تو وہ شخص قاضی کو سلطان کے پاس لیجا سکتا ہے اور اگر خود سلطان پر اوسکا شفعہ ہو اور قاضی سلطان کو حاضر نکر سکا تو شفیع اپنے شفعہ پر قائم رہیگا کیونکہ وہ طلب نکرنے مین معذور ہے۔

(۷۱) رجل اشترى لابنه الصغير دارا والاب شفيعها كان للاب ان ياخذها بالشفعة لان الاب لو اشترى مال ولده الصغير لنفسه جاز واذا اراد ان ياخذ ويطلب يقول اشتريت واخذت بالشفعة فتصير الدار له ولا يحتاج الى القضاء ولو كان مكان الاب وصي فالجواب فيه كالجواب في شراء الوصي مال اليتيم لنفسه على قول من يملك ذلك يكون الوصي بمنزلة الاب وعلى قول من لا يملك ذلك فله الشفعة ايضا لكن يقول اشتريت وطلبت الشفعة ثم يرفع الامر الى القاضي حتى ينصب القاضي

(۷۱) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور خود باپ اوسمین شفیع ہے تو یہ باپ اوس مکانکو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ باپ اگر اپنے نابالغ لڑکے کا مال خود خریدے تو جائز ہے اور جب اوسکو لینا اور طلب کرنا منظور ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے اوس مکان کو خرید لیا اور شفعہ سے لے لیا صرف یہ کہنے سے یہ مکان اوسکا ہو جائیگا اور قاضی کے کہنے کی ضرورت نہو گی اور اگر باپ کی جگہ باپ کا وصی ہو تو اوسکا حکم وصی کے مانند ہو کہ وصی یتیم کے مال کو اپنے لیئے خریدے جن لوگونکے نزدیک اوسکو یہ اختیار ہے اونکے نزدیک وصی بمنزلہ باپ کے ہو اور جنکے نزدیک یہ اختیار نہین ہو اونکے نزدیک بھی وصی کو شفعہ ہو مگر اوسکو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے یہ مکان خرید لیا اور شفعہ طلب کر لیا پھر اس امر کو قاضی کے روبرو پیش کرنا چاہیے تاکہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک متولی مقرر کرے

وصیا عن الصبی فیاخذ الوصی منہ بالشفعۃ ویسلم الوصی الثمن الی القیم ثم بعد ذلک یسلم القیم الی الوصی

جس سے یہ وصی شفعہ کا مطالبہ کرے اور اوس متولے کو ثمن ادا کرے بعد از ان یہ متولے ثمن کو اس وصی کی سپردگی مین دے۔

(۷۲)، الشفیع بالجوار اذا باع الدار التی یستحق بہا الشفعۃ الا شقصا منہا لا تبطل شفعتہ لان ما بقی یکفی للشفعۃ ابتداء نیکفی لبقائہا۔

(۷۲)، اگر شفیع بالجوار نے ایک مکان جسکے ذریعے سے شفعہ کا مستحق ہے فروخت کیا مگر اوسکا ایک حصہ رہنے دیا تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ وہ ایک حصہ خود ابتداءً شفعہ کے لیے کافی ہے پس اوسکے بقا کے لیے بھی کافی ہوگا۔

(۷۳)، الشفیع اذا باع الشفعۃ بعد ما وجبت لہ الشفعۃ لانسان او وہبہا لا تبطل شفعتہ لان حق الشفعۃ لا یحتمل التملیک بلفظ الہبۃ والبیع لانہا لم تصادف محلہا۔

(۷۳)، اگر شفیع نے شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد حق شفعہ کسی کے لیے بیع یا ہبہ کر دیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ ہبہ اور بیع کے لفظ سے حق شفعہ مین احتمال تملیک کا نہین ہے کیونکہ شفعہ ہنوز ناتمام ہے۔

* * * * * * * *

(۷۴)، الشفیع اذا ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا بالشفعۃ تبطل شفعتہ وان طلب الشفعۃ ثم ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا یسمع دعواہ لان طلب الشفعۃ اولا اقرار منہ لعدام الملک فلا یسمع دعواہ ولو تصرف المشتری فی الارض المشفوعۃ قبل ان یاخذہا الشفیع بان وہبہا من انسان وسلم او تصدق بہا او اجرہا او جعلہا مسجدا او صلی فیہا او جعلہا مقبرۃ و دفن فیہا او وقفہا وقفا مستقلا لا تبطل

(۷۴)، اگر شفیع نے دعوی کیا کہ یہ مکان مشفوعہ ذاتی میرا مکان ہے شفعہ کے ذریعہ سے نہین ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفعہ طلب کرنے کے بعد مکان مشفوعہ مین ملکیت کا دعوی کیا تو یہ دعوی مسموع نہوگا اسلیے کہ اولاً شفعہ کا طلب کرنا گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ یہ مکان میری ملک نہین ہے لہذا اوسکا دعوی غیر مسموع ہوگا اور اگر مشتری نے شفیع کے لینے سے پیشتر زمین مشفوعہ مین کسی قسم کا تصرف کیا یعنے اوسکو ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا یا صدقہ کر دیا یا کرایہ پر اوٹھا دیا یا اوسکو مسجد قرار دیکر نماز پڑھنی شروع کر دی یا مقبرہ بنا کر دفن کرنا شروع کر دیا یا ہمیشہ کے لیے اوسکو وقف کر دیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا بلکہ اوسکو مشتری کے ان تصرفات کے باطل کرنے کا اختیار

شفعة الشفيع وله ان ينقض تصرف المشتري وان باعها المشتري من غيره كان الشفيع بالخيار ان شاء اخذها بالبيع الاول وان شاء اخذها بالبيع الثاني ولو غرس المشتري فيها كرما او شجرا او بنى فيها بناء او غرس رطبة كان للشفيع ان يقلع ويأخذ الارض بالشفعة وان زرع المشتري فيها زرعا في القياس له ان يقلع ويأخذ الارض بالشفعة كما في الشجر وفي الاستحسان يتوقف الى ان يستحصد الزرع ثم يأخذ بالشفعة۔	ہو گا اور اگر اس مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ زمین مشفوعہ کو اس عرصہ میں بیع کر دیا تو شفیع کو اختیار ہو گا کہ خواہ بیع اول سے اوس زمین کو لے لے خواہ بیع ثانی سے اور اگر مشتری نے اوس زمین میں انگور کی ٹٹیاں یا اور قسم کے درخت لگائے یا ایک مکان بنا لیا یا ترکاری وغیرہ اوس میں بو دی تو شفیع کو اون سبکے اوکھاڑنے کا اختیار ہو گا اور زمین کو شفعہ سے لے سکیگا اور اگر مشتری نے صورت مذکورہ بالا میں کھیت بو دیا تو قیاس کا مقتضے یہی ہے کہ شفیع کو اوس کے اوکھاڑ ڈالنے اور بذریعہ شفعہ کے زمین کو لینے کا اختیار دیا جاوے جسطرح بڑے درختوں کے اکھاڑ ڈالنے کا اوسکو اختیار ہو مگر استحساناً کھیت کے کاٹنے تک توقف کیا جائے گا بعد ازان شفعہ سے اوس زمین کو لے سکیگا۔
(۷۵) ولو اشترى الرجل دارا وزخرفها بالنقوش بشيء كثير كان للشفيع الخيار ان شاء اخذ واعطا ما زاد وان شاء ترك	(۷۵) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور بہت کچھ لاگت لگا کر نقش و نگار سے اوسکو آراستہ کیا تو شفیع کو اختیار ہو گا کہ خواہ اوس مکان کو زر ثمن کے ساتھ سقدر لاگت بھی دیکر مکان کو لے لے خواہ ترک کر دے۔
(۷۶) وان حط البائع شيئا من الثمن كان للشفيع ان يأخذ بما وراء المحطوط ولو زاد المشتري للبائع في الثمن كان للشفيع ان يأخذها بدون الزيادة۔	(۷۶) اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری سے کچھ قیمت کم کر دی تو شفیع کو بھی اختیار ہو گا کہ اوس کم قیمت سے مکان کو لے لے اور اگر مشتری نے بائع کے لیے کچھ قیمت اضافہ کر دی تو شفیع بدون اس زیادتی کے اوس مکان کے لینے کا اختیار ہو گا۔
(۷۷) ولو تقايل البائع والمشتري لا تبطل الشفعة وكذلك لو انفسخ البيع بينهما بخيار شرط او رؤية	(۷۷) اگر بائع اور مشتری نے باہم رضامندی سے بیع کو واپس کر دیا تو شفعہ باطل نہ ہو گا اسیطرح اگر خیار شرط یا خیار رویت یا عیب کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد

[illegible]

اوالرد بالعيب بعد القبض بقضاء القاضي ولوكانت الشفعة بالجوار فباع الشفيع داره التي يستحق بها الشفعة بطلت شفعته۔	بحکم قاضی بیع فسخ ہو جائے تو بھی شفعہ نہین باطل ہوگا اور اگر شفیع بالجوار اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے وہ شفیع ہے بیچ کردے تو اوسکا شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔
(۷۸) ولو اجر الرجل دارا مدة معلومة ثم باعها قبل مضي المدة والمستاجر شفيعها قال ابو نصر رح يجوز البيع بين البائع والمشتري ولا يقدر البائع على تسليم الدار الا برضا المستاجر واجازته فان طلب المستاجر الشفعة كان طلبه اجازة للبيع فيبطل الاجارة وله الشفعة هو بخلاف ما اذا باع الدار وضمن الشفيع الدرك للمشتري اوضمن الثمن للبائع فانه لا يكون له الشفعة لان ثمه تعلق جواز البيع بضمانه فصار الشفيع بمنزلة البائع فلا يكون له الشفعة اما ههنا بيع المستاجر جائز قبل اجازة المستاجر فلا تبطل شفعته باجازته۔	(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک مدت معلوم تک اپنا مکان کرایہ پر دیا بعد ازان مدت تمام ہونے کے پہلے اوسکو فروخت کردیا اور یہی کرایہ دار اوسکا شفیع تھا تو ابو نصر رح کا قول ہے کہ یہ بیع بائع اور مشتری مین صحیح ہوجائیگی مگر کرایہ دار کی رضامندی اور اجازت کے بغیر مشتری کے قبضہ مین اوس مکان کو بائع نہ دے سکیگا اور اگر کرایہ دار نے شفعہ طلب کیا تو اوس کا طلب کرنا بیع کی اجازت دینا سمجھا جائیگا اور اجارہ باطل ہوجائیگا اور اوسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص مکان کو فروخت کرے اور شفیع مشتری کے لیے آیندہ کے لیے خرابی پیدا ہونے کا ضامن ہوجاوے یا بائع کے لیے ثمن کا ضامن ہوجاوے کہ یہان اوسکا شفعہ قائم نرہیگا اسلیے کہ اس مقام پر بیع کا جواز شفیع کے ضامن ہونے پر موقوف ہے پس وہ بمنزلہ بائع کے ہے لہذا اوسکا شفعہ نہوگا مگر اوس جگہ کرایہ دار کے بغیر اجازت کے مکان کی بیع صحیح ہے لہذا اجازت دینے سے اوسکا شفعہ باطل نہوگا
(۷۹) واذا طلب الشفيع طلب المواثبة والاشهاد وابى المشتري ان يسلم اليه الدار فانه يرفع الامر الى القاضي ويطلب منه التمليك ولا يملكها الشفيع الا بقضاء	(۷۹) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر مشتری نے شفیع کو مکان کے دینے سے انکار کیا تو اوسکو چاہیے اپنا معاملہ قاضی تک پہونچاوے اور اوس سے طلب تملیک کرے اور بغیر حکم قاضی کے شفیع اوس مکان کا مالک نہوگا۔

اورضاء حتى لو بيعت دار اخرى بجنب الدار المشفوعة ثم قضى القاضي للشفيع بالشفعة ثم دفعها اليه لايكون لهذا الشفيع ان ياخذ الدار الثانية بالشفعة لان الشفيع لم يكن جار الدار الثانية قبل قضاء القاضي وكذا لو جعل الشفيع داره التي يستحق بها الشفعة مسجدا او وقفها وقفا مستحلا او جعلها مقبرة ثم قضى له بالشفعة فانه لايكون شفيعا للدار الثانية لان قيام الملك له فيما يستحق به الشفعة شرط وقت القضاء والمسجد والوقف المستحل بمنزلة الزائل عن ملكه.

اور اگر قاضی حکم نہ دے تو باہمی رضامندی کا ہونا چاہیے حتے کہ اگر مکان مشفوعہ سے ملا ہوا کوئی اور مکان فروخت ہوا اور پھر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیکر وہ مکان مشفوعہ شفیع کو دلادیا تو شفیع اس دوسرے مکان فروخت شدہ کو شفعہ سے نہ لے سکیگا اسلیے کہ قبل از حکم قاضی یہ شفیع اوس دوسرے مکان فروخت شدہ کا ہمسایہ نہین ہے اسیطرح اگر شفیع نے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہے مسجد بنا دیا یا ہمیشہ کے لیے وقف کردیا یا اوسکو مقبرہ کردیا بعد ازان قاضی نے اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا تو یہ شفیع دوسرے مکان کا نہین شفیع نہوگا اسلیے کہ حکم قاضی کیوقت یہ بات شرط ہے کہ جسکے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا مستحق ہے اوسوقت وہ مکان شفیع کے ملک مین قائم ہو اور مسجد اور وقف دائمی کرنے سے گویا وہ مکان اوسکے ملک سے خارج ہوگیا۔

(۸۰) ولو ان الشفيع بعد طلب المواثبة والاشهاد لم يرفع الامر الى القاضي ان لم يتمكن من الرفع بمرض او حبس او منع مانع ولم يجد من يوكل بالخصومة لاتبطل شفعته وان لم يكن يرفع مع التمكن من المرافعة ذكر في الكتاب انه على شفعته ابدا وان طال الزمان قالوا هذا قول ابي حنيفة رح واختلفت الروايات عن محمد رح في رواية اذا مضى شهر

(۸۰) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر شفیع نے اپنا معاملہ قاضی تک نہ پہونچایا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر بوجہ مرض یا قید کے نہ پہونچا سکا یا کوئی مانع پیش آگیا جسکے وجہ سے شفیع کو پیروی کے لئے کوئی وکیل میسر نہوا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر باوجود قدرت کے اوسنے ایسا کیا تو کتاب مین مذکور ہے کہ وہ شخص ہمیشہ اپنے شفعہ پر قائم رہیگا اگرچہ زمانہ دراز گذر جائے فقہا کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رح سے اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین ایک روایت یہ ہے کہ اگر باوجود قدرت کے ایک مہینہ تک

ولم یرفع مع التمکن بطلت شفعتہ وفی روایۃ اذا مضی شہر وثلثۃ ایام وفی روایۃ اذا مضت ثلثۃ ایام ولم یرفع بطلت شفعتہ واختلفت الروایات فیہ عن ابی یوسف رح ایضا والفتوی علی انہ مقدر بشہر۔

اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش نکرے تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت مین ایک مہینا تین روز اور ایک روایت مین ہے کہ اگر تین روز گذر جائین اور قاضی کیطرف چارہ جوئی اپنے معاملے کی نکرے تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف سے بھی اسمین روایات مختلف ہین اور فتوی یہ ہے کہ ایک مہینے تک چارہ جوئی نکرے گا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۱) واذا رفع الامر الی القاضی فان القاضی لا یسمع دعواہ الا بحضرۃ الخصم فان کانت الدار فی ید البائع یشترط سماع الدعوی حضرۃ البائع والمشتری لان الشفیع یطلب القضاء بالملك والید جمیعا والملك للمشتری والید للبائع فیشترط حضرتہما وان کانت الدار فی ید المشتری کفاہ حضرۃ المشتری فان احضر الخصم وجاء اوان الدعوی یقول ان ہذا اشتری دارا بکذا وانا شفیعہا ویقول لہ القاضی این الدار التی ترید شفعتہا بین لی موضعہا وحدودہا لان القاضی لا یتمکن من القضاء الا بمعلوم والدار اذا لم تکن بحضرتہما لا تصیر معلومۃ الا ببیان الحدود فاذا بین الحدود یقول لہ القاضی بای سبب

(۸۱) جسوقت شفیع قاضی کے پاس اپنا مقدمہ لیجاے تو جب تک اوسکا مدعا علیہ حاضر نہوگا قاضی اوسکے دعوے کی سماعت نکرے گا اور اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تو دعوے کی سماعت کے لیے دونون بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے اس لیے کہ شفیع قاضی سے ملک اور نیز قبضہ کا حکم چاہتا ہے اور صورت مذکورہ مین ملک مشتری کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے لہذا دونون کا حاضر ہونا شرط ہے اور اگر مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور جسوقت مدعی مدعا علیہ دونون حاضر ہو جائین اور دعوی کرنے کا وقت آئے تو مدعی یعنے شفیع کو مدعا علیہ کیطرف اشارہ کرکے قاضی کے روبرو یہ کہنا چاہیے کہ اسنے ایک مکان اسقدر قیمت سے خریدا ہے اور مین اوسمین شفیع ہون اور قاضی کو یہ کہنا چاہیے کہ جس مکان مین تو شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوسکا پتا و نشان اور اوسکے حدود مجھسے بیان کر اسلیے کہ قاضی مجہول چیز پر حکم نہین دے سکتا اور مکان جسوقت کہ قاضی کے سامنے موجود نہین ہے بغیر بیان حدود کے اوسکو معلوم

تطلب الشفعة لان اسباب الشفعة مختلفة بعضها مقدم على البعض فلابد من بيان السبب۔

فصل في ترتيب الشفعاء

(۸۲) قال في الكتاب الخليط وهو الشريك في نفس البقعة احق من الشريك اراد بالشريك هو الشريك في حقوق الدار والشريك احق من الجار والجار احق من غيره وصورة هذا الترتيب منزل بين رجلين في دار مشتركة بين احد هذين الرجلين وبين رجل اخر سواهما وهذه الدار في سكة غير نافذة وعلى ظهر هذا المنزل دار لرجل اخر باب تلك الدار في سكة اخرى فباع احد الشريكين المنزل في الدار نصيبه من المنزل كان الشريك في المنزل اولى بالشفعة من غيره لانه شريك في نفس البقعة المبيعة فان سلم هو الشفعة كان الشريك في الدار اولى بالشفعة من الشركاء في السكة لانه شريك في الطريق الخاص وهو الطريق في الدار فان سلم هو فاهل السكة احق بالشفعة

نہیں ہو سکتا جب یہ شفیع مکان کے حدود وغیرہ بیان کر دے تو قاضی کو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ کس سبب سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اس لیے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہیں اور بعض بعض سے مقدم ہوتے ہیں لہذا سبب کا بیان کرنا شفیع کو ضروری ہے

ترتیب شفعہ کا بیان

(۸۲) کتاب میں بیان کیا ہے کہ خلیط یعنے نفس مکان میں شریک (شریک) مقدم ہے دوسرے شریک سے وہ شخص مراد لیا ہے جو مکان کے حقوق میں شریک ہو اور شریک جار پر مقدم ہے اور جار اور لوگوں پر مقدم ہے اور اس ترتیب کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک کمرے میں زید اور عمرو شریک ہیں اور وہ کمرہ ایک ایسے مکان میں واقع ہوا ہے جسمیں عمرو اور خالد شریک ہیں اور یہ مکان کوچہ سربستہ میں واقع ہے اور اس کمرہ کی پشت پر کسی اور شخص کا مکان ہے جس کا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے اس صورت میں زید نے اپنا حصہ جو اوس کمرے میں ہے فروخت کیا تو سب شفیعوں پر عمرو کو تقدم ہوگا اس لیے کہ وہ خاص اوس کمرہ میں شریک ہے اور جسوقت کہ عمرو اپنے شفعہ کو ترک کر دے گا تو خالد کو اور شفیعون پر تقدم ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص میں شریک ہے یعنے اوس راستہ میں جو اوس کے مکان میں پایا جاتا ہے اگر یہ شخص شفعہ کو چھوڑ دے گا تو کوچے والون کو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ راستے میں شریک ہیں اگر کوچہ والے بھی شفعہ چھوڑ دین گے تو اوسوقت جار ملاصق

لانھم شرکاء فی الطریق فان سلم اھل السکۃ کانت الشفعۃ للجار الملاصق وھو الذی علی ظھر المنزل

یعنے اوس شخص کو شفعہ ہوگا جسکا مکان اس کمرہ کی پشت پر واقع ہے۔

* * * * * * * * * * * *

(۸۳) ولا شفعۃ فی الوقف لا للقیم ولا لموقوف علیہ۔

(۸۳) اگر وقف کے مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین شفعہ نہین ہے نہ وقف کے متولی کو نہ اوس شخص کو جسکے لیے وہ مکان وقف کیا گیا ہے

(۸۴) ولا شفعۃ فی بیع الکردار وھی التی تکون فی الارض علی نھر الموالی لان الکردار نقلی ولا شفعۃ فی المنقولات۔

(۸۴) سلطان کی زمین جو کاشت کے لیے لوگوں کو دی گئی ہو اور کاشتکارون نے مکانات وغیرہ بنا لیے ہین اگر یہ مکانات وغیرہ فروخت کیے جائین تو اوسمین شفعہ نہین ہے اس لیے کہ وہ منقول ہین اور منقولات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۵) ولا شفعۃ فی الاراضی التی حازھا الامام لبیت المال وکذا الاراضی المیان دیھیۃ وھی التی یزرعھا الاکرۃ لا یجوز بیعھا۔

(۸۵) جن اراضیات کو سلطان نے بیت المال کے لیے رکھا ہو اونمین بسبب عدم جواز بیع کے شفعہ نہین ہو سکتا اور اسیطرح بیان ویہی اراضیات مین شفعہ نہین ہو سکتا کیونکہ اونکی بیع جائز نہین ہے۔

(۸۶) ولا شفعۃ فیما کبس المزارع منھا التراب۔

(۸۶) کاشتکار نے سلطان کی زمین مین جو بھراؤ ڈالا ہے اوسمین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۷) ویجوز بیع الکردار اذا کان معلوما ولا شفعۃ فیھا لما قلنا۔

(۸۷) عملے کی بیع درست ہے بشرطیکہ مجہول نہو مگر اوس مین شفعہ نہین ہے اس واسطے کہ وہ منقول ہے۔

(۸۸) رجل اوصی بغلۃ دارہ لرجل وبرقبتھا للآخر فبیعت دار بجنب ھذہ الدار کانت الشفعۃ للموصی لہ بالرقبۃ۔

(۸۸) ایک شخص نے اپنے ایک مکان کے بابت یہ وصیت کی کہ سکے آمدنی زید کو دیجائے اور خود یہ مکان عمرو کو دیا جائے پھر اس مکان کے پہلو مین کسی کا مکان فروخت ہوا تو عمرو کو اوسمین حق شفعہ ہوگا زید کو نہو گا۔

(۸۹) رجل اخذ ارضا مزارعۃ وزرع فیھا فلما صار الزرع بقلا اشتری المزارع الارض مع نصیبہ

(۸۹) ایک شخص نے کسی سے کاشت پر ایک زمین لی اور اوسمین کھیت بویا جب یہ کھیت جم نکلا تو کاشتکار نے اس زمین کو مع اوس حصے کے جو زمیندار کا اوس کھیتی مین

رب الارض من الزرع ثم جاء الشفیع فله الشفعة فی الارض و فی نصف الزرع الا انه لا یاخذ بالشفعة حتی یدرك الزرع لان نصف الارض مشغول بنصیب المزارع

تھا خرید لیا بعد ازان شفیع آکر موجود ہوا تو اوس زمین مین اور زمیندار کے حصے مین اوس کا شفعہ ہے مگر جب تک کھیتی پک کر تیار نہو جائیگی شفیع اوس کو نہ لے سکیگا اسواسطے کہ نصف زمین کاشتکار کے حصے مین گِری ہوئی ہے۔

۹۰، دار فیها ثلث بیوت بیت فی اول الدار ثم البیت الثانی بجنب هذا البیت ثم البیت الثالث بجنب الثانی کل بیت لرجل واحد باع واحد منهم بیته ان کان طریق البیوت فی الدار کانت الشفعة للباقیین بحکم الشرکة فی الطریق وان کان ابواب البیوت فی سکة واحدة نافذة لا فی الدار فان بیع البیت الاوسط فالشفعة لصاحب الاعلی والاسفل هما سواء لانهما جاران متلازقان احدهما علی الیمین والاخر علی الیسار وان بیع البیت الاعلی کانت الشفعة لصاحب الاوسط لا غیر لانه جار وان بیع البیت الاسفل کانت الشفعة لصاحب الاوسط لانه جار ملازق۔

۹۰، ایک احاطہ مین تین مکان ہین جنمین سے ایک مکان احاطہ کے شروع مین اور دوسرا اس مکان کے پہلو مین اور تیسرا مکان اس دوسرے مکان کے پہلو مین واقع ہے اور یہ تینون مکان تین شخصون کے ہین جنمین سے ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا تو اون مکانات کو دیکھا جائیگا اگر انکا راستہ اسی احاطہ مین ہے تب تو شرکت راستے کے سبب سے دو باقی مکان والون کا شفعہ ہوگا اور اگر ان مکانات کے دروازے احاطہ مین نہین ہین بلکہ ایک کوچہ مین نکلتے ہین جو سربستہ نہین ہے اگر ان تینون مکانات مین سے درمیان کا مکان فروخت ہوا تو داہنے اور بائین والے کو برابر حق شفعہ ہوگا کیونکہ وہ دونون جار ملازق ہین ایک اس طرف سے ایک اوس طرف سے اور اگر اخیر کا مکان فروخت ہوا تو صرف درمیان والے کو شفعہ ہوگا کیونکہ جار وہی ہے اور اگر شروع کا مکان فروخت ہوا تو فقط درمیان والے کو شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہی اوس کا جار متصل ہے۔

۹۱، سکة غیر نافذة فیها سکة اخری غیر نافذة بیعت فی السکة

۹۱، ایک کوچہ سربستہ مین دوسرا کوچہ سربستہ واقع ہے اور اس پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف

السفلی دار کانت الشفعة لاهل السکة السفلی لان لهم شرکة فی الطریق الخاص وهی السکة السفلی ولو بیعت فی السکة العلیا دار کانت الشفعة لاصحاب السکتین جمیعا لاستوائهم فی الشرکة فی الطریق۔

اسی کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ سب اس کوچہ کے طریق خاص مین شریک ہین اور اگر دوسرے کوچہ مین مکان فروخت ہوا تو دونون کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ دونون کوچہ والون کو راستہ مین برابر شرکت ہے۔

* * * * * * * * * *

(۹۲) وکذلك نهر خاص شق منه نهر آخر فبیع ارض علی النهر الصغری کانت الشفعة لاصحاب النهر الصغری ولو بیع ارض علی النهر الاول کانت الشفعة لاصحاب النهرین جمیعا۔

(۹۲) اسیطرح اگر ایک نہر خاص مین سے دوسری ایک چھوٹی نہر نکالی گئی ہے اور اس چھوٹی نہر پر کوئی زمین فروخت ہوئی تو اوسی نہر والون کو شفعہ ہوگا بڑی نہر والونکو نہوگا اور اگر بڑی نہر پر ایک زمین فروخت ہوئی تو دونون نہر والون کو حق شفعہ ہوگا۔

(۹۳) دار بیعت ولها بابان فی سکتین فانکانت هذه الدار فی القدیم دارین باب احدهما فی سکة غیر نافذة وباب الاخری فی السکة الاخری مثلها فاشتراها رجل ورفع الحائط بین الدارین حتی صارتا دارا واحدة فلاهل کل سکة ان یاخذ الجانب الذی کان بابه فی تلك السکة وانکانت هذه الدار المبیعة فی الاصل واحدة ولها بابان کانت الشفعة لاهل السکتین فی جمیع الدار بالسویة انما یعتبر فی هذه القدیم

(۹۳) ایک مکان فروخت ہوا جسکے دو دروازے ہین اور ہر ایک دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ مکان ہمیشہ سے دو مکان تھے جنمین سے ایک کا دروازہ ایک کوچہ سربستہ مین اور دوسرے کا دروازہ دوسرے کوچہ سربستہ مین واقع تھا اور اب کسی شخص نے اوسکو خرید کر دونون مکان کے درمیان کی دیوار گرا کر اوسکو ایک مکان کرلیا ہے تو ہر کوچہ والیکو اسبات کا استحقاق ہوگا کہ مکان کے جس جانب کو دروازہ اس کوچہ مین ہے صرف اوسی جانب کو یہ کوچہ والا بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر یہ مکان فروخت شدہ اصل مین ایک مکان تھا جسکے دو دروازے تھے تو دونون کوچہ والونکو پورے مکان مین برابر حق شفعہ ہوگا بہرحال مکان کی اصل حالت کا لحاظ کیا جائیگا حالت موجودہ کا

دون الحادث۔

لحاظ کیا جایگا۔

(٩٤) وكذلك سكة غير نافذة رفع حائطها الى الطريق الاعظم حتى صارت نافذة بيع فيها دار كانت الشفعة لاهل السكة بالسوية لان هذه السكة وان جعلت نافذة لم تكن نافذة في القديم ولهم ان يسدوا الطريق وكذلك حين رفع الحائط لو قالوا جعلناها طريقا له وللعامة لان لهم ان يسدوا ويجعلوها كما كانت۔

(٩٤) اسیطرح اگر کوچہ سربستہ کی دیوار جو شارع عام کیطرف تھی گرا دیگئی اور اب وہ سربستہ نرہا اگر اس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو ان کوچہ والون کو برابر حق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ کوچہ اگرچہ اسوقت مین سربستہ نہین ہے مگر قدیم سے وہ سربستہ تہا اور اب بہی اونکو راستہ بند کرنے کا اختیار ہے اسیطرح اگر دیوار گرجانیکے بعد کوچہ والے یہ بات کہدین کہ ہم نے اوس کو شارع عام کر دیا اوسوقت بہی اونکو برابر حق شفعہ ہوگا اسلیے کہ وہ پہر اوس کوچہ کو بند کر سکتے ہین۔

* * * * * * *

(٩٥) سكة في اقصاها دار طريق هذه الدار في سكة نافذة بيع هذه الدار فان كان طريق الدار طريقا للعامة وليس لاهل السكة ان يمنعوهم فلا شفعة لاهل السكة انما الشفعة تكون لجار الدار وان كان طريق هذه الدار خاصة ولاهل السكة ان يمنعوا العامة عن الدخول في سكتهم كانت الشفعة لاهل السكة وكذلك سائر السكك التي كانت في الخطة النافذة لا شفعة لهم فان احدثوا النفاذ فلهم الشفعة۔

(٩٥) ایک کوچہ کے انتہا پر ایک مکان واقع ہے جسکا راستہ غیر سربستہ کوچہ مین ہے اب یہ مکان فروخت ہوا پس اگر اس مکان کے راستہ کو تمام لوگ آتے جاتے ہین اور کوچہ والو نکو لوگونکے منع کرنیکا اختیار نہین ہے تو ان کوچہ والون کو شفعہ نہین ہے بلکہ صرف ہمسایہ کو شفعہ ہے اور اگر اوس مکان کا راستہ خاص ہے اور کوچہ والونکو بہی یہ اختیار حاصل ہے کہ لوگونکو اپنے کوچہ مین نہ آنے دین تو اُسوقت مین ان کوچہ والونکو شفعہ ہوگا اسیطرح تمام کوچون کا حال ہے کہ جو کوچہ شاہی سڑک مین ہے تب تو اونکا شفعہ نہین ہے اور جس کوچہ سربستہ مین لوگون نے راستہ نکال لیا ہے اوسمین اونکا شفعہ ہے۔

* * * * * * *

۹۶، سكة غير نافذة اقصاها مسجد وطرف من اطراف المسجد الى الطريق الاعظم فهى سكة نافذة وان كانت جوانب المسجد كلها بيوت الناس كانت الشفعة لاهل السكة وهذا اذا كان المسجد خطة فان لم يكن خطة وانما احدثه اهل السكة وجبت لهم الشفعة وكذلك حكم السكك التى فى اقصاها الوادى ببخارا فهى سكة نافذة لانهم يخرجون الى الوادى والوادى بمنزلة الطريق۔

۹۶، ایک کوچہ سربستہ کی انتہا پر مسجد بنی ہوی ہے اور مسجد کے ایک طرف شارع عام کی جانب ہی تو وہ کوچہ سربستہ نہ سمجھا جائیگا اور اگر مسجد کے تمام جوانب مین لوگونکی گہرین تو کوچہ والونکو شفعہ ہوگا مگر یہ اوسوقت ہے کہ وہ مسجد شاہی ہو اور اگر شاہی مسجد نہین ہے بلکہ کوچہ والون نے بنالی ہے تو اونکا شفعہ ثابت ہوگا اسیطرح بخارا کے اون کوچون کا حکم ہے جو جنگل کیطرف نکلتے ہین کہ وہ جنگل بمنزلہ سڑک کے سمجھا جائے گا اور یہ کوچے سربستہ نہین ہین۔

۹۷، علو لرجل وسفل لآخر و طريق العلو فى السكة العليا لا فى السفلى باع صاحب السفل سفله كان لصاحب العلو ان يأخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فكانا جارين ولو انه طلب الشفعة فانهدم العلو قبل ان يأخذ وكان العلو منهدما حين بيع السفل كان لصاحب العلو ان يأخذ السفل بالشفعة فى قول محمد رح لان له حق التعلى على العلو فيأخذه بذلك وقال ابو يوسف رح اذا انهدم العلو فلا شفعة له۔

۹۷، ایک دو منزلہ مکان ہے جسمین سے نیچے کا درجہ ایک شخص کا او۔ اوپر کا درجہ دوسرے شخص کا ہے اور اوپر والے کا راستہ نیچے کے مکانمین نہین ہی بلکہ شارع عام کیطرف ہی اگر اس صورت مین نیچے والا اپنا مکان فروخت کرے تو اوپر والے کا اوسمین شفعہ ہی اسلیئے کہ نیچے کے درجہ کو اوپر کے درجے سے اتصال ہی لہذا انمین سے ہر ایک دوسرے کا جار ہی اور اگر اوپر والے نے شفعہ کا دعوی کیا مگر ہنوز نیچے کا مکان بذریعہ شفعہ کے اوسکو نملا تہا کہ اوپر کا مکان گر پڑا یا جسوقت نیچے کا مکان فروخت ہوا ہی اوسوقت اوپر کا مکان گرا ہوا تہا تا امام محمد رح کے نزدیک اس صورتین بہی نیچے کے مکانکو شفعہ سے لیسکتا ہی اس لیئے اوسکو اوپر بنانیکا حق بہی حاصل ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اوپر کا مکان گر جائے تو پہر اوسکو شفعہ نہین ہوتا۔

(۹۸) وصاحب السفل بشفعة العلو احق من الجار في قول ابي حنيفة رح اذا لم يكن للجار شركة في الطريق۔

(۹۸) امام صاحب کے نزدیک نیچے والا اوپر والے کے شفعہ مین جار پر مقدم ہے بشرطیکہ جار کو راستہ مین شرکت نہو۔

(۹۹) والشركة بالخشبة التي تكون على حائط الغير وله حق وضع الخشبة لا غير يكون جارا ولا يكون شريكا۔

(۹۹) اگر ایک شخص کی کڑی دوسرے کی دیوار پر رکھی ہوی ہو اور اوس دیوار مین بجز اسبات کے کہ وہ کڑی کو رکھ لے کوئی اوسکا حق نہین ہو تو یہ شخص جار ہوگا شریک نہوگا۔

(۱۰۰) سكة مستطيلة غير نافذة ينشعب منها زائغة مستطيلة غير نافذة بيعت دار من الزائغة كانت الشفعة لاهل الزائغة لشركتهم في طريق خاص۔

(۱۰۰) اگر ایک دراز کوچہ سربستہ ہو جس مین ایک دراز خم سربستہ نکلتا ہے اس خم مین اگر کوئی مکان فروخت ہو تو صرف خم والون کو شفعہ ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہین۔

(۱۰۱) وان بيعت دار من السكة العليا كانت الشفعة لاهل السكة والزائغة جميعا لاستوائهم في المرور في السكة العليا۔

(۱۰۱) اگر صورت مذکورہ بالا مین اوس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو سب لوگون کو اوسمین شفعہ ہوگا کوچہ والون کو بھی اور خم والون کو بھی اسواسطے کہ یہ سب لوگ اوس کوچہ کے اندر آمد و رفت کرنے مین برابر ہین۔

(۱۰۲) وكذلك نهر لقوم تنشعب منه ساقية لقوم باع رجل من اهل الساقية ارضا شربه من الساقية كانت الشفعة لاهل الساقية۔

(۱۰۲) اسیطرح اگر چند لوگون کی ایک نہر ہو جسمین سے ایک چھوٹی نہر دوسرے لوگونکے لیے نکلی ہو اور چھوٹی نہر والون مین سے ایک شخص نے اپنا کھیت فروخت کیا جسکی آب پاشی چھوٹی نہر سے ہوتی ہو تو صرف چھوٹی نہر والون کو اوسمین شفعہ ہوگا

(۱۰۳) وان بيع ارض على النهر الاول كانت الشفعة لاهل النهر والساقية جميعا۔

(۱۰۳) اگر صورت مذکورہ بالا مین بڑی نہر کی کوئی زمین فروخت ہوئی تو بڑی نہر والون کو اور نیز چھوٹی نہر والون کو شفعہ ہوگا۔

(۱۰۴) قراح في وسط ساقية جارية شرب القراح من الساقية من

(۱۰۴) اگر ایک جاری نہر ہے اور اوسکے وسط مین ایک باغ واقع ہو جسکی آب پاشی دونون طرف سے اسی نہر سے ہوتی ہو

الجانبين فبيع القراح فجاء شفيعان لهذا القراح احدهما على يمين الساقية والآخر على شمال الساقية كانت الشفعة لهما جميعا لان الساقية من القراح وكانت من اجزاء القراح فكل واحد منهما يكون جارا للقراح

اب یہ باغ فروخت ہوا اور دو شخص اوسمین شفیع ہین ایک نہر کے داہنی طرف سے ایک بائین طرف سے تو اون دونونکا شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ نہر باغ مین جاتی ہے اور باغ کا جزء ہے لہذا اون دونون مین سے ہر شخص باغکا جار ہوگا۔

(١٠٥) رجل له دار فيها مقاصير باع منها مقصورة معينة او طائفة معلومة وللدار جار على جانب واحد منها كان لهذا الجار الشفعة وان لم يكن جارا لتلك المقصورة ولا لتلك الطائفة لان المبيع من جملة الدار فكان جار الدار جار المبيع ولو ان الشفيع سلم شفعته ثم ان المشتري باع تلك المقصورة لم يكن لجار الدار شفعة في المقصورة اذا لم يكن هو جارا لتلك المقصورة لان المقصورة بعد بيعها لم تبق من اجزاء الدار۔

(١٠٥) اگر ایک شخص کے احاطہ مین چند کوٹھریان ہین جنہین سے ایک خاص کوٹھری یا ایک خاص قطعہ اوسنے فروخت کیا اور ایک شخص اوس احاطہ کا جار ہو تو اس جار کا شفعہ ہوگا اگرچہ وہ جار اوس کوٹھری یا اوس قطعہ کا جار نہو اسلیے کہ یہان پر مبیع اوس احاطہ کا جزو ہے پس جو شخص احاطہ کا جار ہے مبیع کا بھی جار ہو اور اگر شفیع نے اپنا شفعہ چھوڑ دیا پھر مشتری نے اوس کوٹھری وغیرہ کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کی جار کو اوس کوٹھری مین شفعہ نہوگا جبکہ وہ اوس کوٹھری کا جار نہو اسلیے کہ فروخت ہو جانے کے بعد وہ کوٹھری احاطہ مین شامل نرہی۔

(١٠٦) وكذلك الرجل اذا اشترى بيتا من دار والدار كلها لرجل واحد كان لجار الدار شفعة في البيت وان لم يكن هو جارا لذلك البيت فلو ان الشفيع سلم الشفعة ثم باع مشتري البيت ذلك البيت

(١٠٦) اسیطرح اگر ایک شخص کسی احاطہ مین سے ایک کوٹھری خریدے اور وہ احاطہ بالکل ایک شخص کی ملک ہو تو احاطہ کے جار کو اس کوٹھری مین شفعہ ہوگا اگرچہ وہ اس کوٹھری کا جار نہو اور اگر شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا بعد ازان کوٹھری کے مشتری نے اوس کوٹھری کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کے جار کو اوس کوٹھری مین

لم یکن لجار الدار شفعۃ فی البیت۔

شفعہ نہوگا۔

(۱۰۷) ولو ان رجلا اشتری دارا فی سکۃ غیر نافذۃ ثم اشتری دارا اخری فی تلک السکۃ کان لاھل السکۃ ان یاخذ والدار الاولی بالشفعۃ لان المشتری لم یکن شفیعا وقت الشراء الاول ثم صار ھو شفیعا مع اھل السکۃ فی الدار لان المشتری وقت شراء الدار الثانیۃ ھو من اھل السکۃ وکذلک دار بین ثلثۃ نفر اشتری رجل نصیب احدھم فلجار الدار ان یاخذ الثلث الاول اذا لم یاخذ الشریکان ذلک الثلث ثم لا شفعۃ لہ فی الثلثین الاخرین لان المشتری شریک فی الدار وقت شراء الثلث الثانی والثالث فیکون ھو مقدما علی الجار۔

(۱۰۷) اگر ایک شخص نے کوچہ سربستہ مین ایک مکان خریدا پھر اوسکے بعد دوسرا مکان اوسی کوچہ مین خریدا تو صرف پہلے مکان مین کوچہ والون کا شفعہ ہوگا اس لیے کہ جبوقت مشتری نے پہلا مکان خریدا ہی اوسوقت اوسکو کسی طرح اوس کوچہ مین شفعہ کا استحقاق نہ تہا مگر خریدنے وقت وہ مشتری بھی اور کوچہ والون کی طرح دوسرے مکان مین شفیع ہوگیا اسواسطے کہ جبوقت اوس نے دوسرا مکان خریدا ہے وہ بہی اوسوقت اوس کوچہ کا رہنے والا ہے۔ اسیطرح اگر ایک مکان مین تین شخص شریک ہین اور اب ایک شخص نے اون تینون مین ایک کا حصہ خریدلیا تو اوس مکان کے جار کو اس حصہ کے لینے کا اختیار ہی بشرطیکہ وہ دونون شریک اوسکو چہوڑدین بعد ازان باقی دو حصون مین جار کا شفعہ نہین ہی اسواسطے کہ مشتری نے جبوقت باقی حصون کو خریدا ہی اوسوقت وہ مشتری مکان مین شریک تہا لہذا جار پر اوس کو تقدم ہوگا۔

(۱۰۸) ولو کانت لاربعۃ نفر فاشتری رجل نصیب الثلاثۃ واحدا بعد واحد والشریک الرابع غائب ثم حضر فلہ ان یاخذ نصیب الاول وھو فی نصیب الاخرین شفیع مع المشتری۔

(۱۰۸) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک ہین اور کسی نے اونمین سے تین کا حصہ یکے بعد دیگرے خریدلیا اور جوتہا شریک وہان موجود نہ تہا بعد ازان وہ موجود ہوا تو اوسکو صرف پہلے شخص کے حصہ لینے کا اختیار ہی اور اخیر کے دو حصون کو نہین لے سکتا بلکہ مشتری کیطرح وہ بھی شفیع ہے۔

(۱۰۹) ولو اشتری احد الاربعۃ

(۱۰۹) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک تھے جنمین سے

نصیب الاثنین واحدا بعد واحد ثم حضر الرابع کان شفیعا مع المشتری فی النصیبین جمیعا لان فی هذه الصورة کان المشتری شریکا وقت شراء النصیبین جمیعا

ایک شخص نے دو کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک حاضر نہ تھا بعد ازان وہ حاضر ہوا تو یہ چوتھا شریک خریدنے والے کے ساتھ دونون حصونمین شفیع ہے کیونکہ اس صورتمین خریدنے والا دونون حصون کے خریدتے وقت شریک ہے۔

۱۱۰، رجل له خمس منازل فی سکة غیر نافذة فباع هذه المنازل فطلب الشفیع الشفعة فی منزل واحد منها ان طلب الشفعة بحق الشرکة فی الطریق لم یکن له ان یاخذ البعض لما فیه من تفریق الصفقة من غیر ضرورة وان طلب الشفعة بالجوار وجاره فی هذا المنزل لاغیر کان له ذلك لانه جار لهذا الواحد خاصة وجنس هذه المسئلة یاتی بعد هذا فی فصل علیحدة۔

۱۱۰، کوچہ سربستہ مین ایک شخص کے پانچ مکان ہین اوس شخص نے ان مکانون کو فروخت کیا اور شفیع نے فقط ایک مکانمین شفعہ طلب کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے تب تو وہ اس مکان کو نہین لے سکتا اس لیے کہ بلا ضرورت عقد کی تفریق لازم آتی ہے اور اگر جوار کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے اور فقط اسی مکان سے اوسکو جوار ہے تو فقط یہ مکان اوسکو ملجائیگا اسواسطے کہ فقط اسی مکان کا وہ جار ہے۔ اسی کے مثل علیحدہ فصل مین ایک اور مسئلہ مذکور ہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

۱۱۱، رجل له خان فیه مسجد افرزه صاحب الخان واذن للناس بالتاذین وصلوة الجماعة فیه ففعلوا حتی صار مسجدا ثم باع صاحب الخان کل حجرة فی الخان من رجل حتی صار دربا ثم بیع منها حجرة قال محمد رح الشفعة لجمیعهم لانهم شرکاء فی طریق الخان وکذا کان الطریق

۱۱۱، ایک سرا مین سرا کے مالک نے مسجد بنائی اور لوگون کو اذان کہنے اور جماعت سے نماز پڑھنی کی اجازت دیدی اور لوگون نے اوسکی اجازت کے موافق اذان کہنا اور جماعت سے نماز پڑھنا شروع کر دیا حتے کہ وہ مسجد ہوگئی پھر مالک سرانے سرا کے تمام مکانات مختلف لوگون کے ہاتھ فروخت کر ڈالے یہان تک کہ وہ ایک محلہ ہوگیا اب اگر اوسمین کوئی مکان فروخت ہو امام محمد رح کے نزدیک سب لوگ اوسمین شفیع ہین اس لیے

مملوكا۔

کہ سب لوگ سرا کے راستہ مین شریک ہین جسوقت کہ سرا کا راستہ مملوک تہا۔

(۱۱۲) دار بيعت ولها شفيعان بالجوار فطلبا الشفعة من المشتري ورفع احدهما المشتري الى حاكم لا يرى الشفعة بالجوار فقال له الحاكم لا شفعة لك ثم عزل الحاكم عن القضاء وولي آخر يرى الشفعة بالجوار فجاء الشفيع الآخر فقضى هذا القاضي للثاني بالشفعة لم يكن للاول ان يشاركه في الشفعة لان القاضي الاول قد ابطل شفعته۔

(۱۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص بسبب جوار کے اوسمین شفیع ہین ان دونون نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور ایک نے مشتری کو شافعی المذہب حاکم کے روبرو پیش کر دیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہے اس حاکم نے اُس سے کہا تیرا شفعہ نہین ہے بعدہ وہ حاکم موقوف ہو گیا اور اوسکی جگہ دوسرے مذہب کا حاکم مقرر ہوا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہے اب دوسرا شفیع آیا اور قاضی نے اس دوسرے کے لیے شفعہ کا حکم دیا تو پہلے شفیع کو شفعہ کے اندر شرکت کا استحقاق نہو گا اس لیے کہ قاضی اول اوسکے شفعہ کو باطل کر چکا ہے

(۱۱۳) رجلان اشتريا دارا احدهما شفيعها فلا شفعة للشفيع فيما صار للاجنبي لان شراء الاجنبي لا يتم الا بقبول الشفيع البيع لنفسه۔

(۱۱۳) دو شخصون نے ایک مکان خریدا جنمین سے ایک شخص اوس مکان کا شفیع ہے تو اس دوسرے کے حصہ مین شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ دوسرے کا خریدنا جبتک شفیع اپنے لیے بیع کو قبول نکرے ناتمام ہے۔

(۱۱۴) نهر فيه شرب لقوم وارض النهر لغيرهم فباع رجل ارضه والماء منقطع في النهر فلهم الشفعة في قول محمد رح۔

(۱۱۴) ایک نہر سے کچھ لوگ آب پاشی کرتے ہین مگر نہر کی زمین اور لوگون کی ہے اب ایک شخص نے اپنی زمین ایسے وقت مین فروخت کی کہ نہر کا پانی خشک ہو گیا تہا تو امام محمد رح کے نزدیک ان لوگون کا اوسمین شفعہ ہے۔

(۱۱۵) وفي قياس قول ابي حنيفة رح لا شفعة لهم بحق الشرب اذا كان الماء منقطعا كما في العلو المنهدم

(۱۱۵) امام ابو حنیفہ رح کے قول کے موافق صورت مذکورہ مین اگر نہر مین پانی اوسوقت موجود نہو تو آب پاشی کے حق مین اونکا شفعہ نہین ہے جسطرح اوپر کا مکان گر جانے سے شفعہ جاتا رہتا ہے

(۱۱۶) رجل باع دارا وابنه الصغير شفيعها ليس للوالد ان يطلب الشفعة لولده لانه باع او الصغير

(۱۱۶) ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا نابالغ بیٹا مکان مین شفیع ہے تو اس شخص کو اپنے بیٹے کے لیے طلب شفعہ [illegible] ہے کہ خود اوسنے فروخت کیا ہے اور اگر ایک شخص نے

على شفعته اذا بلغ۔

(۱۷۰) اذا ثبت ان الشفعة تثبت باسباب وبعضها اقدم من البعض فاذا طلب الشفيع القضاء بالشفعة لابد من بيان السبب حتى يعلم القاضى انه باى سبب يقضى فان بين المدعى السبب وقال بدار لى يلازق المبيع تم دعواه ويطالب المدعى عليه بالجواب فان قال المدعى عليه ماله قبلى شفعة جوابا تاما ثم يقول للمدعى قد انكر ما ادعيت فان قال المدعى حلفه لى حلفه القاضى ثم قال فى الكتاب يحلفه بالله ما لهذا المدعى قبلك شفعة فى هذه الدار التى ادعاها المدعى فان حلف انقطعت الخصومة بينهما الا ان يقيم المدعى البينة على ما ادعى وان نكل المدعى عليه لزمته الشفعة

(۱۸۰) وان قال المدعى عليه فى الجواب انى قد اشتريت هذه الدار التى بين المدعى حدودها الا ان الدار التى فى يد المدعى يطلب بها الشفعة ليست له كلف المدعى اقامة البينة على ان تلك الدار التى فى يديه له فان اقام البينة على الملك يستحق

مکان فروخت کیا اور اُسکا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو تو بالغ ہونیکے بعد ہی وہ

(۱۷۰) جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ شفعہ چند اسباب سے ثابت ہوتا ہے اور بعض اسباب کو بعض پر تقدم ہو پس جسوقت قاضی سے شفیع شفعہ کے حکم کی درخواست کرے تو شفیع پر سبب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی کو اپنے حکم کا سبب معلوم ہو جائے پس اگر شفیع نے سبب بیان کر دیا مثلاً کہدیا کہ مین اپنے ایک مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہون جو فروخت شدہ مکان سے ملا ہوا ہو تو شفیع کا دعوی تام ہو جائیگا اور مدعا علیہ سے اوسکا جواب طلب کیا جاویگا اگر مدعا علیہ نے جواب دیا کہ میری طرف اسکا شفعہ نہین ہو تو اوسکا جواب پورا ہوگیا پھر قاضی مدعی سے یہ بات کہیگا کہ مدعا علیہ تیرے دعوی سے منکر ہے اسپر اگر مدعی نے کہا میرے طرف سے اسکا حلف لو تو قاضی کو اوس سے حلف لینا چاہیے پھر کتاب مین بیان کیا ہو کہ قاضی اوس سے یہ حلف لے کہ خدا کی قسم جس مکا نمین مدعی دعوی کرتا ہو میرے اوپر اوس مکا نمین مدعی کا شفعہ نہین ہو اگر مدعا علیہ نے حلف کر لیا تو اونکا قضیہ رفع ہو جائیگا مگر جس صورتمین مدعی اپنے دعوی پر گواہ قائم کر دے اور اگر مدعا علیہ نے حلف سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

(۱۸۰) اگر مدعا علیہ نے قاضی کی روبرو مدعی کے جواب مین کہا کہ جس مکان کے حدود مدعی نے بیان کیے ہین بلاشبہ اوسکو مین نے خریدا ہے مگر مدعی کے پاس جو مکان ہو اور جسکے ذریعہ سے وہ شفعہ طلب کرتا ہے وہ مکان مدعی کا نہین ہو تو اوسوقت مدعی سے کہا جائیگا کہ اثبات پر گواہ پیش کرے تو شفعہ کا مستحق ہو جائیگا اور اگر اوسکے پاس ملکیت کے گواہ نہین ہین مگر اوسنے یہ کہا کہ مشتری خود اس بات کو جانتا ہو کہ وہ مکان میرا ہے

بها الشفعة وان لم يكن له بينة على الملك ولكن قال ان المشتري يعلم انها لي حلف المدعى عليه بالله ما تعلم ان الدار التي في يد المدعي بجنب الدار التي اشتريتها له فان حلف لا سبيل له عليه الا ان يقيم المدعي البينة على الملك وان نكل لزمته الشفعة۔

۱۱۹، وان قال المشتري اني قد اشتريت هذه الدار التي يريد ان يأخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعي بشرائي ولم يطلب الشفعة يقول القاضي للمدعي متى اشترى هو هذه الدار فان قال المدعي طلبت الشفعة حين علمت كان صحيحا وكفاه ذلك فان قال المشتري ما طلبت حين علمت كان القول قول الشفيع وان قال الشفيع علمت منذ سنة وطلبت وقال المشتري لم تطلب كان القول قول المشتري وهو كالبكر اذا زوجت فبلغها الخبر فردت فاختصما الى القاضي فقال الزوج حين بلغها الخبر سكتت وقالت رددت حين علمت كان القول قولها وان قالت علمت يوم كذا ورددت لا يقبل قولها۔

تو قاضی کو مدعا علیہ سے یہ حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مدعی کے قبضہ مین میری خرید کردہ مکان کے متصل جو مکان واقع ہو مین نہین جانتا کہ وہ مدعی کا مکان ہو اگر مدعا علیہ نے یہ حلف کرلیا تو مدعی کا اوسپر کچھ دعوی نرہیگا مگر جسوقت کہ مدعی ملکیت کے گواہ پیش کردے اور اگر مدعا علیہ نے حلف کرنے سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

۱۱۹، اگر مشتری نے کہا جس مکان کو مدعی بذریعہ شفعہ کے لینا چاہتا ہو اسکو مین نے ایک برس سے خرید رکھا ہے اور خود اس مدعی کو میرے خریدنے کا علم ہوا مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا تو قاضی کو مدعی سے کہنا چاہیے اسنے یہ مکان کب خریدا ہو اگر مدعی نے کہا جسوقت مجکو خریدنے کا حال معلوم ہوا اوسی وقت مین نے شفعہ طلب کیا تو اوسکا یہ کہنا صحیح ہو گا اور اوسکے لیے کافی ہو جائیگا اسپر اگر مشتری نے یہ بات کہی جسوقت تجکو علم ہوا ہی اوسوقت تو نے شفعہ نہین طلب کیا تو شفیع کا قول معتبر ہو گا اور مشتری کا یہ قول معتبر نہو گا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی ایک برس ہوا جو مجکو بیع کا حال معلوم ہوا تھا اور شفعہ کو مین نے طلب کیا تھا اسپر مشتری نے کہا تو نے شفعہ کو طلب نہین کیا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا جسطرح ایک شخص نے اپنی کواری لڑکی کا نکاح کیا اور جب اوسکو اپنی نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے نکاح کو رد کر دیا اور یہ دونون خاوند بیوی قاضی کے پاس بنا مقدمہ گئے اور خاوند نے بیان کیا جب اسکو نکاح کی خبر پہونچی ہو یہ خاموش ہو رہی او اوسنے کہا جسوقت مجکو معلوم ہوا ہی اوسیوقت مین نے منع کر دیا ہے تو اس صورت مین عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر اوسنے یہ بات کہی کہ فلان روز مجکو نکاح کا حال معلوم ہوا اور مین نے منع کر دیا تو اوسکا قول معتبر ہو گا۔

(۱۲۰) ولو قال الشفيع لم اعلم بالشراء الا الساعة كان القول قوله وعلى المشتري البينة انه علم قبل ذلك ولم يطلب۔

(۱۲۰) اگر شفیع نے قاضی کے روبرو یہ بات کہی کہ مجکو اسیوقت خریدے کا علم ہوا ہی تو اوسکا قول مقبول ہوگا یا مشتری کو اسبات کے گواہ پیش کرنے پڑینگے کہ اسکو پہلے سے فروخت کا علم ہوا ہی مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا۔

(۱۲۱) ولو قال المشتري انه لم يطلب الشفعة حتى لقيتك وقال الشفيع طلبت كان القول قول المشتري ويحلف بالله انه لم يطلب الشفعة حين لقيك۔

(۱۲۱) اگر مشتری نے قاضی کے روبرو بیان کیا کہ جسوقت یہ مجھسے ملا ہی اوسوقت تک اسنے شفعہ کو طلب نہین کیا اور شفیع نے کہا مین نے طلب کیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور مشتری سے اسبات کا حلف لیا جائیگا کہ ملاقات کیوقت شفیع نے شفعہ طلب نہین کیا۔

(۱۲۲) ولو قيل للشفيع متى علمت فقال امس او في يومي قبل هذه الساعة لا يقبل قوله الا ببينة۔

(۱۲۲) اگر شفیع سے قاضی نے کہا بیع کا حال تجکو کسوقت معلوم ہوا اوسنے کہا کل یا آج اب گھنٹہ بھر پہلے تو بغیر گواہو نکے اوسکا یہ قول مقبول نہوگا۔

* * * * * *

(۱۲۳) ولو ان رجلا ادعى شفعة بالجوار قبل رجل لا يرى الشفعة بالجوار فانكر المدعى عليه وقال لا شفعة له كان القول قوله ويحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة على قول من يرى الشفعة بالجوار ولا يحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة في هذه الدار لانه لو حلف على هذا الوجه يحلف بالله بناء على مذهبه فيفوت حق المدعي۔

(۱۲۳) اگر مدعی حنفی المذہب ہی اور شفعہ بالجوار کو مانتا ہی اور مدعا علیہ شافعی المذہب ہی اور شفعہ بالجوار کو نہین مانتا جب اس مدعی نے دعوی کیا مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا اسکا شفعہ نہین ہی تو مدعا علیہ کا قول معتبر ہوگا اور اس بات کا اوس سے حلف لیا جائیگا کہ اسمکانین حنفی مذہب کے موافق میرے اوپر اسکا شفعہ نہین ہی یہ حلف نلیا جائیگا کہ اس مکانمین اسکا شفعہ نہین ہی اس لیے کہ اگر اس طریقے پر اوس سے حلف لیا جائیگا اپنے مذہب کے موافق وہ حلف کرلیگا اور مدعی کا حق تلف ہو جائیگا۔

* * * * * *

* * * * * *

(۱۲۴) ولو ان دارين متلاصقتين لرجلين فتصدق صاحب احدى

(۱۲۴) اگر دو شخص کے دو مکان ملے ہوے ہین اور ایک مکان والے نے اپنے مکان کی وہ دیوار جو ہمسایہ کے مکان سے

الدارین بالحائط الذی یلی جارہ علی رجل بما تحتہ من الارض وقبض المتصدق علیہ ثم باع المصدق دارہ من المتصدق علیہ ذکر الناطق رح انہ لا یبقی الجار شفیعا فان طلب الجار یمین المشتری باللہ ما فعل صاحب الدار ذلک ضرارا اوفرارا من الشفعۃ علی وجہ التلجئۃ کان لہ ذلک لانہ ادعی علیہ معنی لو اقربہ لزمتہ ویحلف فان حلف لا شفعۃ لہ وان نکل کان لہ الشفعۃ لانہ اقرانہ جار ملازق۔

ملی ہوی ہی مع دیوار کی اراضی کے ایک شخص کو للہ دیدی پھر اوسی شخص کے ہاتھ اپنے مکان کو فروخت کر دیا تو ناطقی رح نے ذکر کیا ہی کہ اس صورت مین وہ جار شفیع نرہیگا اب وہ جار مشتری سے اسبات کی قسم لینا چاہتا ہی کہ مالک مکان نے عمداً یا شفعہ سے بچنے کے لیے مجبور کرنیکے طریقہ پر یہ کارروائی نہین کی ہی تو یہ مشتری اسبات کی قسم کھا سکتا ہے اسلیے کہ جار اس مشتری پر ایسے امر کا دعوی کرتا ہی کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم ہو جائے لہذا اوس سے حلف لیا جائیگا اگر حلف کرلیا تو جار کا شفعہ باطل ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اوس کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اس لیے کہ اس انکار سے جار ملازق ہونے کا اقرار پایا گیا۔

(۱۲۵) رجل اشتری من رجل عشر ارض او دار بثمن کثیر ثم اشتری تسعۃ اعشارہا بثمن قلیل کان للجار الشفعۃ فی البیع الاول دون الثانی لانہ بالبیع الاول صار شریکا فی نفس البقعۃ فیکون ہو اولی من الجار فی البیع الثانی فان اراد الشفیع ان یحلفہ باللہ ما اردت بذلک ابطال شفعتی قال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل رح لا یحلفہ علی ہذا الوجہ لانہ لو اقربہ لا یلزمہ شئ لکن لو اراد ان یحلف المشتری یحلفہ

(۱۲۵) ایک شخص نے ایک زمین یا مکان کا دسواں حصہ زیادہ قیمت سے خرید کر بعدہ اوسکے باقی نو حصے تھوڑی قیمت سے خرید لیے تو اس صورت مین جار کو بیع اول مین شفعہ ہوگا بیع ثانی مین نہوگا اسلیے کہ یہ مشتری بیع اول سے اوس مکان یا زمین مین شریک ہو گیا لہذا بیع ثانی مین جار سے اوسکو تقدم ہوگا پھر اس صورت مین اگر شفیع کو مشتری سے اسبات پر حلف لینا منظور ہو کہ مجکو اس کارروائی سے تیرے شفعہ کا باطل کرنا مقصود نہین تھا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہی کہ اوس سے باین طریق حلف نہین لے سکتا اس لیے کہ اگر مشتری نے اسکا اقرار بھی کر لیا تو اوسپر کچھ لازم نہین آئیگا البتہ اس طریقہ پر حلف لے سکتا ہی کہ بیع اول مجبور کرنے کے لیے نہ تھی اس لیے کہ شفیع ایسے امر کا مدعی ہی کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم آجائیگا اور

بالله ان البيع الاول ماكان تلجئة كان له ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به يلزمه فكان له ان يحلفه على هذا الوجه قال وما ذكر في الاصل ان الشفيع اذا اراد استحلافه انه لم يرد به ابطال الشفعة كان له ذلك لانه ادعى ان البيع كان تلجئة۔

شیخ امام ابوبکر نے بیان کیا ہے کہ مبسوط مین جو ذکر کیا ہے کہ اگر شفیع کو مشتری سے ابطال شفعہ مقصود نہونے پر حلف لینا منظور ہو تو وہ حلف لے سکتا ہو اوس سے وہ صورت مقصود ہے کہ شفیع بیع کے اندر مجبور کرنیکا مدعی ہو۔

(۱۲۶) رجلان تبايعا بيعا فطلب الشفيع الشفعة بحضرة البائع والمشتري فقال كان البيع بيننا بيع معاملة وصدقه المشتري في ذلك قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل رح فيما لا يصدقان على الشفيع الا ان يكون البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بذلك الثمن لقلته فح يكون البيع بيع معاملة ولا يكون للشفيع فيه الشفعة الا ترى انه لو جرى هذا الاختلاف بين البائع والمشتري فقال البائع بعته معاملة وقال المشتري لا بل كان البيع بيع رغبة فان كان البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بمثل ذلك الثمن لقلته كان القول قول البائع وان لم يكن كذلك كان القول

(۱۲۶) دو شخصون نے باہم ایک بیع کی اور بائع اور مشتری کے روبرو شفیع نے شفعہ طلب کیا اور بائع نے یہ بات بیان کی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ بیع معاملہ کے طور پر تھی اور مشتری نے اس بات کی تصدیق کی تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ شفیع کے بارے مین اونکی تصدیق نکی جائیگی مگر جس صورت مین کہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہو کہ وہ مبیع اوس ثمن سے کبھی فروخت نہو سکے اس صورت مین یہ بیع بیع معاملہ ہوگی اور شفیع کا اوسمین شفعہ نہوگا دیکھو اگر یہی اختلاف بائع اور مشتری مین واقع ہو اور بائع یہ بات کہے کہ مین نے معاملہ کے طور پر اس چیز کو فروخت کیا ہے اور مشتری کہے نہین بلکہ یہ بیع رغبت سے ہوی ہے تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوی ہے کہ وہ شی کسی حالت مین اوسقدر ثمن سے فروخت نہین ہوسکتی تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر یہ بات نہین ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔ اسیطرح اگر اون دونون اور شفیع کے بین یہ اختلاف واقع ہو تو اوس کا یہی حکم ہے۔

قول المشتري وكذلك اذا وقع الاختلاف بينهما وبين الشفيع۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(١٢٧) وقال القاضي الامام علي السغدي رح وان باع بما لا يباع مثله لا يصدقان على الشفيع ايضًا لان هذا قول العوام ان الثمن اذا كان بحيث لا يباع به مثله لا يجوز۔

(١٢٧) قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے اگر اسقدر ثمن سے بیع واقع ہوئی ہے کہ اوس شئ کی بیع اوسقدر ثمن سے نہین ہوسکتی تو بھی شفیع کے لحاظ سے بائع اور مشتری کی تصدیق کیجائیگی اس لیے کہ یہ قول عوام کا ہے کہ ثمن اگر بہت قلیل یا کثیر ہو تو بیع جایز نہین ہوتی ہے

(١٢٨) رجل اشترى دارا لابنه الصغير فاراد اب الشفيع ان ياخذ الشفعة واختلفا مع الشفيع في الثمن كان القول قول الاب لانه ينكر حق التمليك بما ادعى من الثمن ولا يمين على الاب لان فائدة الاستحلاف الاقرار ولو اقر الاب بما ادعى الشفيع لا يصح اقراره على الصغير۔

(١٢٨) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے مکان خریدا اور دوسرے شخص کا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہے اس شفیع کا باپ شفعہ لینا چاہتا ہے اور اون دونون نے شفیع کے ساتھ ثمن مین اختلاف کیا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ اوس ثمن کے بدلے حق تملیک کا منکر ہے جسکا مدعی دعوی کرتا ہے اور باپ کے اوپر قسم نہ لازم ہوگی اس لیے کہ قسم لینے کا فائدہ اقرار ہے اور اگر باپ نے شفیع کے دعوی کا اقرار کیا تو اس نابالغ پر اوسکا اقرار لازم نہوگا۔

(١٢٩) رجل له دار غصبها منه غاصب والغاصب يجحد ملك المغصوب منه فبيعت دار بجنب هذه الدار والمغصوب منه شفيع الدار المبيعة والمشتري يجحد الشفعة ويجحد ان الدار المغصوبة له قال ابن مقاتل رح يطلب المغصوب منه شفعة الدار المبيعة ثم يخاصم المشتري والغاصب الى القاضي ويقول هذا الرجل اشترى هذه

(١٢٩) ایک شخص کا مکان کسی نے غصب کر لیا اور غاصب مالک مکان کی ملکیت سے انکار کرتا ہے اگر اس مکان کے پہلو مین کوئی مکان فروخت ہوا اور وہ مالک اس فروخت شدہ مکان کا شفیع ہے اور مشتری شفعہ کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مکان اسکا نہین ہے تو ابن مقاتل کا قول ہے کہ مالک مکان کو اس فروخت شدہ مکان مین شفعہ طلب کرنا چاہیے بعد ازان مشتری اور غاصب سے قاضی کے روبرو اوسکو مخاصمت کرنی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص نے یہ مکان خریدا ہے اور مین نے اوسمین شفعہ طلب کیا ہے اور میرا شفعہ بذریعہ فلان مکان کے ہے جکو اس دوسرے

الدار قد طلبت منه الشفعة
ولی شفعتها بهذه الدار التی غصبها
هذا الغاصب فان اقام البینة ان
الدار المغصوبة له قضی القاضی
له بالدار المغصوبة وبالشفعة ایضاً
وان لم یکن له بینة حلف الغاصب
والمشتری فان نکل الغاصب عن
الیمین وحلفه المشتری قضی القاضی
له بالدار المغصوبة علی الغاصب
ولا یقضی له بالشفعة لان نکول الغاصب
یکون حجة علی الغاصب دون المشتری
وان حلف الغاصب ونکل المشتری
قضی القاضی له بالشفعة ولا یقضی له
بالدار المغصوبة لان نکول احدهما
یکون حجة علیه دون الآخر۔

(۱۳۰) واذا توجه القضاء بالشفعة
فان القاضی لا یقضی بالشفعة حتی
یحضر الشفیع الثمن فان قال الشفیع
اقض لی بالشفعة ودعها علی حالها
ولا اسلم حتی اتیك بالثمن قال محمد رح
لا یجیبه القاضی الی ذلك فان قال
الشفیع ان لم اجئ بالثمن الی ثلثة
ایام فانا بریٔ من الشفعة فلم یجئ
بالثمن الی ذلك الوقت ذکر ابن رستم
عن محمد رح انه یبطل شفعته لان التسلیم

شخص نے غصب کر لیا ہے آپ اگر یہ مالک مکان اس بات پر
گواہ پیش کر دے کہ غصب شدہ مکان اوسیکا مکان
ہے تو قاضی اوس شخص کو یہ مکان دلا دے گا اور شفعہ کا بھی
حکم دے دیگا اور اگر اوسکے پاس گواہ نہین ہین تو غاصب اور
مشتری سے حلف لیگا پس اگر غاصب نے حلف سے انکار کیا
اور مشتری نے حلف کر لیا تو قاضی وہ مکان غاصب سے مالک
مکان کو دلا دیگا لیکن شفعہ کا حکم نہ دے گا اس لیے کہ غاصب
کا حلف سے انکار کرنا غاصب کی ذات پر حجت ہو گا مشتری
پر حجت نہو گا اور اگر غاصب نے حلف کر لیا مگر مشتری نے
اوس سے انکار کیا تو قاضی شفعہ کا حکم دے گا
لیکن غاصب سے وہ مکان نہ دلوائے گا
اس لیے کہ جس نے حلف سے انکار کیا
ہے اوس کا انکار اوسے پر حجت
ہو گا۔

+ + + + + +

(۱۳۰) جب قاضی کے نزدیک شفعہ کا حکم دینا لازم
ہو جائے تو جسوقت تک شفیع قاضی کے روبرو ثمن لا کر
موجود نکر دے اوسوقت تک حکم مین تاخیر کرنی چاہیے اور
اگر اس صورت مین شفیع نے قاضی سے یہ بات کہی کہ میرے
لیے شفعہ کا حکم دیکر بدستور اسکو چھوڑ دے اور تاوقتیکہ مین
ثمن تیرے روبرو لا کر پیش نکرو ون اوسوقت تک مجھکو
مکان نہ دلانا تو امام محمد رح کے نزدیک قاضی اوسکی بات
منظور نکرے اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ اگر مین تین روز تک
ثمن حاضر نکرون تو مین شفعہ سے دست بردار ہون اور پھر
تین روز تک اوسنے ثمن لا کر حاضر نکیا تو ابن رستم نے محمد سے

الشفعة اسقاط محض فيصح تعليقه بالشرط وقال بعض المشائخ رح لا تبطل شفعته وهو الصحيح لان الشفعة متى ثبتت بطلب المواثبة والاشهاد وتاكدت لا تبطل ما لم يسلم بلسانه۔

روایت کیا ہی کہ اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ شفعہ کا تسلیم کرنا فقط اوسکا ساقط کردینا ہی پس وہ معلق بالشرط ہوسکتا ہی اور بعض مشائخ نے بیان کیا ہی اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور قول صحیح بہی یہی ہی اسلیے کہ شفعہ جسوقت طلب مواثبت اور طلب اشہاد سے ثابت ہوگیا اور پہر اسکو استحکام ہوگیا تو جسوقت تک اپنی زبان سے ترک نکرے اوسوقت تک باطل نہوگا

(١٣١) وكذا لو قال المشترى للشفيع هات الدراهم وخذ شفعتك فان امكنه احضار الدراهم فى ثلثة ايام ولم يحضر بطلت شفعته عند محمد رح ولو ان الشفيع احضر الدنانير والثمن دراهم اختلفوا فيه والصحيح انه لا تبطل۔

(١٣١) اسیطرح اگر مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ روپیہ لا اور اپنا شفعہ لے اور تین روز تک وہ روپیہ لاسکتا تہا مگر نلایا تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفیع نے بجاے روپیہ کے اشرفیان لاکر دیدین تو اوسمین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

(١٣٢) الوكيل بشراء الدار اذا كان شفيعا قالوا هو يطلب الشفعة من الموكل وليس هو كمن اشترى لنفسه وهو شفيع فانه لا يحتاج الى الطلب قالوا وقيل اتيان الوكيل يقوم مقام الموكل فى هذا حتى لا يحتاج الى الطلب لا يبعد والاول اعجب۔

(١٣٢) جو شخص ایک مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور وہ اوس مکان مین شفیع بہی ہی تو فقہار کے نزدیک موکل سے اوسکو شفعہ طلب کرنا چاہیے بخلاف اوس شخص کے کہ خود خریدار بہی ہو اور شفیع بہی ہو کہ اوسکو طلب کرنیکی ضرورت ہی نہین ہی اور فقہار کا قول ہی اگر یہ بات کہی جاسے کہ وکیل کا فعل موکل کے اس صورتمین قائم مقام ہوتا کہ اوسکو بہی طلب کی حاجت نہ ہے تو کچہ بعید نہین ہی لیکن پہلا قول پسندیدہ ہی۔

(١٣٣) الوكيل بالشراء اذا اشترى فجاء الشفيع يطلب الشفعة من الوكيل قال بعضهم ان كان الوكيل يسلم الدار الى الموكل لا يصح الطلب منه وهكذا روى عن محمد رح ان الوكيل لا يبقى خصما بعد التسليم الى الموكل وان كان

(١٣٤) ایک شخص مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور اوسنے مکان خریدا تو شفیع نے آکر وکیل سے شفعہ کا مطالبہ کیا اس صورتمین بعض کا قول یہ ہی کہ اگر وکیل نے وہ مکان موکل کو دیدیا ہی تو شفیع وکیل سے طلب نہین کرسکتا اور امام محمد رح سے اسیطرح مروی ہی اسلیے کہ جب وکیل وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا تو اب اوس سے

الوکیل لم یسلم الی الموکل یصح الطلب منه وهو خصم وقال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل رح والقاضی الامام علی السغدی رح صح الطلب منه سلم او لم یسلم لانه فی حکم الحقوق عاقد لنفسه فکان بمنزلة المشتری یکون خصما فی طلب الشفعة کانت الدار فی یده او لم تکن۔

کچھ دعوی نہین ہوسکتا ہی اور اگر وہ مکان ہنوز وکیل ہی کے قبضہ مین ہو تو اوس سے شفعہ کا مطالبہ ہوسکتا ہی اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح اور قاضی امام سغدی رح کا قول ہی کہ بہر صورت وکیل سے وہ شفیع شفعہ کو طلب کرسکتا ہی خواہ وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا ہو یا ہنوز اسی کے پاس ہو اسلیے کہ حقوق کے حکم مین وکیل خود اپنی ذات کیلیے عقد کرنیوالا سمجہا جاتا ہی لہذا مشتری کیطرح بہر صورت اوس سے شفعہ کا دعوی ہوسکتا ہی خواہ مکان وکیل کے قبضہ مین ہو یا نہو۔

(۱۳۴) رجل اشتری دارا بالکوفة بکر حنطة بغیر عینه فخاصمه الشفیع الی القاضی بمرو والدار بالکوفة او بمرو وقضی القاضی له بالشفعة ذکر فی النوادر ان کانت قیمة الکر فی الموضعین سواء اعطاه الشفیع الکر حیث قضی له بالشفعة وان کانت القیمة متفاضلة فان کان الکر فی الموضع الذی یرید الشفیع ان یعطی اعلی قیمة فذلك الی الشفیع یعطیه حیث شاء وان کان ارخص ورضی المشتری بذلك فکذلك یعطیه الشفیع حیث شاء وان لم یرض المشتری بذلك اعطاه الشفیع فی الموضع الذی یکون قیمة الکر فیه مثل قیمته فی موضع الشراء۔

(۱۳۴) ایک شخص نے کوفہ مین ایک مکان مثلاً پچاس من گیہون سے بلا تعین فروخت کیا اور شہر مرو مین شفیع نے قاضی کے روبرو اپنا مقدمہ دائر کیا اور وہ مکان کوفہ یا مرو مین ہی اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو نوادر مین مذکور ہی اگر دونون شہرون مین گیہون کا ایک ہی نرخ ہی تو جس جگہ قاضی نے شفعہ کا حکم دیا ہی اوسی شہر مین شفیع کو اوسقدر گیہون دینا چاہیے اور اگر دونون شہرون مین نرخ متفاوت ہی تو اوسکی دو صورتین ہین جس شہر مین شفیع گیہون دینا چاہتا ہی اگر وہان نرخ کی گرانی ہی تو اوسوقت شفیع کو اختیار ہی کہ جہان چاہے گیہون ادا کرے اور اگر نرخ کی ارزانی ہی اور مشتری بھی اوسی شہر مین لینے پر راضی ہی تو بھی شفیع کو اختیار ہی کہ جہان چاہے اوسقدر گیہون مشتری کو ادا کرے اور اگر مشتری اسبات سے راضی نہین ہی تو شفیع کو اوس شہر مین گیہون ادا کرنی چاہیئن جہان کا نرخ اوس شہر کے نرخ کے مطابق ہے جسمین وہ مکان خرید اگیا ہے۔

(۱۳۵) رجل اشتری ارضا بمائة

(۱۳۵) ایک شخص نے ایک زمین سو درہم کو خریدی اور

درهم ورفع منها التراب وباع التراب بمائة درهم ثم جاء الشفيع وطلب الشفعة قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل رح ياخذ الشفيع الارض بنصف الثمن وهو خمسون درهما يقسم الثمن على قيمة الارض قبل دفع التراب وعلى قيمة التراب المرفوع ثم يطرح عن الشفيع قيمة التراب وقال القاضي الامام علي السغدي رح لايطرح عن الشفيع نصف الثمن وانما يطرح عنه بحصة النقصان فلو ان المشتري كبس الارض بعد ما رفع منها التراب فاعادها كما كانت قبل ان يحضر الشفيع ثم حضر الشفيع قال الشيخ الامام ابوبكر رح يقال للمشتري ارفع من الارض بقدر ما احدثت فيها ثم يكون الجواب فيه على ما قلنا۔

اوس زمین مین سے مٹی کھودکر سو روپیہ کو فروخت کر ڈالی اور شفیع نے آکر شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ شفیع نصف ثمن یعنے پچاس روپیہ دیکے لے سکتا ہو اسواسطے کہ اوسکا ثمن یعنے سو روپیہ سالم زمین کی قیمت اور کھودی ہوی مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور شفیع سے مٹی کی قیمت کم کردیجائیگی اور قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے کہ شفیع سے نصف ثمن کم نکیا جائیگا بلکہ مٹی کھودنے سے جسقدر زمین کی قیمت مین نقصان آیا ہے اوسیقدر ثمن مین کمی کردیجائیگی اور اگر مشتری نے مٹی کھدوانے کے بعد پھر بھراو ڈالکر بدستور سابق شفیع کے آنے سے پہلے اوسکو برابر کردیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو شیخ امام ابوبکر رح کا قول ہے اوسوقت مین مشتری سے کہا جائیگا تونے جسقدر مٹی دوبارہ اسمین ڈالی ہے سب اوٹھالی بعد ازان علی اختلاف القولین ثمن مین کمی کردی جائیگی۔

* * * * *

* * * * *

(١٣٦) المشتري اذا تشفع الى الشفيع واستمهله شهرا فامهله ثم رجع الشفيع وطالبه في الحال كان له ذلك۔

(١٣٦) اگر مشتری نے شفیع سے کہہ سنکر ایک مہینے کی مہلت مانگی اور شفیع نے مہلت دی پھر اوسنے اپنے قول سے رجوع کرکے فی الفور شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ ایسا کرسکتا ہو

(١٣٧) المشتري مع الشفيع اذا اختلفا في الثمن كان القول قول المشتري مع يمينه وان اقام البينة على ما ادعى يقضي ببينة الشفيع في قول ابيحنيفة رح

(١٣٧) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن مین اختلاف واقع ہو تو حلف لیکر مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر شفیع نے اپنے دعوے پر گواہ سنا دیئے تو امام ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے موافق حکم دیا جائے گا

ومحمد رح وقال ابویوسف رح البینۃ بینۃ المشتری۔

اور ابویوسف رح کہتے ہین مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۱۳۸) الشفیع اذا اخذ الدار من البائع کانت عہدتہ علی البائع وان اخذھا من المشتری کانت عہدتہ علی المشتری وللشفیع خیار رؤیۃ ولہ ان یرد بالعیب وھو بمنزلۃ المشتری فی ذلک وان کان المشتری اشتری الدار علی ان البائع بریٔ من کل عیب بھا او کان بھا عیب علم المشتری بذلک ورضی کان للشفیع ان لایرضی بالعیب ویردہ

(۱۳۸) اگر شفیع نے مکان کو بائع سے لیا ہے تو بائع اوسکا ذمہ دار ہوگا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری ذمہ دار ہوگا اور شفیع کو خیار رویت حاصل ہوتا ہے اور عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کرسکتا ہے الحاصل ان امور مین شفیع مشتری کے مانند ہے اور اگر مشتری نے مکان کے خریدتے وقت یہ شرط منظور کرلی ہے کہ اگر اوسمین کچھ عیب ظاہر ہو تو بائع اُس سے دست بردار ہے یا مشتری کو اوس مکان کا عیب معلوم تھا مگر وہ اس عیب سے راضی تھا تو شفیع اسبات کا مجاز ہے کہ اوس عیب پر راضی نہو اور اوس مکان کو واپس کردے۔

(۱۳۹) الشفیع اذا اخذ الدار بالشفعۃ وبنی فیھا ثم استحقت الدار رجع الشفیع بالثمن علی من اخذ منہ الدار ولایرجع بقیمۃ البناء علی احد بخلاف المشتری فان المشتری لما یرجع بالثمن علی البائع یرجع بقیمۃ البناء ایضاً۔

(۱۳۹) اگر شفیع نے بذریعہ شفعہ کے ایک مکان لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی بعد ازان اوس مکان مین کسی اور کا حق نکلا تو یہ شفیع اوسی شخص سے ثمن واپس لے سکتا ہے جس سے مکان لیا ہے اور عمارت کی قیمت کسی سے نہین لے سکتا بخلاف مشتری کے کہ مشتری جسوقت بائع سے ثمن لے سکتا ہے عمارت کی قیمت بھی لے سکتا ہے۔

(۱۴۰) الشفیع اذا وکل رجلا باخذ الشفعۃ جاز توکیلہ فان قال المشتری بعد ما اثبت الوکیل الشفعۃ انا ارید یمین الشفیع انہ لم یسلم یقال لہ سلم الدار الی الوکیل واتبع الموکل وحلفہ وھو کالوکیل بقبض

(۱۴۰) اگر شفیع کسی شخص کو شفعہ لینے کے لیے وکیل کرے تو کرسکتا ہے اور جب کہ وکیل نے شفعہ کو ثابت کردیا اوسکے بعد مشتری نے کہا کہ مین شفیع سے اسبات پر حلف لینا چاہتا ہون کہ اوسنے شفعہ کو ترک نہین کیا تو اس مشتری سے کہا جائیگا کہ یہ مکان وکیل کو دیکر پھر موکل سے نزاع کرے اور اوس سے حلف لے اور اس وکیل کو اوس شخص کا

الدين اذا ادعى المدعى المديون
ان الموكل ابرأه عن الدين فانه
يومر بدفع الدين الى الوكيل ويقال
له اتبع الموكل وحلفه على مايدعى
(١٤١) رجل اشترى دارا بالجياد ونقد
الزيوف فتجوز به البائع فان الشفيع
ياخذ بالجياد لانه اشتراه بالجياد
(١٤٢) رجل اشترى ارضا بمائة
درهم وقبضها فحضر الشفيع وطلب
الشفعة وسلمها اليه المشترى بمائة
درهم ثم ان المشترى نقد الثمن للبائع
فوهب له البائع منها خمسة بعد ما
اخذ المائة فعلم الشفيع بالهبة ليس
له ان يسترد شيئا من المشترى
من الثمن ولو ان البائع وهب من
المشترى خمسة من الثمن قبل
قبض الثمن والمسئلة بحالها كان للشفيع
ان يسترد من المشترى ما وهب
له من البائع لان هبة شئ من الثمن
قبل قبض الثمن حط والحط يلتحق
باصل العقد فكان للشفيع ان يسترد
من المشترى قدر ما حط عنه
البائع اما بعد قبض الثمن هبة
البعض ليس بحط بل هو تمليك مبتدأ
كانه وهب له مالا اخر

حکم ہی جو دین کے وصول کرنے کو وکیل کیا جائے اور قرضدار
اسبات کا دعوی کرے کہ اسکے موکل یعنے قرض خواہ نے مجکو
قرض چھوڑ دیا ہی تو اس قرضدار سے کہا جاویگا کہ جو کچھ قرض ہے
اس وکیل کو دیدے بعد ازاں موکل سے نزاع کر اور اسکے دعوی اوس سے حلف لے۔
(١٤١) ایک شخص نے کھرے روپیوں سے ایک مکان خریدا مگر ادا کرتے وقت بائع کو
ناقص روپیہ دیدئے اور بائع نے انکو منظور کر لیا تو شفیع اس مکان کو ناقص روپیوں سے نہیں لے سکتا
بلکہ اوسکو کھرے روپیہ دینا پڑینگے اس لیے کہ وہ مکان کھرے روپیوں سے خریدا گیا ہی۔
(١٤٢) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوس پر اپنا
قبضہ کر لیا اب شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ طلب کیا مشتری نے
شفیع سے سو روپیہ لیکر وہ زمین شفیع کو دیدی بعد ازاں مشتری نے
بائع کو ثمن ادا کیا مگر بائع نے سو روپیہ وصول پاکر پانچ روپیہ
اس مشتری کو ہبہ کر دئے اور شفیع کو اس ہبہ کا علم ہوا تو یہ شفیع
مشتری سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی اور اگر اس صورت میں
بائع نے قبل از وصول ثمن پانچ روپیہ مشتری کو ہبہ کر دئے
تو شفیع بھی مشتری سے یہ پانچ روپیہ واپس لے سکتا ہے
اسواسطے کہ قبل از وصول ثمن میں سے کچھ ہبہ کر دینا فی
الحقیقت ثمن میں کمی کر دینا ہے اور ثمن کی کمی اصل
عقد میں داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع بھی مشتری سے
اوسیقدر کمی کو واپس لے سکتا ہے اور بعد از وصول ثمن
کچھ ثمن کا ہبہ کر دینا حقیقت میں ثمن کا کم کر دینا
نہیں ہے بلکہ وہ خود ایک تملیک ہے گویا دوسرا
مال کا ہبہ کر دینا ہے۔

(۱۴۳) الوكيل بالبيع اذا باع الدار بالف ثم ان الوكيل حط عن المشتري مائة من الثمن صح ويضمن قدر المحطوط للآمر ويبرأ المشتري عن المائة ويأخذ الشفيع الدار بجميع الثمن لان حط الوكيل لا يلتحق باصل العقد۔

(۱۴۳) ایک شخص کو مکان فروخت کرنیکے لیے وکیل کیا اور ہزار روپیہ کو وہ مکان اوسنے فروخت کیا بعد ازان وکیل نے سو روپیہ مشتری کی خاطر سے کم کر دے اوسکا یہ کم کرنا صحیح ہو اور یہ سو روپیہ موکل کے وکیل کو دینا لازم ہونگے اور مشتری ان سو روپیہ سے بری ہو جائیگا اور شفیع پورا ثمن دیکر اس مکان کو لے سکیگا اس لیے کہ وکیل کا کم کر دینا اصل عقد مین معتبر نہوگا۔

(۱۴۴) رجل اشترى نصفا شائعا من دار او جزءا شائعا منها ثم ان المشتري قاسم البائع وحضر الشفيع فان كانت القسمة بقضاء القاضي فان الشفيع يأخذ من المشتري ما صار له بعد القسمة وليس له ان يبطل القسمة رواية واحدة وان كانت القسمة بغير قضاء هل له ان يبطل القسمة فيه روايتان والصحيح انه لا يبطل وله ان يأخذ بالشفعة ما صار للمشتري۔

(۱۴۴) ایک شخص نے ایک مکان کا نصف غیر معین یا ایک جز غیر معین خریدا پھر مشتری نے بائع سے اوس حصہ کو تقسیم کر لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو یہ تقسیم اگر بحکم قاضی ہوی ہو تب تو بالاتفاق وہ شفیع اس تقسیم کو باطل نہین کر سکتا بلکہ اوسی معین حصہ کو لے سکتا ہو جو مشتری کے حصہ مین آیا ہو اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی نہین تھی تو اب اسبات مین اختلاف ہو کہ اوس تقسیم کو شفیع باطل کر سکتا ہو یا نہین مگر صحیح یہ ہو کہ باطل نہین کر سکتا اور اوسی جزو کو لے سکتا ہو جو بعد تقسیم کے مشتری کے حصہ مین آیا ہو۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۴۵) ولو ان رجلين اشتريا دارا وهما شفيعان ولها شفيع ثالث ايضا فاقتسم المشتريان ثم حضر الشفيع الثالث كان له ان يبطل القسمة كانت القسمة بقضاء او بغير قضاء۔

(۱۴۵) اگر دو شخصون نے ایک مکان خریدا جسمین یہ دونون بھی شفیع ہین اور ایک تیسرا شخص بھی اوس مین شفیع ہے ان دونون نے وہ مکان باہم تقسیم کر لیا بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہوا تو وہ اس تقسیم کو باطل کر سکتا ہے خواہ یہ تقسیم بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی

✤

(١٤٦) رجل اشترى دارا ولها شفيعان احدهما غائب فطلب الحاضر الشفعة فقضى له القاضي ثم جاء الشفيع الثاني فان الثاني يطلب الشفعة من الشفيع الحاضر الذي قضى له القاضي لا من المشتري لان الشفيع الاول قام مقام المشتري هذا اذا طلب الشفيع الحاضر جميع الدار بالشفعة فان طلب النصف على ظن انه لا يستحق الا النصف بطلت شفعته۔

(١٤٦) ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسمین دو شخص شفیع ہین مگر ایک شفیع حاضر اور ایک غیر حاضر ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان شفیع دوم حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو مشتری سے طلب شفعہ نکرنا چاہیے بلکہ شفیع اول سے شفعہ طلب کرنا چاہیے جسکے لیے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے اسلیے کہ اب شفیع اول مشتری کے قائم مقام ہوگیا مگر یہ اوسوقت ہے کہ شفیع اول تمام مکان مین طلب شفعہ کرے اور اگر اس گمان سے کہ میرا فقط نصف مکان مین حق ہے نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٤٧) وكذا لو كان حاضرين فطلب كل واحد منهما الشفعة في النصف بطلت شفعتهما لان كل واحد منهما لما لم يطلب الكل بطلت شفعته في النصف الذي لم يطلب واذا بطلت شفعته في النصف يبطل في الكل

(١٤٧) اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین دو شخص شفیع ہین اور دونون حاضر ہین اور ہر ایک نے نصف نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب ہر ایک نے پورے مکان مین شفعہ طلب نہ کیا تو اوس نصف باقی مین اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور جب نصف مین باطل ہوا تو کل مین باطل ہو جائیگا

(١٤٨) رجل باع دارا وهي في اجارة رجل والمستاجر شفيعها جاز البيع في حق البائع والمشتري ويتوقف في حق المستاجر فان اجاز المستاجر البيع نفذ البيع لزوال ما يوجب التوقف ويكون للمستاجر ان ياخذ الدار بالشفعة

(١٤٨) ایک شخص نے اپنا ایک مکان جسمین کرایہ دار رہتا تھا فروخت کیا اور وہ کرایہ دار خود اوسمین شفیع تھا تو بائع اور مشتری کے حق مین یہ بیع جائز ہوگی مگر کرایہ دار کے حق مین اجازت پر موقوف رہیگی اگر کرایہ دار نے بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی اسلیے کہ توقف کا سبب زائل ہوگیا اور یہ کرایہ دار اس مکان کو شفعہ سے لے سکتا ہے۔

(١٤٩) وهو بخلاف ما لو باع دارا على ان يكفل فلان بالثمن او بالدرك

(١٤٩) اگر ایک مکان باین شرط فروخت کیا کہ فلان شخص اُسکے ثمن یا اور کسی قسم کے نقصان کا کفیل ہو اور وہی شخص اوس

وفلان شفيع الدار فكفل الشفيع بطلت شفعته لان الكفالة اذا شرطت فى البيع كان تمام البيع بالكفالة فيصير الكفيل بمنزلة البائع اما ههنا البيع كان تاما جائزا بين البائع والمشترى فلا يصير المستاجر بالاجارة بمنزلة البائع فلا يبطل شفعته۔

مکانمین شفیع ہو اگر اس شخص نے کفالت کو منظور کر لیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر کفالت کی شرط لگائی گئی تو بیع کا تمام ہونا کفالت پر منحصر رہا اور یہ کفیل بمنزلہ بائع کے ہو جائیگا بخلاف صورت مذکورۂ بالا کے کہ وہان بائع اور مشتری کے مابین بیع جائز ہو گئی ہے اور وہ کرایدار بمنزلہ بائع کے نہین ہے لہذا اوس کا شفعہ باطل نہو گا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(١٥٠) ولو ان المستاجر لم يجز البيع ولكنه طلب الشفعة كان طلب الشفعة فسخا للاجارة۔

(١٥٠) اگر صورت مذکورۂ بالا مین کرایدار نے بیع کی اجازت ندی لیکن شفعہ کو طلب کیا تو شفعہ طلب کرلی کی وجہ سے اوسکا کرایہ نامہ باطل ہو جائیگا۔

(١٥١) رجل اشترى دارا فحضر الشفيع واراد ان ياخذ الدار فقال المشترى احدثت فيها هذا البناء وقال الشفيع لا بل اشتريتها مبنية كما هى كان القول قول المشترى وان اقاما البينة كانت بينة الشفيع اولى۔

(١٥١) ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور شفیع نے آکر اوس مکان کو لینا چاہا تو مشتری نے کہا یہ عمارت میری بنائی ہوئی ہے اور شفیع نے کہا یہ بات نہین ہے بلکہ تو نے اسیطرح اسکو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا اور اگر دونون نے گواہ سنادے تو شفیع کے گواہون کو ترجیح ہو گی۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(١٥٢) وكذا لو اشترى ارضا فحضر الشفيع فاراد ان ياخذ الدار وفيها اشجار واختلفا على هذا الوجه وانما يكون القول قول المشترى اذا لم يكن مكذبا ظاهرا فان كان مكذبا ظاهرا بان قال احدثت فيها الاشجار الان لا يقبل قول المشترى وان قال اشتريت

(١٥٢) اسیطرح اگر ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور شفیع نے آکر جسوقت اوسکا لینا چاہا تو اُس زمین مین درخت موجود تھے اون درختون کے نسبت مشتری نے کہا یہ درخت مین نے لگائے ہین اور شفیع نے کہا یہ بات غلط ہے بلکہ جسوقت تو نے زمین کو خریدا ہے یہ درخت اوسمین موجود تھے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا بشرطیکہ ظاہر مین جھوٹ نہ معلوم ہوتا ہے اور اگر ظاہر مین جھوٹ معلوم ہوتا ہے مثلاً اوسنے یہ بات کہی کہ اسیوقت مین نے

منذ عشرين يوما واحدثت فيها الاشجار قبل قوله اذا بين وقتا لا يكذب به الظاهر۔

يه درخت لگائے ہین تو مشتری کا يه قول معتبر ہوگا اور اگر يه کہا کہ اس کو خريدے ہوے مجھے بيس روز ہوے اور اوس وقت اسمين درخت نه تھے بلکہ مين نے يه درخت لگائے ہين تو اوسکا يه قول معتبر ہوگا بشرطيکہ درخت لگانے کی اسقدر قليل مدت بيان کی ہے جس سے اوسکا قول صريح کذب نہ ہو۔

(۱۵۳) وان قال المشتری اشتريت البناء بخمسمائة درهم ثم اشتريت الارض بعد ذلك او قال اشتريت الارض بدون البناء اولا ثم اشتريت البناء بعقد اخر فلا شفعة لك فی البناء لانه نقلی صار مقصودا وقال الشفيع لابل اشتريتهما معافی صفقة واحدة فی القياس يكون القول قول المشتری وفی الاستحسان يكون القول قول الشفيع لان المشتری ينكر الشفعة فی البناء لتفرق الصفقة بعد قيام سبب الشفعة ظاهرا فلا يقبل قول المشتری ولو قال المشتری وهب لی البناء اولا ثم اشتريت الارض كان القول قول المشتری ويأخذ الشفيع الارض بدون البناء۔

(۱۵۳) اگر مشتری نے يه بات کہی کہ اولا مين نے اس مکان کی عمارت پانسو روپيہ کو خريد کر بعد ازان اوسکی زمين خريدی ہے يا يہ بات کہی کہ اولا مين نے اسکی فقط زمين اور اوسکے بعد اسکی عمارت دوسری بيع سے خريدی ہے اس ليے عمارت کے اندر تيرا شفعہ نہين ہے اسليے کہ وہ منقولات مين سے ہے اور يہان پر بيع سے مقصود بالذات ہے اور شفيع نے اسکے جواب مين کہا يہ بات غلط ہے بلکہ تو نے ان دونون کو ايک ہی مرتبہ مين معًا خريدا ہے تو قياس چاہتا ہے اس صورت مين مشتری کا قول معتبر ہو مگر استحسانًا شفيع کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مشتری ظاہر کے خلاف جدا جدا بيع بيان کرکے عمارت مين شفعہ کا منکر ہے اور ظاہر مين شفعہ کا سبب موجود ہے لہٰذا مشتری کا قول معتبر نہ ہوگا اور اگر مشتری نے يه بات کہی کہ اولا بذريعہ ہبہ کے يہ عمارت مجکو ملی ہے بعد ازان اوسکی زمين کو مين نے خريدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور يہ شفيع زمين کو بغير عمارت کے لے سکيگا۔

(۱۵۴) وكذا لو قال اشتريت النصف ثم النصف وقال الجار وهو الشفيع اشتريت الكل بعقد واحد كان القول قول الشفيع استحسانا وان اقاما البينة كانت البينة بينة المشتری وفی قول ابی يوسف رحمه الله هو المختار

(۱۵۴) اسيطرح اگر مشتری نے کہا کہ اول مين نے نصف مکان خريدا ہے اور نصف مکان دوسرے مرتبہ خريدا ہے اور ہمسايہ نے جو اس مکان کے اندر شفيع تھا يہ بات کہی تو نے کل مکان ايک ہی بيع سے خريدا ہے تو استحسانًا شفيع کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے گواہ سنا دئے تو ابو يوسف رح کے نزديک مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا [illegible]

الی البینة وعلی قول محمد رح البینة بینة الشفیع فان ادعی المشتری انه اشتری الکل معا بعقد واحد وادعی الشفیع انه اشتراه متفرقا کان القول قول المشتری۔

اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے سعًا ایک ہی مرتبہ کل مکان کو خریدا ہی اور شفیع نے دعوی کیا کہ تو نے دو مرتبہ کر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۱۵۵) وان قال المشتری وهب لی هذا البیت من الدار بطریقه الی باب الدار ثم باعنی مابقی من الدار بالف درهم وقال الشفیع بل اشتریت کل الدار بالف درهم کان القول قول المشتری فی البیت فیاخذ الشفیع کل الدار ان شاء غیر البیت وطریقه بالف فان جحد البائع هبة البیت کان القول قوله مع یمینه وان صدق البائع المشتری فیما قال کان البیت للموهوب له ولا یصدقان علی ابطال الشفعة فی الدار لان شرکة المشتری قبل شری الدار لا تظهر فی حق الشفیع بقولهما الا ان یقیم البینة علی الهبة قبل شراء الدار فیصیر المشتری شریکا فی الدار فیقدم علی الجار۔

(۱۵۵) اگر مشتری یہ بات کہتا ہو کہ اولا اس احاطہ کا ایک کمرہ مع اوسکے راستہ جو احاطہ کے دروازے مین سے ہو بذریعہ ہبہ کے مجکو ملا ہے پھر باقی احاطہ ہزار روپیہ کو مین نے خریدا ہے اور شفیع کہتا ہے یہ بات غلط ہو بلکہ تو نے کل احاطہ ہزار روپیہ کو خریدا ہو تو اس کمرہ کے بارے مین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور شفیع کو اگر منظور ہوگا تو اوس کمرہ اور اوسکے راستہ کے علاوہ کل احاطہ کو ہزار روپیہ سے لے سکیگا اور اگر اس صورت مین اصل مالک یعنی بائع یہ بات کہے کہ یہ کمرہ مین نے ہبہ نہین کیا تو حلف لیکر اس بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے مشتری کے قول کے تصدیق کی تو وہ کمرہ بذریعہ ہبہ کے مشتری کو ملجائیگا مگر اوس احاطہ مین بطلان شفعہ کی بابت ان دونون کی تصدیق نکیجاویگی اس لیے کہ شفیع کے حق مین بائع اور مشتری کے کہنے سے قبل از خرید احاطہ مشتری کے شرکت احاطہ مین ظاہر نہوگی مگر جس صورت مین کہ یہ مشتری قبل از خرید احاطہ ہبہ ہو جانے پر گواہ سنادے تو اوس وقت مین یہ مشتری احاطہ مین شریک ہونے کی وجہ سے جا بنے؟ مقدم ہوگا۔

(۱۵۶) رجل اشتری دارا فادعی الشفیع ان المشتری هدم طائفة من الدار وکذبه المشتری کان

(۱۵۶) ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اس بات کا دعوی کیا کہ مشتری نے مکان کا کچھ حصہ گرا دیا ہو اور مشتری نے اس بات سے انکار کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے

القول قول المشتری والبينة بينة الشفيع وان لم يوقت شهود صاحب الشفعة يقضی بالبيت بينهما نصفين لاستوائهما فی الحجة ويقضی ببقية الدار للذی اقام البينة علی شراء کل الدار ولا شفعة لاحدهما علی الاخر لانه لم يثبت سبق شراء احدهما۔

گواہ پیش کیے تو شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر صاحب شفعہ کے گواہون نے وقت کی تعین نہین کی تو نصف نصف مکان اونکو دیا جائیگا اسلیے کہ حجت مین دونون برابر ہین اور باقی مکان اوس شخص کو دیا جائیگا جسنے کل مکان خریدنے پر گواہ پیش کیے ہین اور ایک کا شفعہ دوسرے پر نہوسکیگا اسلیے کہ ایک کے خریدنے کو دوسرے پر تقدم ثابت نہین ہوا۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۱۵۷، ولو اختصما فی الدارين المتلازقين فاقام احدهما البينة انه اشتری هذه الدار بالف منذ شهر واقام الاخر البينة انه اشتری هذه الدار الاخری منذ شهرين يقضی للثانی بشری الدار الاخری منذ شهرين کما شهد شهوده ويقضی له ايضا بالشفعة فی الدار الاخری لان جواره سبق علی بيع الدار الثانية ولو لم يوقت شهوده يقضی لکل واحد منهما بداره ولا شفعة لواحد منهما وجعل کان البيعين کانا معا ولو وقت احدهما ولم يوقت الاخر يقضی لصاحب الوقت بالشفعة علی الاخر۔

۱۵۷، اگر دو شخص دو ملے ہوے مکانون مین مخاصمت کرتے ہین اور ایک نے اسبات پر گواہ پیش کیے کہ مجکو ایک مہینہ گذرا جو مین نے اس مکان کو ہزار روپیہ خریدا ہے اور دوسرے نے اسبات کے گواہ پیش کیے کہ دو مہینے گذرے جو مین نے اس دوسرے مکان کو خریدا ہی تو دوسرے کے گواہون کے موافق دو مہینے سے دوسرے مکان کے خریدنے کا حکم دیا جائیگا اور اوس کے لیے اوس مکان مین شفعہ کا حکم دیا جائیگا اس لیے کہ دوسرے مکان کی بیع سے پہلے اوسکو حق جوار ثابت ہو اور اگر اوسکے گواہون نے وقت کی تعین نہین کی تو ہر ایک کو اپنا اپنا مکان دلادیا جائیگا اور کوئی کسیکا شفیع نہوگا اور ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا دونو بیع ایک ہے وقت مین ہوی ہین اور اگر ایک نے وقت کی تعیین کی اور دوسرے نے نہ کی تو تعیین کرنے والا دوسرے کا شفیع ہو جائیگا۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

فصل فيما للشفيع ان ياخذ البعض اولا ياخذ

اسبات کا بیان کہ شفیع مکان کا ایک حصہ لے سکتا ہی یا نہین

(۱۵۸) رجل اشتری ارضا فاجرها من الجار بالشراء او دفعها مزارعة او کان فیها نخل فدفع النخیل معاملة او ساومه الجار بعد ما علم الجار بالشراء بطلت شفعة الجار لان اقدامه علی هذه التصرفات بعد العلم بها رضا منه بقرار ملك المشتری فیبطل شفعته

(۱۵۸) ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور جار کو زمین کرایہ پر اوٹھا دی یا کاشت کے لیے وہ زمین کسی کو دیدی یا اوسکے اندر درخت تھے اور معاملہ کے طور پر پرورش کے لیے وہ درخت کسیکو دیدیے یا جار نے مشتری سے اوسکی قیمت ٹھیرائی اور اوسکو معلوم تھا کہ یہ زمین فروخت ہو گئی ہے تو اس جار کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ باوجود علم بالشراء کے شفیع کو ان تصرفات پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مشتری کی ملکیت ثابت ہونے سے وہ راضی ہے لہذا ...

(۱۵۹) ولو اشتری نخلا لیقطع ثم اشتری الارض بعد ذلك قال لا شفعة للشفیع فی النخیل لانه نقلی وکذا لو اشتری الثمر لیجزها والبناء لیهدمه ثم اشتری الارض بعد ذلك کان للشفیع الشفعة فی الارض خاصة۔

(۱۵۹) اگر ایک باغ کاٹنے کی غرض سے خریدا بعد ازان اوس باغ کی زمین کو بھی خرید لیا تو امام صاحب رح کے نزدیک ان درختون مین شفیع کا شفعہ نہو گا اسلیے کہ وہ منقولات مین داخل ہین اسیطرح اگر درختون کو پھل توڑنے کی غرض سے یا عمارت کو ڈھانے کی غرض سے خرید کر بعد ازان اوسکی زمین کو بھی خرید لیا تو شفیع کا فقط زمین مین شفعہ ہو گا۔

(۱۶۰) ولو اشتری قریة فیها بیوت واشجار ونخل ثم انه باع الاشجار والبناء فقطع المشتری بعض الاشجار وهدم بعض البناء ثم حضر الشفیع کان له الارض وما لم یقطعه من الاشجار وما لم یهدمه من البناء ولیس له ان یاخذ ما قطع ویطرح عن الشفیع حصة ما قطع من الشجر وما هدمه من البناء لانه صار مقصودا فاخذ قسطا من الثمن۔

(۱۶۰) ایک شخص نے ایک گانون خریدا جسمین بہت سے گھر اور درخت اور باغات ہین بعد ازان اوس شخص نے درختون اور عمارات کو فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے تھوڑے سے درخت اور تھوڑے سے مکانات گرائے تھے کہ اوس گانون مین شفیع پیدا ہو گیا تو اوس شفیع کو اسوقت مین صرف گانون کی زمین اور وہ درخت اور مکانات مل سکتے ہین جنکو ہنوز مشتری ثانی نے نہین گرایا ہے اور جنکو گرا دیا ہے وہ نہین مل سکتی بلکہ اون گرے ہوئون کی قیمت لگا کر شفیع کے لیے ثمن کم کر دیا جائیگا اسلیے کہ بیع ثانی مین درخت اور مکانات مقصود بالذات ہین لہذا ثمن اون پر تقسیم کیا جائیگا

(۱۶۱) رجل اشتری نهرا باصله ولرجل ارض فی اعلی النهر بجنبه

(۱۶۱) ایک شخص نے نہر کو بالکل خرید لیا اور نہر کے کنارے پر شروع مین ایک شخص کے زمین ہے اور ایک شخص کی زمین

ولاخوارض فی اسفل النهر الی جنبه فلهما الشفعة جميعا فی اصل النهر من اعلاه الی اسفله وكذا القناة والبير والعين لانها من العقارات وتستحق بالشفعة وكذا القناة مفتحها فی ارض وظهر ماؤها فی ارض اخری فجاران القناة من مفتحها الی مصبها شركاء فی الشفعة۔

(١٦٢) رجل له نصيب فی نهر فهو احق بالشفعة ممن يجری النهر فی ارضه لان الذی يجری النهر فی ارضه جار وصاحب النصيب فی النهر شريك فی المبيع فكان مقدما علی الجار۔

(١٦٣) رجل له ارض كثيرة المؤن والخراج لا يشتريها احد فباعها من انسان مع دار له قيمتها الف وخمسمائة بالف وخمسمائة وللدار شفيع ايأخذ الدار بالشفعة ولا يأخذ الارض قالوا ان كانت الارض بحال يشتريها احد من اصحاب السلطان قسم الثمن وهو الف وخمسمائة علی الدار وعلی قيمة الارض وهي القدر الذی يشتريها احد من اصحاب السلطان ثم ياخذ الشفيع الدار بذلك الثمن ان رضی به

اس نہر کے اخیر مین ہو تو یہ دونون زمیندار اول سے اخیر تک اس نہر مین شفیع ہین اور بند اوکنوین اور چشمہ کا بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ یہ سب عقارات مین داخل ہین لہذا سب مین شفعہ ہو سکتا ہے اسیطرح وہ بند جسمین ایک زمین سے پانی آتا ہے اور دوسری زمین مین جاتا ہے تو اس بند کے پاس رہنے والے لوگ اول سے اخیر تک اس بند مین شفعہ کے اندر شریک ہین۔

(١٦٢) ایک شخص ایک نہر مین حصہ دار ہے اور ایک شخص کی زمین مین نہر چلتی ہے تو یہ حصہ دار زمین والے پر نہر کے شفعہ مین مقدم ہوگا اسواسطے کہ جسکی زمین مین نہر چلتی ہے وہ اوس نہر کا جار ہے اور یہ حصہ دار نہر مین شریک ہے لہذا اوسکو جار پر تقدم ہوگا۔

(١٦٣) ایک شخص کے پاس ایک زمین ہے جسمین اوسکو محنت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے اور محصول بھی زیادہ دینا پڑتا ہے اسوجہ سے کوئی شخص اوسکا خریدار نہین اسواسطے اس زمیندار نے اوس زمین کے ساتھ ایک مکان شامل کرکے جسکی قیمت ڈیڑھ ہزار ہے ڈیڑھ ہزار سے فروخت کیا اور اس مکان مین ایک شخص شفیع ہے سوال یہ ہے کہ یہ شفیع اوس زمین کو چھوڑکر صرف مکان کو لے سکتا ہے یا نہین فقہا کہتے ہین اگر یہ زمین ایسی ہے کہ اراکین سلطنت مین سے کوئی شخص اوسکا خریدار ہو سکتا ہے تو یہ ڈیڑھ ہزار اوس مکان پر اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور زمین کی وہ قیمت فرض کی جاویگی کہ اراکین سلطنت مین سے کوئی اوس قیمت سے خرید سکے اور جسقدر قیمت مکان کی

المشتري وان كانت الارض بحال لا يشتريها احد من اصحاب السلطان ولكنه ينتفع بها ينظر الى قيمة الارض في اخر الوقت الذي ذهبت رغبة الناس عنها ثم ينقسم الثمن على ذلك لانه اذا لم يكن لها قيمة في الحال يعتبر قيمتها في اخر الوقت الذي كانت متقومة وذهبت رغبة الناس عنها۔

حصہ مین پڑیگی وہی قیمت دیکر شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہی بشرطیکہ مشتری بھی راضی ہو جائے اور اگر ایسی زمین ہے کہ ارا کین سلطنت میں سے کوئی اوسکو نہین خرید سکتا لیکن اوس زمین سے نفع اوٹھا سکتے ہین تو دیکھا جائیگا کہ اخیر وقت مین جب سے لوگون کی رغبت اوسکی خریداری سے جاتی رہی ہی اوسکی کیا قیمت تھی پھر وہ ثمن اوس مکان اور اس قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اسواسطے کہ فی الحال زمین کی کچھ قیمت نہین ہی تو اخیر وقت کی قیمت لگائی جائیگی یعنے جبسے لوگونکی خریداری جاتی رہی ہے۔

(١٦٤) رجل اشترى دارين في موضعين مختلفين احدهما بالشام والاخرى بالعراق في صفقة واحدة فان كان الشفيع شفيعا للدارين جميعا فانه ياخذ الدارين وليس له ان ياخذ احد الدارين۔

(١٦٤) ایک شخص نے دو مکان دو مختلف شہرونمین ایکہی بیع سے خریدے مثلا ایک مکان شام مین اور دوسرا عراق مین اور ایک شخص ان دونون مکانون مین شفیع ہی تو وہ دونو مکانون کو سعًا لے سکتا ہی اگر صرف ایک مکان لینا چاہے تو نہین لے سکتا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(١٦٥) وان اشترى الدارين في صفقتين فاراد الشفيع ان ياخذ احدى الدارين كان له ذلك وان كان هو شفيعا للدارين جميعا۔

(١٦٥) اگر ایک شخص نے دو شہرون کے دو مکان دو بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگرچہ دونون مکانون مین وہ شفیع ہو۔

(١٦٦) رجل اشترى خمس منازل من رجل واحد في سكة غير نافذة بصفقة واحدة فاراد الشفيع ان ياخذ منزلا واحدا قالوا ان طلب الشفعة بحكم الشركة في الطريق لا ياخذ البعض لانه تفريق للصفقة من غير ضرورة وان اراد الشفعة بحكم الجوار جواره

(١٦٦) ایک شخص نے کسی سے پانچ مکان کوچہ سربستہ مین ایک بیع سے خریدی اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ یہ شفیع شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ کرتا ہی یا فقط اس ایک مکان کا ہمسایہ ہی۔ دوسری صورت مین ایک مکان کو لے سکتا ہے پہلی صورت مین نہین لے سکتا اسواسطے کہ بلا ضرورت ایک بیع کی تفریق لازم آتی ہے لحاصل جو شخص کوئی زمین دو جگہ ما و باغ یا دو مکان مختلف مواضع

في هذا المنزل الذي يريد اخذه
لا غير كان له ذلك فالحاصل انه
اذا اشترى عقارا في موضعين او بستانين
او دارين في مواضع متفرقة فان كانت
الصفقة متفرقة بان اشترى كل دار
بصفقة على حدة والشفيع شفيع لهما
بدارين له او بدار واحدة فاراد
ان ياخذ بالشفعة احدهما كان له
ذلك وان اشتريهما
في صفقة واحدة فان كان
الشفيع شفيعا لهما جميعا ليس
له ان ياخذ بالشفعة احدهما ولكن
ياخذهما او يدع۔

وان كان الشفيع شفيعا لاحدهما
والصفقة واحدة اختلف الروايات
فيه عن ابي حنيفة رح في اخر الروايات
عنه وهو قول ابي يوسف ومحمد رح
فانه ياخذ التي هو شفيعها خاصة
وهو كما لو اشترى دارا وعبدا صفقة
واحدة فان الشفيع ياخذ الدار
بالشفعة دون العبد۔

مین خریدی اور بیع بھی علحدہ علحدہ ہو کہ ہر مکان کو علحدہ
بیع سے خریدے اور شفیع بذریعہ ایک مکان یا دو مکانون کے
اونمین شفعہ کرے اور فقط ایک مکان کا لینا چاہے تو لے
سکتا ہے اور اگر اون دونون کو ایک بیع سے خریدا ہو
تو اسکی دو صورتین ہین اگر شفیع اُن دونون کے اندر
شفیع ہو تب تو بذریعہ شفعہ کے ایک کو نہین لے سکتا بلکہ
اوسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو لے لے یا دونون کو چھوڑ دے
اور اگر فقط ایک مکان مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوی
ہو تو ابو حنیفہ رح سے اس صورت مین مختلف قول مروی
ہین - مگر اخیر روایت اور نیز ابو یوسف اور محمد رح
کا قول یہ ہے کہ جس مکان مین وہ شفیع ہے
فقط اوسیکو لے سکتا ہے جسطرح کوئی شخص
ایک غلام اور ایک مکان کو سا ایک
بیع سے خریدے تو شفیع صرف مکان بذریعہ
شفعہ کے لے سکتا ہے غلام کو نہین
لے سکتا۔

\+ + + + +

\+ + + + +

\+ + + + +

(١٦٧) هذا اذا كان الشفيع شفيعا
لاحدهما فان كان شفيعا لهما جميعا والصفقة
واحدة فانه ياخذهما او يدع۔

(١٦٧) صورت مذکورہ بالا مین یہ تفصیل اُسوقت ہے کہ شفیع صرف
ایک مکان مین شفیع ہو اور اگر دونون مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہو تو شفیع
کو اختیار ہے کہ دونون کو لے لے یا بالکل دونون کو چھوڑ دے۔

(١٦٨) رجلان باعا دارا مشتركة بينهما

(١٦٨) دو شخصوں نے ایک مکان مشترک ایک شخص کے ہاتھ

من رجل لم یکن للشفیع ان یاخذ البعض وان کان البائع واحدا والمشتری اثنین فللشفیع ان یأخذ حصۃ احدھما یعتبر جانب المشتری لا جانب البائع وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رح ان البائع اذا کان اثنین والمشتری واحد اکان للشفیع ان یاخذ نصیب احد البائعین قبل القبض ولا یاخذ بعضہ بعد القبض وھذا قول ابی حنیفۃ رح الاول اما فی قولہ الاخر یعتبر جانب المشتری علی کل حال قبل القبض وبعدہ سواء کان المشتری اشتراہ لنفسہ او لغیرہ بالوکالۃ۔

فروخت کیا تو شفیع ایک کے حصہ کو نہین لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا مکان دو شخصون کے ہاتھ فروخت کیا تو شفیع فقط ایک مشتری کے حصہ کو بھی لے سکتا ہی غرض اس بارے مین مشتری کا لحاظ کیا جائیگا نہ بائع کا اور حسن نے ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہے کہ اگر بائع دو شخص ہین اور مشتری ایک شخص ہے تو شفیع ایک بائع کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے بشرطیکہ ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو ایسا نہین کر سکتا۔ یہ ابو حنیفہ رح کا پہلا قول ہی مگر اخیر قول یہی ہی کہ ہر حال مین مشتری کا اعتبار کیا جائیگا خواہ اوسکا قبضہ ہوا ہو یا نہین اور خواہ مشتری نے اپنے لیے خریدا ہو یا دوسرے کے لیے وکالۃً خریدا ہو۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۶۹) رجل اشتری دارا بین لرجلین فلیس للشفیع ان یاخذ نصیب احد الامرین۔

(۱۶۹) ایک شخص نے دو شخصون کے لیے دو مکان خریدے تو شفیع کو اسبات کا اختیار نہین ہی کہ ایک شخص کا حصہ لے سکے۔

(۱۷۰) وان اشتری رجلان دار الرجل کان للشفیع ان یاخذ النصف ولو کان البائع اثنین والمشتری واحد افطلب الشفیع نصیب احد البائعین لا یبطل شفعتہ بذلک ولہ ان یاخذھا کلھا مقسومۃ کانت او غیر مقسومۃ

(۱۷۰) اگر دو شخصون نے ایک مکان کسی شخص کے لیے خریدا تو شفیع اگر لینا چاہے نصف مکان کو لے سکتا ہی اور اگر دو شخصون سے ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے ایک بائع کے حصہ مین شفعہ طلب کیا تو اوس کا شفعہ باطل نہو گا مگر اوس کو کل مکان لینا پڑے گا خواہ تقسیم شدہ ہو یا نہو۔

فصل فی تسلیم الشفعۃ والحیلۃ فی ابطالھا واسقاطھا

شفعہ کے چھوڑ دینے اور اوسکے باطل کرنے یا ساقط کرنیکے لیئے حیلہ کرنے کا بیان

(۱۷۱) رجل اشتری دارا بسائۃ

(۱۷۱) ایک شخص نے سوا شرفی کو ایک مکان خریدا

دینار وقال للشفیع اشتریت ھذہ الدار بمائۃ دینار فسلم لی نصفھا وادفع نصفھا الیک فقال الشفیع نعم ان قال فعلت ذلک یکون تسلیما للشفیع۔

اور شفیع سے یہ بات کہی کہ مین نے اس مکان کو سو اشرفی سے خریدا ہے تو اس مکان کا نصف مجکو چھوڑ دے اور باقی نصف مین تجکو دونگا شفیع نے کہا اچھا مین نے اس بات کو منظور کیا تو شفیع کا یہ قول تسلیم کرلینا سمجھا جائیگا۔

۱۷۲، وذکر ھذہ المسئلۃ فی کتاب الشفعۃ وجعلھا علی ثلاثۃ اوجہ اما ان سلم الشفعۃ بالدراھم او ببعض منھا بعینھا او ببعضھا بغیر عینھا او قال سلمت لک نصف الشفعۃ بمائۃ دراھم بطلت شفعتہ فی الکل وان قال سلمت لک الشفعۃ فی نصف الدار فیہ روایتان فی روایۃ تبطل الشفعۃ فی الکل وفی روایۃ لا تبطل وذکر فی الجامع ما یدل علی ان تسلیم الشفعۃ فی البعض لا یبطل شفعتہ فی الکل وان صالح الشفیع من الشفعۃ علی دراھم بطلت شفعتہ ولا یجب المال۔

۱۷۲، مسئلہ مذکورہ بالا کو کتاب الشفعہ مین ذکر کیا ہے اور اوسکی تین صورتین بیان کی ہین اگر بجائے اشرفیون کے اوسیقدر روپیہ سے یا اوسکے ایک حصہ معین یا غیر معین سے شفعہ کو چھوڑ دے یا یہ بات کہے کہ بعوض سو روپیہ کے مین نے نصف شفعہ تجکو چھوڑ دیا تب تو کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر یہ بات کہی کہ نصف مکان مین تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسمین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت کے موافق باطل نہوگا اور جامع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصے مین شفعہ چھوڑ دینے سے کل مکان مین شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر شفیع نے کچھ روپیہ ٹھہرا کر مشتری سے صلح کرلی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر مکان کا ایک خاص حصہ مشتری سے ٹھہرا کر فیصلہ کرلیا تو یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور شفیع کو نصف مکان مل جائیگا اور باقی نصف مشتری کے لیے بچ جائے گا۔

وان صالح علی بعض المعین من الدار صح الصلح ویکون للشفیع نصف الدار ویبقی النصف للمشتری

\+ + + + + +

\+ + + + + +

۱۷۳، ولو ان الشفیع قال للمشتری وقد اشتری الدار لغیرہ بالوکالۃ سلمت شفعتھا او سلمت الشفعۃ

۱۷۳، اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے وکالۃً ایک مکان خریدا اور شفیع نے اس مشتری سے کہا مین نے اس مکان کا شفعہ چھوڑ دیا یا یہ کہا کہ تیرے لیے چھوڑ دیا

لك او قال ذلك للبائع والدار في يد البائع كان تسليما للشفعة۔

یا بائع سے یہ بات کہی اور اسوقت مکان بائع کے قبضہ میں تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

۱۷۴، ولو قال للبائع بعد ما سلم الدار الى المشتري سلمت الشفعة لك صح استحسانا۔

۱۷۴، اگر شفیع نے بائع سے یہ بات کہی تیرے لیئے میں نے شفعہ چھوڑ دیا اور مکان پر مشتری کا قبضہ ہو چکا تھا تو استحسانا اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

۱۷۵، ولو قال سلمت الشفعة بسببك او لاجلك صح تسليمه قياسا واستحسانا۔

۱۷۵، اگر صورت مذکورہ بالا میں شفیع نے بائع سے کہا تیرے خاطر سے میں نے شفعہ چھوڑ دیا تو قیاسا اور نیز استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

۱۷۶، فان قال للوكيل بالشراء بعد ما دفع الدار الى الموكل سلمت لك الشفعة صح استحسانا ولو اشترى دارا بالوكالة لغيره فقال اجنبي للشفيع سلم شفعة هذه الدار للموكل فقال الشفيع سلمتها لك او اعرضت عنها لك صح تسليمها قياسا واستحسانا ولو قال الشفيع لاجنبي ابتداء سلمت شفعة هذه الدار لك او قال اعرضت عنها لك لا يصح تسليمه ولا يبطل شفعته قياسا واستحسانا ولو قال لاجنبي سلمت الشفعة للموكل او قال وهبتها للموكل او قال اعرضت عنها للموكل لاجلك وشفاعتك صح تسليمه للامر وتبطل شفعته۔

۱۷۶، اگر ایک وکیل نے مکان خرید کر اپنے موکل کو دیدیا بعد ازاں شفیع نے وکیل سے کہا میں نے تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا ہے تو استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اسی صورت میں ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا اس مکان کا شفعہ موکل کے لیے چھوڑ دے شفیع نے کہا تیرے لیے میں نے چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے میں نے اعراض کر لیا تو قیاسا اور نیز استحسانا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے اجنبی کے بغیر کہے خود اوس سے یہ بات کہی تیرے لیے میں نے شفعہ چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے اعراض کر لیا تو استحسانا شفعہ باطل ہوگا اور اگر اجنبی سے کہا موکل کے لیے میں نے شفعہ چھوڑ دیا یا موکل کے لیے ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے تیری وجہ سے اور تیری سفارش سے اعراض کر لیا تو موکل کے لیے اوسکا چھوڑنا صحیح ہوگا۔

۱۷۷، ولو صالح الاجنبي الشفيع من شفعته على دراهم معلومة كان تسليما ولا يجب المال لانه لو صالح المشتري من الشفعة على مال بطلت شفعته ولا يجب المال وهو بمنزلة ما اذا صالح الكفيل بالنفس الطالب على مال لا يجب المال

۱۷۷، اگر ایک اجنبی شخص نے کچھ روپیہ مقرر کر کے شفیع سے شفعہ کے بارے میں صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اجنبی کو روپیہ دینا نہ پڑیگا اسلیے کہ اگر خود مشتری بعوض کچھ مال کے شفیع سے صلح کرلے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مشتری کو کچھ مال دینا نہیں پڑتا ہے جسطرح کفیل بالنفس کچھ مال ٹھیر کر طالب سے صلح کرلے تو کفیل کو مال دینا نہیں پڑتا اور اسبات میں اختلاف ہے کہ وہ کفالت سے بری ہو جاتا ہے یا نہیں ابو حفص کی روایت

وهل يبرأ عن الكفالة في رواية ابي حفص يبرأ ولا يبرء في رواية ابي سليمان

کے موافق بری ہوجاتا ہو اور ابو سلیمان کی روایت کے موافق بری نہین ہوتا۔

(۱۷۸) ولو ان اجنبيا قال للشفيع اصالحك على كذا من الدراهم على ان تسلم الشفعة ولم يقل لى فقبل الشفيع لا يجب المال على الاجنبي ولا يبطل شفعته۔

(۱۷۸) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے یہ بات کہی بعوض اسقدر روپیہ کے اس بات پر مین تجھسے صلح کرتا ہون کہ تو شفعہ کو چھوڑ دے اور یہ لفظ نہ کہا کہ میرے لیے اور شفیع نے قبول کرلیا تو اس اجنبی پر روپیہ لازم نہوگا اور اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۱۷۹) ولو قال الشفيع للبائع سلمت لك بيعك او قال للمشتري سلمت لك شراءك بطلت شفعته۔

(۱۷۹) اگر شفیع نے بائع سے کہا تیرے لیے مین نے تیری بیع کو چھوڑ دیا یا مشتری سے کہا تیرے لیے تیری خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۱۸۰) وان قال لاجنبي سلمت لك شراء هذه الدار لم يكن ذلك تسليما ولا تبطل شفعته۔

(۱۸۰) اگر شفیع نے ایک اجنبی شخص سے کہا تیرے لیے مین نے اس مکان کے خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل نہوگا

(۱۸۱) وان قال الشفيع للمشتري سلمت هذه الدار لك او شفعة هذه الدار لك ان كنت اشتريتها لنفسك وقد كان المشتري اشتراها لغيره لا يبطل شفعته لانه علق التسليم بالشرط وتسليم الشفعة اسقاط يحتمل التعليق والمعلق بالشرط لا ينزل عند عدم الشرط

(۱۸۱) اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین نے اس مکان کو یا اس مکان کے شفعہ کو تیرے لیئے چھوڑ دیا اگر تو نے اپنے لیے خریدا ہو اور مشتری نے کسی اور کے لیے اوسکو خریدا تھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ شفیع نے ترک شفعہ مین شرط لگائی تھی اور شفعہ کا ترک کرنا ایک حق کا ساقط کرنا ہی جسمین شرط لگ سکتی ہی اور مشروط بغیر شرط کے ثابت نہین ہوتا

(۱۸۲) ولو ان الشفيع قال للمشتري سلم لي نصف الدار بالشفعة فابى المشتري لا يبطل شفعته هو الصحيح وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار سلم لي نصفها بالشفعة

(۱۸۲) اگر شفیع نے مشتری سے کہا نصف مکان بذریعہ شفعہ کے مجکو دے اور مشتری نے انکار کیا تو قول صحیح یہ ہی کہ شفعہ باطل نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون لہذا بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دے تو باقی نصف مکان مین تیرے لیے چھوڑ دون مشتری نے

فاسلم لك النصف الباقي فأبى المشتري لا يبطل شفعته۔

اس بات سے انکار کیا تو شفعہ باطل نہو گا۔

(۱۸۳) ولو ان البائع والمشتري قالا للشفيع ابرئنا عن كل خصومة لك قبلنا ففعل وهو لا يعلم بثبوت الشفعة بطلت شفعته قضاء ولا تبطل فيما بينه وبين الله تعالى وهو كرجل قال لغيره اجعلني في حل ففعل ولم يعلم بما له قبله في القضاء يبرأ عما له عليه ولا يبرأ فيما بينه وبين الله تعالى۔

(۱۸۳) اگر بائع اور مشتری نے شفیع سے کہا کہ ہم سے تجھسے جو کچھ جھگڑا ہے اوس سے ہمکو بری کر دے اور شفیع نے اونکو بری کر دیا اگر ثبوت شفعہ کا اوسکو علم نہ تھا تو عند القاضی اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور عند اللہ باطل نہوگا جیسے کوئی شخص کسی سے کہے میرے اوپر جو کچھ تیرا حق ہی مجکو معاف کر دے اور اُس شخص کو اس بات کا علم نہ تھا کہ کیا حق ہی اور اوسنے معاف کر دیا تو عند القاضی یہ شخص اوسکے حق سے بری ہو جائیگا اور عند اللہ بری نہوگا

(۱۸۴) ولو ان رجلا اوصى بدار لرجل فلم يعلم به الموصى له ومات الموصي فبيعت دار بجنب دار الوصية ثم قبل الموصى له الوصية فلا شفعة للموصى له في الدار الثانية لانه لم يملك الوصية قبل القبول فلا يكون جار الدار الثانية۔

(۱۸۴) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا مکان فلان شخص کو دیا جائے اور جسکے لیے وصیت کی ہی اوسکو وصیت کا علم نہین ہے اب وصیت کرنے والا مر گیا اور اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا پھر اوس نے اوس وصیت کو قبول کیا تو دوسرے مکان مین اس شخص کا شفعہ نہوگا اسلیے کہ قبل از قبول وصیت یہ شخص مکان کا مالک اور فروخت شدہ مکان کا جار نہ تہا۔

(۱۸۵) ولو ان الموصى له مات قبل ان يعلم بالوصية ثم بيعت الدار الثانية بجنبها فادعى ورثة الموصى له الشفعة في الدار الثانية كان لهم ذلك لان موت الموصى له قبل القبول يكون قبولا للوصية فصارت الوصية ميراثا عنه لورثته فاذا ثبت الملك للورثة تحقق لهم سبب الشفعة وهو الجوار

(۱۸۵) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا فلان مکان فلان شخص کو دینا اور موصی لہ (یعنے جسکے لیے وصیت کی تہی) اس وصیت سے لاعلم تھا اور اوسی لاعلمی کی حالت میں مر گیا بعد ازان اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا اور اس موصی لہ کے وارثون نے فروخت شدہ مکان مین شفعہ کا دعوی کیا تو اونکا دعوی صحیح ہی اسلیے کہ قبل از قبول وصیت موصی لہ کا مرجانا وصیت قبول کرنے کے حکم مین ہے ورنہ وصیت کا مکان موصی لہ کے وارثوں کے ملک ہو جائیگا اور جب اونکی ملک ہو گیا تو شفعہ کا سبب یعنی جوار ثابت ہو گیا

(۱۸۶) واما الحیل فی ابطال الشفعة ذکر الخصاف رح فیه منها ما یکون تزهیدا عن طلب الشفعة و منها ما یکون ابطالا اما ما یکون ابطالا فمنها ان یهب البائع الدار للمشتری ویشهد علی الهبة والمشتری یهب الثمن للبائع ویشهد علیها فلا یثبت الشفعة اذا لم یکن الهبة بشرط العوض الا ان هذه الحیلة لا یملکها بعض الناس لانها تبرع ومن الناس من لا یملك التبرع کالاب والوصی وغیرهما۔

(۱۸۶) خصاف رح نے ذکر کیا ہی بعض حیلے ایسے ہین جنسے شفیع کو خود ہی شفیع کیطرف توجہ نہین رہتی اور بعض ایسے ہین جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ابطال شفعہ کے لیے منجملہ حیلون کے ایک یہ حیلہ ہو کہ بائع اوس مکان کو اولا مشتری پر ہبہ کرکے لوگون کو گواہ کردے اوس کے بعد مشتری بائع پر ثمن ہبہ کرکے لوگونکو گواہ کردے اگر یہ ہبہ بشرط عوض نہو لیکن یہ ایسا حیلہ ہو کہ ہر شخص اس حیلے کو نہین کرسکتا اسواسطے کہ ہبہ تبرعات مین سے ہے اور بعض لوگون کو تبرعات کا اختیار نہین ہوتا مثلا نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی وغیرہ۔

* * * * *

(۱۸۷) ومنها ان یصدق بالدار علی انسان ثم المشتری یتصدق بمثل الثمن علی البائع فهی والهبة سواء الا ان فی الهبة للاجنبی یملك الرجوع وفی الصدقة لا یملك۔

(۱۸۷) ازانجملہ یہ حیلہ ہے کہ بائع اپنا مکان مشتری پر صدقہ کردے اور مشتری ثمن کی قدر بائع پر صدقہ کرے یہ صورت اور ہبہ کی صورت دونون برابر ہین مگر اتنا فرق ہو کہ اجنبی کے لیے ہبہ کرنے مین ہبہ کرنے والا رجوع کرسکتا ہو اور صدقہ مین رجوع نہین کرسکتا۔

(۱۸۸) ومنها ان یهب جزء شائعا من الدار ثم یترافعان الی القاضی الذی یری هبة المشاع فیما یحتمل القسمة فیحکم بجواز الهبة ثم یبیع بقیة الدار منه فیکون الموهوب له مقدما علی الجار۔

(۱۸۸) ایک حیلہ یہ ہو کہ بائع مکان کا کوئی غیر معین حصہ مشتری کو ہبہ کردے پھر یہ بائع اور مشتری ایسے قاضی کے روبرو اپنا قضیہ پیش کرین جو محتمل القسمة چیزین مین ایک حصہ غیر معین کے ہبہ کو تجویز کرتا ہو تاکہ یہ قاضی جواز ہبہ کا حکم دے اوسکے بعد یہ بائع باقی مکان اوس مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اس صورتمین مشتری بسبب شرکت کے جار پر مقدم ہوگا

(۱۸۹) ومنها ان یهب الدار بشرط العوض الا ان هذا علی الروایة

(۱۸۹) ازانجملہ ایک یہ حیلہ ہو کہ بشرط عوض اپنا مکان کسیکو ہبہ کرے مگر یہ اوس روایت کے موافق ہوسکتا ہو کہ ہبہ بشرط

التی لایثبت الشفعة فی الهبة بشرط العوض
امافی الروایات الظاهرة تثبت الشفعة
فی الهبة بشرط العوض فان
اراد ان لایاخذ الشفیع فی
ظاهر الروایات ینبغی ان یاخذ الموهوب
له الدار الاجزأ منها ویاخذ الواهب
کل العوض الادانقا فلایثبت الشفعة
للشفیع فان فی الهبة بشرط العوض قالوا
انما یثبت الملک للموهوب له اذا قبض
الکل اما اذا لم یقبض الکل لایثبت له
الملک ولاینقطع حق الواهب ویکون
للواهب ان یرجع من غیر قضاء ولا
رضاء یروی ذلک عن محمد رح
نصافیکون هذا کالبیع بشرط الخیار
للبائع وثم لایثبت الشفعة للشفیع مابقی
حق البائع هذا اذا کان الموهوب شیئا
یحتمل القسمة فان کان
لایحتمل القسمة کالبیت الصغیر
والحانوت اذا وهب منها جزءا
معلوما شائعا جاز عند الکل
ولایکون للجار ان یاخذ بالشفعة

عوض مین شفعہ ثابت نہین ہوتا لیکن روایت
ظاہر یہی ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین شفعہ ثابت ہوجاتا ہے
پس اگر ہبہ کرنے والے کو مقصود ہو کہ ظاہر روایت کے
بھی موافق شفیع نہ لے سکے تو یہ تدبیر کرنی چاہیے کہ موہوب لہ
یعنے جسکو ہبہ کیا ہے، کل مکان کو قبول کرے مگر ایک بالشت
چھوڑدے اور ہبہ کرنے والا کل عوض قبول کرے اور ایک
پیسہ چھوڑدے کہ اسوقت مین شفیع کا شفعہ نہوگا اسلیے
تمہارے نزدیک ہبہ بشرط العوض مین موہوب لہ کی ملک
اوسوقت ثابت ہوتی ہے کہ جبوقت کل پر قبضہ کرے
اور جب تک کل پر قبضہ نہوگا ملک ثابت نہوگی اور ہبہ کنندہ
کا حق اوس سے منقطع نہوگا بلکہ بلا حکم قاضی اور بلا رضامندی
باہمی کے اوسکو ہبہ کے واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ محمد رحہ سے
یہ قول صراحۃً مروی ہے پس اوسکا حال ایسی بیع کا سا حال
ہے جسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہے کہ جب تک بائع کا
حق باقی رہیگا شفیع کا شفعہ ثابت نہوگا۔ یہ حکم اوسوقت
ہے کہ ہبہ کنندہ محتمل القسمت چیز کو ہبہ کرے اور اگر غیر محتمل
القسمت چیز ہے مثلا چھوٹی سی کوٹھری یا دوکان اور اوسمین سے
نصف بلا تعیین ہبہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور جار کو شفعہ
کا اختیار نہوگا۔

+ + + + + +

+ + + + + +

(۱۹۰) ومنها ان یشتری البناء اولا
فی صفقة ثم یشتری العرصة بثمن غال
فلایثبت الشفعة فی البناء لانه نقلی
ولایرغب الشفیع فی اخذ العرصة بثمن

(۱۹۰) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری اولا ایک بیع سے
مکان کی صرف عمارت کو خریدے بعد ازان مکان کی
زمین کو گران قیمت سے خریدے کہ عمارت چونکہ منقولات
مین داخل ہے اسلیے اوسمین شفعہ نہوگا اور زمین کو گران ہونے کی وجہ سے

غال فکان تزهیدا۔

شفیع خود نہ لیگا اس حیلہ سے شفیع شفعہ نکر سکیگا اگرچہ اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(۱۹۱) وکذا لو وهب البناء باصله ثم یشتری العرصة بثمن غال وکذلك فی الکروم والاراضی۔

(۱۹۱) ایک حیلہ یہ ہو کہ مالک مکان عمارت کو کسی پر ہبہ کرکے اوسکی زمین کو گران قیمت سے اوسی شخص کے ہاتھ فروخت کردے اور باغات وآراضی کا بھی یہی حال ہو۔

(۱۹۲) وفی هذه الفصول اذا اراد الشفیع ان یحلف البائع او المشتری بالله ما فعل هذا فرارا عن الشفعة ان اراد تحلیف البائع لیس له ذلك لان نکوله لایکون حجة علی المشتری وان اراد تحلیف المشتری فکذلك لانه یدعی علیه شیئا لواقربه لایلزمه۔

(۱۹۲) حیلے کی صورتون مین اگر شفیع کو بائع یا مشتری سے اسبات کا حلف لینا منظور ہو کہ یہ تدبیر ابطال شفعہ کے لیے نہین کی گئی ہو تو بائع سے حلف نہین لے سکتا اسواسطے کہ اگر بائع نے حلف سے انکار کیا تو مشتری پر اوسکا انکار حجت نہوگا اور نہ مشتری سے حلف لے سکتا ہو اسلیے کہ اگر مشتری اوسکے دعوی کا مقر ہو جائے تو وہ دعوی مشتری پر لازم نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۹۳) ومن الحیلة ان یشتری سهما معلوما بثمن غال فی صفقة ثم یشتری الباقی بثمن یسیر فلا یرغب الشفیع فیما باع اولا لکثرة الثمن وبدونه لایملك اخذ الباقی لان المشتری یصیر شریکا فیکون مقدما علی الجار۔

(۱۹۳) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری ایک بیع مین مکان کا معین حصہ گران قیمت سے خریدے بعد ازان باقی کو ارزان قیمت سے خریدے کہ پہلے بیع مین گرانی کی وجہ سے شفیع کو شفعہ کیطرف توجہ نہو گی اور دوسری بیع مین وہ اسلیے شفعہ نکر سکیگا کہ مشتری شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۹۴) ومنها ان یشتری الدار بثمن غال ثم یاخذ البائع بذلك الثمن بدلا آخر فلا یرغب الشفیع ان یاخذ الدار بالثمن لکثرته ولا یکون له ان یاخذها بالبدل الثانی لان الثانی بدل عن الثمن لاعن الدار۔

(۱۹۴) ایک حیلہ یہ ہی کہ مکان کو گران قیمت سے خریدلے اور بائع کو اوس قیمت کے عوض مین کوئی اور چیز دیدے جو مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو اس تدبیر سے شفیع کو ثمن دیگر مکان کے لینے کی طرف توجہ نہوگی اسلیے کہ ثمن مکان کی اصل قیمت سے زیادہ قرار پایا ہے اور اوسکے بدلے مین یہ چیز دیکر بھی نہین لے سکتا کیونکہ وہ چیز ثمن کا بدل ہے مکان کا بدل۔ [illegible]

۱۹۵۔ وذكر الخصاف رح حيلة لم يروها عن محمد رح وهي ان يدعي ان الدار لابن صغير له في يد هذا الرجل ثم ان المدعي يصالح الذي في يديه الدار على ان يدفع اليه مائة دينار ولا يقول انها من مال ابنه على ان يسلم الذي في يديه الدار فيجوز ولا شفعة فيها لان الاب لا ياخذ الدار بطريق المعاوضة فيقع الملك للابن دون الاب الا ان هذا كذب فان اراد ابطال الشفعة على وجه لا يكون كاذبا يامر الاب مملوكا له ان يشتري الدار من صاحبها لابن صغير لمولاه بالثمن الذي اتفقا عليه فيشتري المملوك شراء ثم ان المولى يدعي ان الدار لابنه الصغير ولا يدعي الشراء فيكون صادقا الا ان هذا لا يخلو عن نوع شبهة لان الملك انما يثبت للابن بالسبب فاذا ادعى الاب ملكا مطلقا كان مدعيا غير ذلك الملك لان الملك المطلق اقوى من الملك بالسبب على ما عرف ان القضاء بالملك المطلق قضاء بالزوائد وفي القضاء بالملك بسبب لا يدخل الزوائد والشهود اذا احتملوا الشهادة على الملك

۱۹۵۔ خصاف رح نے ایک حیلہ ذکر کیا ہی جسکی روایت امام محمد رح سے نہین کی ہی وہ یہ ہی کہ ایک شخص مالک مکان پر اسبات کا دعوی کرے کہ تیرے پاس جو یہ مکان ہی میرے نابالغ لڑکے کا ہی بعد ازان یہ مدعی کو اشرفیان دیکر اور مدعا علیہ سے مکان لیکر صلح کرلے اور یہ نہ کہے کہ میرے لڑکے کا مال ہی تو یہ صلح جائز ہے اور اوسمین شفعہ نہین ہی اسلیے کہ باپ نے یہ مکان بطریق معاوضہ کے نہین لیا ہی لہذا وہ مکان باپ کی ملک نہوگا بلکہ بیٹے کی ملک ہوجائیگا مگر اس حیلہ مین یہ نقصان ہی کہ باپ کا یہ کہنا صریح کذب ہی پس اگر اوسکو مقصود ہو کہ شفعہ باطل ہوجاوے اور جھوٹ بھی نہ بولنا پڑے تو اوسکی یہ تدبیر ہی کہ باپ اپنے کسی غلام کو حکم دے اور وہ غلام اس مکان کو مالک مکان سے ثمن ٹھیرا کر اپنے آقا کے نابالغ لڑکے کے واسطے خرید لے بعد ازان اوسکا آقا دعوی کرے کہ یہ مکان میرے لڑکے کا ہی اور خریدنے کا ذکر نکرے تو اوسکا یہ کہنا سچ ہوگا مگر اسمین ایک قسم کا شبہہ ہی اسواسطے کہ بیٹے کو ملکیت بالسبب ثابت ہوگی اور باپ ملکیت مطلقہ کا دعوی کرتا ہی پس اوسکا دعوی خلاف واقع کے ہی اس لیے کہ ملکیت مطلقہ ملکیت بالسبب سے قوی ہی چنانچہ معلوم ہوچکا ہی کہ ملکیت مطلقہ کے حکم دینے سے زوائد کا حکم ثابت ہوجاتا ہی اور ملکیت بالسبب کا حکم دینے سے زوائد کا حکم ثابت نہین ہوتا اسیطرح اگر گواہون کو ملکیت بالسبب کا علم تھا اور اپنے اظہار مین اونھون نے ملکیت مطلقہ کا بیان کیا تو اونکی گواہی خلاف واقع کے ہوگی اس لیے کہ ملکیت مطلقہ مین اصل کے ساتھ

بسبب فاذا شهدوا بالملك المطلق كانت شهادتهم بالاصل والزيادة۔

زیادتی بھی داخل ہوتی ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

١٩٦، واختلف المشائخ رح ان الشاهد اذا تحمل الشهادة على الملك بسبب ثم ان البائع غصب المبيع من المشتري فجاء المشتري بالشهود وامرهم ان يشهدوا له بالملك المطلق قال بعضهم يجوز لهم ان يشهدوا بالملك المطلق وقال بعضهم لا يجوز وكذا اذا تحملوا الشهادة على الدين بسبب هل يباح لهم ان يشهدوا على الدين مطلقا هو على هذا الخلاف ايضا والخصاف رح يقول بالجواز۔

١٩٦، اگر گواہوں کو ملکیت بالسبب کا علم ہے اور بائع نے مبیع کو مشتری سے غصب کر لیا اور مشتری نے گواہ پیش کیے اور اونسے ملک مطلق کی گواہی چاہی تو مشائخ رح کا اوسمیں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ان گواہوں کو ملکیت مطلقہ کی گواہی دینا جائز ہے بعض کہتے ہیں جائز نہیں ہے اسیطرح اگر گواہوں کو کسی خاص سبب سے دین کا علم ہے تو بعض مشائخ کے نزدیک مطلق دین کی گواہی دینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے خصاف رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے کہ گواہی دینا جائز ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

١٩٧، ومن جملة الحيل ان يقر البائع بجزء معلوم من الدار للمشتري ثم يبيع الباقي منه الا ان هذا يكون على الاختلاف ايضا فانهم اختلفوا ان الانسان اذا اقر لغيره بعين هل يثبت الملك المقر له بالاقرار قال بعضهم لا يثبت لان الاقرار ليس من اسباب الملك ولهذا لا يصح من العبد الماذون ولو كان الاقرار من اسباب الملك كان الاقرار تمليكا بغير عوض والعبد الماذون لا يملك ذلك۔

١٩٧، ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری کے لیے بائع مکان کے ایک خاص حصہ کا اقرار کرے بعد ازاں باقی کو اوسکے ہاتھ فروخت کر دے مگر اسمیں بھی اختلاف ہے اسلیے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے لیے کسی خاص چیز کا اقرار کرے تو بعض کے نزدیک اس اقرار سے دوسرے کے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک ملکیت ثابت نہیں ہوتی اسلیے کہ اقرار ملکیت کا سبب نہیں ہے ولہذا وہ غلام جو آقا کیطرف سے خرید فروخت کا مجاز ہے اگر کسی کے لیے اقرار کرے تو اوسکا اقرار صحیح ہے اور اگر یہ اقرار ملکیت کا سبب ہوتا تو اوسمیں تملیک بلا عوض پائی جاتی اور وہ غلام اسبات کا مجاز نہیں تھا۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(١٩٨) ومن الحيل ان يوكل المشتري رجلا بالشراء فيشتري الوكيل ويغيب ولا يكون الموكل خصما للشفيع الا ان هذا على قول محمد رح اما على قول ابي يوسف رح يكون الموكل خصما للشفيع ليطلب منه الشفعة فانه ذكر في المأذون اذا اشترى الرجل دارا او باع من آخر وغاب المشتري الاول ثم جاء الشفيع واراد ان يأخذ بالبيع الاول على قول محمد رح لا يملك ذلك وعلى قول ابي يوسف رح يملك ذلك۔

(١٩٨) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری کسی شخص کو وکیل مقرر کر کے مکان خریدے اور یہ وکیل مکان کو خرید کر کہین غائب ہوجائے اب وہ شفیع اس موکل سی دعوی نہین کرسکتا مگر یہ حیلہ امام محمد رح کی موافق ہوسکتا ہے اور ابو یوسف رح کے موافق نہین ہوسکتا اسلئے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک اس موکل سی شفیع دعوے کرسکتا ہے۔ چنانچہ ماذون مین مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مکان کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے اور مشتری اول غائب ہوجاے بعد ازان شفیع بیع اول مین شفعہ کا دعوی کرے تو امام محمد رح کے نزدیک کرسکتا ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک نہین کرسکتا ہے۔

(١٩٩) وعلى هذا الخلاف العبد المأذون المديون اذا باعه المولى بغير اذن الغرماء فغاب فحضر الغرماء لا خصومة لهم مع المشتري في قول محمد رح وعلى قول ابي يوسف رح للغرماء ان يخاصموا المشتري۔

(١٩٩) اگر ایک شخص کے غلام پر لوگون کا قرض آتا ہے اور اس شخص نے اون لوگون کی بلا اجازت غلام کو فروخت کر دیا اور غلام کہین غائب ہوگیا اب قرضخواہ امام محمد رح کے نزدیک مشتری سی نزاع نہین کرسکتی اور ابو یوسف رح کی نزدیک مشتری سے مخاصمت اور نزاع کرسکتے ہین۔

(٢٠٠) ومن الحيلة بالشفعة ان يواجر المشتري من البائع ثوبا ليلبس يوما الى الليل بجزء من مائة جزء من الدار فمضى اليوم ثم يبيع بقية الدار من صاحب الثوب فلا يكون الشفعة للشفيع اما في الجزء الاول فلان صاحب الثوب ملك الجزء بالمنفعة واما في

(٢٠٠) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری بائع سی ایک کپڑا صبح سی شام تک پہننے کیواسطے لیوے اور اوسکی اجرت یہ ٹھہراے کہ اپنے مکان کے سو حصون مین سی ایک حصہ تجکو دونگا اور صبح سے شام تک اوس کپڑے کو پہن کر باقی مکان کپڑے والیکے ہاتھ فروخت کر دے تو اس سی شفیع شفعہ نکرسکیگا ایک حصہ مین تو اسواسطے کہ کپڑے والا بعوض منفعت کے اوسکا

بقیة الدار فان صاحب الثوب صار شریکا فی الدار فکان مقدما علی صاحب الجار۔

مالک ہوا ہے بعوض مال کے نہین ہوا اور مکان کے ننانوے حصو مین اسواسطے شفعہ نہین کرسکتا ہے کہ کپڑے والا اب اس مکان مین شریک ہی اور جار پر اسکو تقدم

(۲۰۱) ومنها ان یستاجر صاحب الدار الذی یرید شراء الدار لعشر الدار علی ان یسقیه فاذا سقاه فی ذلك المجلس او فی غیرہ یملك عشر الدار فلا یکون للشفیع حق الشفعة وهو اولی من الجار جعل الاجرة ههنا بمنزلة المهر وفی المبسوط جعل الاجرة بمنزلة المبیع فانه قال لو کانت الاجرة عبدا فباعه قبل القبض لا یجوز ولو استحق العبد الذی هو اجر الدار بطل العقد والخصاف رح جعل الاجرة بمنزلة المهر۔

(۲۰۱) ایک حیلہ ہی کہ مالک مکان اوس شخص سے جو مکان خریدنا چاہتا ہے یہ بات کہے کہ تو مجھکو پانی پلادی اور اسکی اجرت مین مجھسے اس مکان کا دسوان حصہ لیلے اگر اس شخص نے اوسی جلسہ مین یا اسکی بعد صاحب مکان کو پانی پلادیا تو یہ شخص مکان کے دسوین حصہ کا مالک ہو جائیگا اور بوجہ شرکت کے شفیع بالجوار پر اوسکو تقدم ہو گا۔ اور یہی اجرت بمنزلہ مہر کے ہی اور مبسوط مین اس اجرت کو بمنزلہ مبیع کی قرار دیا ہے اور کہا ہی کہ اگر اسکی اجرت ایک غلام قرار پائی اور اجرت لینی والا قبل از قبضہ اسکو فروخت کردی تو جائز نہوگا اور اگر اس غلام مین جو مکان کی اجرت قرار پایا ہی کسی کا حق برآمد ہو تو عقد اجارہ باطل ہو جائیگا۔ اور خصاف رحمہ نے اجرت کو بمنزلہ مہر کی قرار دیا ہے۔

(۲۰۲) ومن الحیلة انه اذا اراد ان یبیع الدار بعشرة الاف درهم یبیعها بعشرین الفا ثم یقبض تسعة الاف وخمسمائة ویقبض بالباقی عشرة دنانیر او اقل او اکثر لو اراد الشفیع ان یاخذها بعشرین الفا فلا یرغب فی الشفعة ولو استحقت الدار علی المشتری لا یرجع المشتری بعشرین الفا وانما یرجع

(۲۰۲) ایک حیلہ یہ ہی کہ جب کوی شخص ایک مکان دس ہزار روپیہ کو فروخت کرنا چاہے تو یہ تدبیر کرے کہ بیس ہزار سی اسکو فروخت کری اور ساڑہی نو ہزار روپیہ لیکر باقی پانسو روپیہ کی بدلیمین دس بیس اشرفیان لیکر مکان مشتری کو دیدے کہ اس صورت مین اگر شفیع لینا چاہیگا تو بیس ہزار روپیہ اوسکو دینی پڑینگی لہذا شفعہ کیطرف اسکو توجہ نہوگی اور اگر اس صورت مین مکان مذکور کسی کا حق برآمد ہوا جسکی وجہ سی مشتری کو مکان کا واپس کرنا پڑا تو مشتری بائع سی بیس ہزار روپیہ واپس نہین لے سکتا بلکہ جسقدر

بما اعطاه لانه اذا استحقت الدار يظهر انه لم يكن عليه ثمن الدار فيبطل الصرف كما لو باع الدينار بالدراهم الذي للمشتري على البائع ثم تصادقا انه لم يكن له عليه دين فانه يبطل الصرف۔

اُسنے دیا ہی اوسیقدر واپس لیگا اسواسطیکہ حق برآمد ہونے سی یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مشتری پر اُس مکان کا ثمن واجب نہین تہا لہذا اسا ثہی دس ہزار روپیہ کی بیع اون اشرفیونسی باطل ہوگئی جسطرح ایک شخص کا دوسرے پر کچہ روپیہ آتا ہی اور قرضدار نے بعوض اُس روپیہ کے کچہ اشرفیان قرضخواہ کے ہاتہ فروخت کردین پہر دونون باہم اسبات کی تصدیق کرلین کہ ہمارا تمہارے ذمے

(۲۰۳) ومن حيلة ابطال الشفعة ان يقول المشتري للشفيع اني اشتريت الدار من فلان بكذا فانا ابيعها منك فاشتر ويقول زدلي في الثمن كذا وخذ او يقول عاوضها لي بدار اخرى او يقول اني اوليكها فان احببت ان اوليكها بالثمن الذي اشتريتها وليتكها فقال الشفيع توليتها فانه يبطل الشفعة۔

(۲۰۳) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری شفیع سی یہ بات کہی کہ مینے فلان مکان فلان شخص سے اسقدر روپیہ کو خریدا ہے اور تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون تو خرید لے یا کہے اسقدر ثمن بڑہاکر تو مجہسے لیلے یا یہ کہے کہ اسکے بدلے مین دوسرا مکان مجکو دیدے یا یہ کہے کہ تیرے ہاتہ مین اوس مکان کا تولیہ کرتا ہون اگر تیری مرضی ہو تو جسقدر ثمن سے مین نے لیا ہی اوسیقدر سے تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون اور شفیع نے اوس کو قبول کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۲۰۴) وكذا لو بعث المشتري الى الشفيع رجلا يقول للشفيع ذلك فقال الرجل المبعوث للشفيع ان فلانا اشترى هذه الدار بكذا وهو يقول لك ان احببت ان اوليكها بما اشتريتها به وليتكها فقال الشفيع نعم وليتها فانه تبطل الشفعة۔

(۲۰۴) اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کی معرفت پیغام بہیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سی یہ بات کہی کہ فلان شخص نے اس مکان کو اسقدر روپیہ سے خریدا ہے اور وہ یہ کہتا ہی کہ اگر تیری مرضی ہو تو اسی قدر روپیہ سے مین تجکو یہ مکان دے دونگا اور شفیع نے تولیت کو منظور کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا

(۲۰۵) ولو بعث المشتري الى الشفيع رجلا فقال للشفيع قد كنت اشتريت من فلان يعني البائع هذه الدار

(۲۰۵) اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کو بھیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سی کہا کہ مین فلان شخص یعنی بائع سی اس مشتری سے پہلے خرید چکا ہون مکان کو اور شفیع نے کہا کہ ہان

قبل شراء هذا الرجل فقال الشفيع نعم بطلت الشفعة لان الشفيع اقر ان شراء هذا المشتري لم يصح فلم يثبت به الشفعة وكذا لو قال ذلك الرجل للشفيع هذه الدار لك ولم يكن لفلان البائع فقال الشفيع نعم بطلت شفعته لانه لما ادعى الملك لنفسه فقد اقر بانه لاشفعة له۔

تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے اقرار کر لیا کہ اس مشتری کا خریدنا صحیح نہین ہی اور جب خریدنا صحیح نہوا تو شفعہ بھی ثابت نہوگا اسیطرح اگر اس شخص نے شفیع کے پاس آکر کہا یہ مکان تیرا ہی اور فلان بائع کا نہین ہے اور شفیع نے کہا بیشک تو شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ جب شفیع نے اپنے واسطے ملکیت کا دعوی کیا تو گویا اس بات کا اقرار کر لیا کہ میرا شفعہ نہین ہے۔

* * * * *

(٢٠٦) ولو قال المشتري للشفيع اني اشتريت هذه الدار بمائة دينار فان احببت ان احطك من ثمنها عشرة دينار فقال نعم بطلت شفعته قالوا انما يبطل شفعته في هذه الصورة اذا قال احط عنك من ثمنها عشرة دنانير وابيعها منك بتسعين دينارا اما بدون هذه الزيادة لايبطل شفعته۔

(٢٠٦) اگر مشتری نے شفیع سے کہا یہ مکان سو اشرفی کو مین نے خریدا ہے اگر تیری مرضی ہو تو دس اشرفیان تیرے واسطے کم کر دون اور شفیع نے کہا اچھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا فقہا کا قول ہی کہ صورت مذکورہ مین شفعہ اوسوقت باطل ہوتا ہے کہ جب مشتری شفیع سے یہ لفظ کہے کہ اوسکے زرِ ثمن مین سے تجھسے دس اشرفیان کم کرتا ہون اور نوّے اشرفیون کو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور اگر یہ لفظ نہین کہا تو شفعہ باطل نہوگا۔

* * * * *

(٢٠٧) ولو اشترى دارا وطلب الشفيع الشفعة فصالح المشتري من ذلك على بيت معين من الدار يريد فعه اليه بحصته من الثمن ذكرنا انه لايجوز لان حصته من الثمن ليست بمعلوم فان اراد ان يسلم البيت الى الشفيع ويبقى

(٢٠٧) اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفیع سے اس بات پر فیصلہ کر لیا کہ اس مکان مین سے فلان کوٹھری مین تجھکو دیتا ہون جسقدر زرِ ثمن اوسکے حصہ مین آوے تو مجھکو ادا کر دے تو ہمارے نزدیک یہ فیصلہ ناجائز ہے اسلیے کہ ثمن کا حصہ غیر معلوم ہی لیس اگر مشتری کو

ما بقی من الدار للمشتری یشتری رجل اجنبی هذا البیت للشفیع بامرہ ثم ان الشفیع یسلم الشفعة فیما بقی من الدار فیحصل الغرض لکل واحد منهما یسلم البیت للشفیع ویثبت الدار للمشتری۔

منظور ہو یہ کوٹھری شفیع کو دیدوں اور باقی مکان اپنے پاس رکھوں تو اوس کی یہ تدبیر ہے کہ شفیع کی اجازت سے ایک اجنبی شخص اس کوٹھری کو شفیع کے لیے خریدے بعد ازان باقی مکان مین یہ شفیع شفعہ کو چھوڑ دے تو ہر ایک کا مقصود حاصل ہو جائیگا یعنے وہ کوٹھری شفیع کو مل جائیگی اور باقی مکان مشتری کا رہیگا۔

(۲۰۸) اذا مات الشفیع بعد ما قضی القاضی له بالشفعة قبل ان یقبض الدار وقبل ان ینقد الثمن کانت الدار لورثة الشفیع لان قضاء القاضی بالشفعة بمنزلة البیع۔

(۲۰۸) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا مگر شفیع مکان پر قبضہ کرنے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو یہ مکان شفیع کے وارثون کو مل جائیگا اسلیے کہ قاضی کا حکم دینا بمنزلہ بیع کے ہے۔

* * * * *

* * * * *

(۲۰۹) ولو مات الشفیع بعد ما اشتری الدار کانت میراثا لورثته۔

(۲۰۹) اگر شفیع مکان خرید کر مرگیا تو اوسکے وارث مکان کے مالک ہونگے۔

* * * * *

(۲۱۰) ولو قضی القاضی بالشفعة للشفیع وطلب المشتری من الشفیع ان یرد الدار علی المشتری بزیادة فی الثمن والزیادة من جنس الثمن او من غیر جنسه یصیر الدار للمشتری بالثمن الاول ویبطل الزیادة لان رد الدار علی المشتری یکون بمنزلة الاقالة والاقالة انما تکون بالثمن الاول ولا یصح فیها الزیادة۔

(۲۱۰) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے اسبات کی درخواست کی کہ تو اسقدر زیادہ ثمن لیکر مکان مجھے واپس کردے اور شفیع نے واپس کردیا تو پہلے ہی ثمن سے وہ مکان مشتری کا ہوجائیگا اور زیادتی باطل ہو جائیگی خواہ وہ زیادتی جنس ثمن سے ہو یا غیر جنس سے اسواسطے کہ وہ مکان مشتری کو پھیردینا اقالہ کے حکم مین ہے اور اقالہ پہلے ہی ثمن سے ہوتا ہے اوسمین زیادتی درست نہین ہوتی۔

* * * * *

* * * * *

(۲۱۱) وكذا لو طلب المشتري من الشفيع بعد ما قضى القاضي له بالشفعة ان يرد الدار على البائع بزيادة في الثمن ففعل كانت اقالة والاقالة كما تكون بين البائع والمشتري تتحقق بين البائع والشفيع لان الشفيع بعد ما قضى القاضي له قائم مقام المشتري ويصير المشتري كالوكيل للشفيع فيصح اقالة الشفيع مع البائع ويكون له حق الحبس الى ان يستوفي الثمن۔

(۲۱۱) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان مشتری نے شفیع سے درخواست کی کہ اسقدر ثمن بڑہا کر یہ مکان تو بائع کو واپس کردے اوسنے واپس کردیا تو ثمن کی زیادتی باطل ہو جائیگی اور یہ واپس کرنا اقالہ ہوگا اور اقالہ جسطرح بائع اور مشتری مین ہوتا ہے بائع اور شفیع مین بھی ہوسکتا ہے اس لیے کہ قاضی نے جب شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو شفیع مشتری کے قائم مقام ہوگیا اور مشتری اوس شفیع کے لیے گویا وکیل ہوگیا لہذا شفیع کا اقالہ بائع کے ساتھ صحیح ہوا اور جب تک ثمن نہ لے مبیع کو روک سکتا ہے

* * * * *

(۲۱۲) ذكر محمد رح في الاصل الحيلة في اسقاط الشفعة ولم يذكر الكراهية قالوا على قول ابي يوسف رحمه الله لا يكره وعلى قول محمد رح يكره وهذا بمنزلة الحيلة لمنع وجوب الزكوة ومنع الاستبراء على قول ابي يوسف رح لا يكره۔

(۲۱۲) محمد رح نے مبسوط مین اسقاط شفعہ کا حیلہ بیان کیا ہے اور اوسکی کراہت کا ذکر نہین کیا مگر فقہا کہتے ہین کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور اسکا حکم ایسا ہی جسطرح کوئی شخص زکوۃ لازم نہونے کے لیے یا استبرا واجب نہونے کے لیے حیلہ کرے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے۔

(۲۱۳) وقال بعض مشائخنا رح يكره الاحتيال لاسقاط الشفعة بعد الوجوب لانه احتيال لابطال حق واجب وقبل الوجوب ان كان الجار فاسقا يتاذى منه لا باس به

(۲۱۳) ہمارے بعض مشائخ کا قول ہی وجوب شفعہ کے بعد اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ اوسمین ایسے حق کا باطل کرنا ہے جو واجب ہوچکا ہے اور اگر ہنوز شفعہ باطل نہین ہوا اور جار ایک فاسق اور موذی شخص ہے تو حیلہ کرنے مین کچہ مضائقہ نہین ہی۔

(۲۱۴) وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسي رح لا باس

(۲۱۴) شیخ شمس الائمہ سرخسی رح کا قول ہے کسی صورت مین ابطال حق شفعہ کے لیے حیلہ کرنا برا نہین ہے وجوب شفعہ سے

بالاحتيال لابطال حق الشفعة على كل حال اما قبل وجوب الشفعة لاشك كما لو ترك الكتاب المال لمنع وجوب الزكوة وبعد وجوب الشفعة لا يكره الاحتيال ايضا لانه احتيال لدفع الضرر عن نفسه لا للاضرار بالغير فظاهر ما ذكرنا دليل على هذا۔

پہلے تو ظاہر ہی ہے جسطرح کوئی شخص وجوب زکوۃ کے خوف سے مال حاصل کرنا چھوڑ دے اور وجوب شفعہ کے بعد بھی حیلہ کرنا برا نہیں ہے۔ اسلیے کہ اوسکو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہے دوسرے کی ضرر رسانی مقصود نہیں ہے اور یہ بات ہماری ظاہری بیان سے ثابت ہوتی ہے۔

تمام شد

هذا كتاب فی بیان احکام الشفعة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وهی فی اللغة من الشفع وهو الضم ضد الوتر من شفع الرجل اذا کان فردا فصار له ثان والشفیع ایضا یضم الماخوذ الی ملکه فلذلك سمی شفعة۔

(۲) وفی الشرع هی ای الشفعة تملیك البقعة جبرا ای من حیث الجبر علی المشتری بما ای بالذی ای بالثمن الذی قام علیه ای علی المشتری۔

(۳) وقیل هی ضم بقعة مشتراة الی عقار الشفیع بسبب الشرکة او الجوار وهذا احسن۔

(۱) شفعہ کا لفظ شفع سے ماخوذ ہے جو وصل کے معنے مین ہے اور وہ طاق کی ضد ہے اگر کوئی شخص تنہا ہو اور پھر اوسکے ساتھ دوسرا شخص ملجائے تو عرب کے لوگ کہتے ہین شفع الرجل یعنے ایک سے دو ہوگئے چونکہ شفعہ کے اندر بھی شفیع جایداد مشفوعہ کو اپنے ملک کے ساتھ ملا لیتا ہے اسواسطے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(۲) شرع مین مشتری سے جبرا ایک قطعہ لے لینے اور جسقدر ثمن اوسکو دینا پڑتا اوسقدر ثمن کے ادا کردینے کا نام شفعہ ہے۔

+ + + + + + +

(۳) بعض نے شفعہ کے معنے یہ بیان کیے ہین کہ بسبب شرکت یا جوار کے ایک فروخت شدہ قطعہ کا شفیع کے جایداد مین شامل کردینا اور یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے۔

(۴) ویجب الشفعة والمراد من الوجوب الثبوت للخلیط وهو الشریك الذی لم یقاسم فی نفس المبیع وهذا بالاجماع لما روی جابر رض ان النبی صلعم قضی الشفعة فی كل شركة لم تقسم ربعة او حائط لا یحل له ان یبیع حتی یؤذن شریكه فان شاء اخذ وان شاء ترك وان باعه و لم یؤذن به فهو احق به رواه مسلم و ابو داود والنسائی۔

(۴) اولاً شفعہ اوس شخص کو واجب یعنے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہے اور شرکا نے باہم تقسیم حصص نہیں کی ہے۔ اس مسئلے کے اوپر تمام ائمہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اسلیے کہ جابر رضہ روایت کرتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شرکت غیر منقسم شدہ مین شفعہ کا حکم دیا ہے خواہ کوئی مکان ہو یا باغ ہو کسی شریک کو بلا اذن اپنے شریک کے اوس شرکت کی بیع کرنا روا نہین ہے خواہ وہ لے خواہ ترک کردے اور اگر بلا اجازت فروخت کر ڈالے تو اور ون پر وہ مقدم ہے مسلم اور ابو داود اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

* * * * *

(۵) ثم تجب للخلیط فی حق المبیع وهو الذی قاسم وبقیت له شركة فی حق العقار كالشرب بكسر الشین والطریق بشرط ان یكونا خاصین وهو ان یكون النهر لا تجری فیه السفن والطریق الذی لا ینفذ اشار الیه بقوله ان كان ای كل واحد من الشرب والطریق خاصا حتی اذا كانا عامین لم یستحق بهما الشفعة

(۵) شریک فی نفس المبیع کے بعد اوس شخص کو حق شفعہ ہے جو حق مبیع مین شریک ہے اور یہ وہ شخص ہے جو اپنا حصہ تقسیم کرلے مگر اوس جائداد کے حق مین اوس کی شرکت باقی ہو مثلاً پانی پینے کا حق یا راستہ چلنے کا حق مگر یہ شرط ہے کہ یہ شرب خاص اور طریق خاص ہو شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہے کہ اوسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور اگر اوس نہر مین کشتی چلسکتی ہے اور راستہ سربستہ نہین ہے بلکہ چلتا ہوا ہے تو اوس کی وجہ سے استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا۔

(۶) وقال الشارح والشرب الخاص عند ابی حنیفة ومحمد ان یكون نهرا صغیرا لا تجری فیه السفن وان كان كبیرا تجری فیه السفن فلیس بخاص فاذا بیع ارض من الاراضی التی تسقی منها لا یستحق اهل النهر

(۶) شیخ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کی نزدیک شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر بڑی نہر ہو جسمین کشتی چل سکے تو وہ شرب خاص نہین ہے اور اس نہر سے جن اراضیات کی آب پاشی ہوتی ہے اون اراضیات مین سے کوئی زمین فروخت ہو تو نہر والے شفعہ کے مستحق نہین ہوتے اور جار کو اون پر تقدم ہے بخلاف

الشفعة بسببه والجار احق منهم بخلاف النهر الصغير وقيل اذا كان اهله لا يحصون فهو كبير وان كانوا يحصون فهو صغير وعليه عامة المشائخ لكن اختلفوا في حد ما يحصى وما لا يحصى فبعضهم قدر ما لا يحصى بخمسمائة وبعضهم بخمسين وبعضهم باربعين وعن ابي يوسف الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان او ثلاثة وما زاد على ذلك فهو عام وقيل هو مفوض الى راى المجتهدين في كل عصر وزمان فان راوهم كثيرا كانوا كثيرا وان راوهم قليلا كانوا قليلا وهو اشبه الاقاويل۔

چھوٹی نہر کے۔ اور بعض کے نزدیک اگر نہر والے محدود لوگ ہین تب تو وہ نہر صغیر ہے اور اگر بیشمار ہین تو وہ نہر کبیر ہے عامہ مشائخ کا قول یہی ہے مگر محدود اور غیر محدود کے حد مین اختلاف ہے بعض نے غیر محدود کی حد پانسو اور بعض نے پچاس بعض نے چالیس بیان کی ہو اور ابو یوسف رح سے مروی ہو شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہی جس سے صرف دو تین باغ کی آبپاشی ہو سکے اور اس سے زیادہ شرب عام ہو۔ بعض کہتے ہین محدود اور غیر محدود ہونے کا مدار اوس زمانہ کے مجتہدین کے رائے پر ہے اگر وہ اون لوگون کو بہت سمجھین تو بہت ہین اور تھوڑی سمجھین تو وہ تھوڑے ہین اور یہ قول سب اقوال مین قرین قیاس ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(۷) ثم تجب الشفعة بعد ذلك للجار الملاصق وهو الذي داره على ظهر الدار المشفوعة وبابه في سكة اخرى۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد جار ملاصق کو استحقاق شفعہ ہو اور یہ وہ شخص ہے جسکا گھر بائع کے گھر کی پشت پر واقع ہو اور اوسکا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہو۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۸) وقال الشافعي لا شفعة بالجوار لقول جابر رض انه عم قضى بالشفعة في كل مال لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة رواه البخاري وبه قال مالك واحمد

(۸) شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ جابر رض فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال مین شفعہ کا حکم دیا ہو اور حدود پڑ جانے اور راستے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہین ہی بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہو مالک اور احمد

(۹) ولنا قوله عم جار الدار احق من غيره رواه احمد وابو داود

(۹) حنفیہ کی دلیل یہ حدیث صحیح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو گھر کے پاس رہنے والا اوروں پر مقدم ہو

والترمذی وصححه وقوله علیه السلام الجار احق بسقبه ما کان رواه احمد والنسائی وابن ماجة ویروی بصقبه وکلاهما بمعنی واحد وهو القرب وقد روی هذا التفسیر مرفوعا اثبت النبی صلعم حین سئل عن الشفعة فقال الشفعة للجار بعلة قربه فیستحق الشفعة وحدیث جابر معناه انها لا تجب للجار بقسمة الشرکاء لانهم احق منه وحقه متاخر عن حقهم وبذلك یحصل التوفیق بین الاحادیث۔

احمد اور ابو داود اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمسایہ اپنے قرب کی وجہ سے جا ہے کچھ ہو زیادہ تر مستحق ہے (اصل حدیث میں صقب یا سقب کا لفظ آیا ہے مگر یہ بات مرفوعًا مروی ہے کہ اوس سے قرب مراد ہے) اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوجہ قرب کے ہمسایہ کے لیے شفعہ ثابت کر دیا تو وہ لامحالہ شفعہ کا مستحق ہوگا اور جابر رضی نے جو حدیث روایت کی ہے اوسکے یہ معنے ہیں کہ اگر شریک لوگ باہم اپنے حصے تقسیم کریں تو جار کو اُس صورت میں استحقاق شفعہ کا نہیں ہے اسواسطے کہ اونکو جار پر اولویت اور تقدم ہے اور جار کا حق اونکے بعد ثابت ہوتا ہے پس ان احادیث میں کچھ منافات نہیں ہے۔

* * * * * *

(۱۰) وواضع الجذوع علی الحائط ای علی حائط الدار بان کان له حق الوضع والشریك فی خشبة موضوعة علی الحائط وواضع الجذوع علی الحائط جار فلا یستحق الشفعة الا بعد الشریك فی نفس المبیع والشریك فی حق المبیع لان الشرکة المعتبرة هی الشرکة فی العقار لا فی المنقول والخشبة منقولة وبوضع الجذوع علی الحائط لا یصیر شریکا فی الدار وکذا الشرکة فی الجذوع لا یکون شریکا بها لکنه جار ملاصق لوجود اتصال بقعة احدهما ببقعة الآخر

(۱۰) اگر ایک شخص کی کڑیاں دوسری کے دیوار پر رکھی ہوئی ہیں اور بجز اس کے کہ وہ کڑیوں کو دیوار پر رکھ لے اور اوسکا کوئی حق دیوار میں نہیں ہے تو یہ کڑیوں والا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ وہ جار سمجھا جائیگا اسیطرح اگر ایک شخص کی شرکت صرف کڑیوں میں ہے جو ایک دیوار پر رکھی ہوئی ہیں اور دیوار میں شرکت نہیں ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا لہذا یہ دونوں شخص جار ہونے کی وجہ سے شریک فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد شفعہ کے مجاز ہونگے اسواسطے کہ شفعہ کے اندر جس شرکت کا اعتبار ہے اوس سے وہ شرکت مقصود ہے جو عقار کے اندر ہو اور لکڑی منقولات میں سے ہے۔ اور کسی کی دیوار پر کڑیاں رکھنے سے کڑیوں والا مکان میں شریک نہیں ہو جاتا یا کڑیوں کے اندر شریک ہونے سے وہ مکان میں شریک نہیں ہو سکتا بلکہ اتصال و کانیت کی وجہ سے یہ شخص دوسرے کا جار ملاصق ہوگا

فيستحق الآخر الشفعة على انه جار ملاصق ولا يترجح بذلك على غيره من الجيران۔

اور دوسرے ہمسایوں پر اس خاص حصہ سے اوس کو تقدم نہو جائیگا۔

+ + + + + +

(۱۱) وكذا اذا كان بعض الجيران شريكا في الجدار لا يقدم على غيره من الجيران لان الشركة في البناء المجرد دون الارض لا يستحق بها الشفعة ولو كان البناء والمكان الذي عليه البناء مشتركا بينهما كان هو اولى من غيره من الجيران۔

(۱۱) اسیطرح اگر ایک جار مکان میں کی صرف دیوار میں شریک ہو تو اوسکو دوسرے ہمسایوں پر تقدم نہوگا اسلیے کہ صرف عمارت میں اگر ایک شخص شریک ہو اور عمارت کی زمین میں شریک نہو تو اس شرکت سے وہ شفعہ کا مستحق نہیں ہوتا ہو البتہ اگر عمارت میں بھی دونوں شریک ہیں اور اوس عمارت کی زمین میں بھی شریک ہیں تو اور ہمسایوں پر اس شریک کو تقدم ہوتا ہے۔

(۱۲) وقال الكرخي في مختصره الشفعة تستحق عند اصحابنا جميعا بثلاثة معان الشركة فيما وقع عليه عقد البيع او بالشركة في حقوق ذلك او بالجوار الاقرب فالاقرب وتفسير ذلك دار بين قوم فيها منازل لهم فيها شركة بين بعضهم وفيها ما هي مفردة لبعضهم وساحة الدار مرفوعة بينهم يتطرقون من منازلهم فيها وباب الدار التي فيها المنازل في زقاق غير نافذ فباع بعض الشركاء في المنزل نصيبه من شريكه او من رجل اجنبي بحقوقه من التطرق في الساحة فالشريك في المنزل احق بالشفعة من الشريك في الساحة

(۱۲) کرخی رح نے اپنے مختصر میں بیان کیا ہے ہمارے تمام فقہاء کے نزدیک شفعہ کا استحقاق تین وجہ سے ہوا کرتا ہے ایک تو خود اوس مبیع میں شریک ہونیکی وجہ سے دوسرے اوس مبیع کے حقوق میں شریک ہونے سے تیسری جوار کی وجہ سے الاقرب فالاقرب اور اوس کے صورت یہ ہے کہ مثلاً چند لوگوں کا ایک احاطہ ہے اس احاطہ میں این شخصوں کے متعدد کمرے ہیں مگر بعض کمرے ایسے ہیں جنکا مالک بلا شرکت غیرے ایک ایک شخص ہے اور بعض ایسے ہیں جنمیں کئی کئی شخص شریک ہیں اور احاطہ کے صحن میں سب شریک ہیں اور اپنے اپنے کمروں سے نکلکر اس صحن میں سب اوٹھتے بیٹھتے ہیں اور اس احاطہ کا دروازہ کوچہ سربستہ کی طرف کو ہے اب ایک شخص نے جو کمرے کے اندر شریک ہے اپنا حصہ خواہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو سب لوگوں پر حق شفعہ کے اندر اوس شخص کو تقدم ہوگا جو اس بائع کے ساتھ کمرے میں شریک ہے اگر اس شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو وہ لوگ

(دمو) المشریك فی الزقاق الذی فیہ
باب الدار فان سلم الشریك فی
المنزل الشفعة فالشریك فی الساحة
احق بالشفعة وان سلم الشریك فی
الساحة فالشریك فی الزقاق الذی
لامنفذ له الذی یشرع فیه باب
الدار احق بعد لا بالشفعة
من الجار الملاصق وجمیع اهل
الزقاق الذی طریقهم فیه شرکاء
فی الشفعة من کان فی ادناه واقصاه
فی ذلك سواء فان سلم الشرکاء الشفعة
فی الزقاق فالجار الملاصق ثم من لاطریق
له فی الزقاق بعد هؤلاء احق ولیس لغیر
الملاصق من الجیران شفعة ثم من لاطریق
له فی الزقاق انتهی.

(١٣) وکلمة علی فی قوله علی عدد
الرؤس تتعلق بقوله تجب الشفعة
للخلیط ای تجب الشفعة علی عدد
الرؤس وقال الشافعی علی قدر سهامهم
وبه قال مالك واحمد کما اذا کانت
دار بین ثلاثة لاحد هم نصفها وللآخر
سدسها وللآخر ثلثها فباع صاحب السدس سدسه فطلبا
الدار بالشفعة فانها تقسم بینهما
اخماسا ثلثة اخماس لصاحب النصف والخمسان
لصاحب الثلث لان الشفعة من

شفعہ کرینگے مجاز ہونگے جو صحن مین شریک ہین اگر انہون نے
بھی شفعہ چھوڑ دیا تو اوسوقت کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا
اور تمام کوچہ والے برابر برابر شفعہ مین شریک ہونگے یعنے جو لوگ
کوچہ کے شروع مین رہتے ہین اور جو کوچہ کے انتہا پہ رہتے ہین
سب برابر کے شریک ہونگے اگر یہ لوگ بھی شفعہ چھوڑ دینگے
تو اوسوقت جار ملاصق کو شفعہ ہوگا جسکا راستہ اس کوچہ مین
ہو کر نہین ہے اور اگر جار ملاصق نہین ہے اور
اس کوچہ کی طرف کوئی اوس کا راستہ نہین ہے
تو اوس کو بالکل استحقاق شفعہ نہین
ہوتا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(١٣) حنفیہ کے نزدیک جتنے شریک ہونگے شفعہ کے اندر
سب برابر ہونگے اور شافعی رح فرماتے ہین جسقدر جس کا حصہ
ہوگا اوسیقدر اوسکو حق شفعہ ہوگا مالک اور احمد رحمہ اللہ
بھی اسی کے قائل ہین مثلاً ایک مکان مین زید اور عمرو اور
خالد شریک ہین جنمین سے زید آدھے کا اور عمرو چھٹے حصہ کا
اور خالد ثلث کا شریک ہے اب عمرو نے اپنا حصہ فروخت کیا اور
اون دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو اوسکے پانچ حصے کرکے
زید کو تین حصے اور عمر کو دو حصے دئے جائینگے اسواسطے کہ شفعہ
ملک کے توابع مین سے ہے لہذا جسقدر جسکے ملک ہوگی
اوسیقدر اوسکا حق ہوگا جسطرح منافع کی صورتین حنفیہ کی دلیل

مرافق الملك فاشبه الوجه ولنا ان العلة اتصال الملك وقليله فى ذلك ككثيره فيكون ما باع صاحب السدس بينهما نصفان -

یہ ہے کہ شفعہ کی علت صرف اتصال ملکیت ہے اور اسباب میں ملکیت قلیل اور ملکیت کثیر دونوں برابر ہیں لہذا صورت مذکورہ میں زید اور عمرو کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔

(۱۴) والباء فى قوله بالبيع تتعلق بقوله تجب ايضا اشار بهذا الى ان سبب وجوب الشفعة البيع اعنى بيع الدار المشفوعة هكذا قال بعضهم والصحيح ان السبب هو اتصال الاملاك على اللزوم والبيع شرط فحينئذ يكون التقدير تجب الشفعة بعقد البيع اى بعد وجوده۔

(۱۴) بعض کا قول تو یہی ہے کہ شفعہ بیع کے سبب ثابت ہوتا ہے اور مصنف کے کلام سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے مگر قول صحیح یہ ہے کہ لازمی طور پر اتصال ملکیت کا ہونا شفعہ کا سبب ہے اور بیع اوسکے لیے شرط ہے لہذا مصنف نے جو بالبیع کا لفظ کہا ہے اوس میں عقد کا لفظ مقدر مان کر یہ معنے کرنے چاہییں کہ بیع ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۱۵) والمراد بالبيع الصحيح فان البيع الفاسد لا تجب فيه الشفعة لانه قبل القبض لا يفيد الملك وبعده مستحق للفسخ فايجابها تقرير الفساد فلا يجوز الا اذا سقط الفسخ وجبت لزوال المانع۔

(۱۵) ثبوت شفعہ کے لیے بیع کا صحیح ہونا شرط ہے بیع فاسد کی صورت میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا اوسواسطے کہ بیع فاسد قبل از قبض مفید ملک کے نہیں ہوتی اور بعد از قبض بھی وہ فسخ ہونیکے قابل ہوتی ہے پس اگر اوس میں حق شفعہ کا حکم دیا جائے تو اوس فساد کا برقرار رکھنا لازم آئیگا اور یہ بات ناروا ہے مگر جس صورت میں کہ فسخ کا اختیار جاتا رہے تو البتہ شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ اب شفعہ کا مانع جاتا رہا

(۱۶) وفيه قيد آخر وهو ان يكون خاليا عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملكه حتى لو اسقطه وجبت وخيار المشترى غير مانع لانه لا يمنع خروج المبيع عن ملك البائع وكذلك خيار الرؤية والعيب لا يمنعان۔

(۱۶) بیع کے اندر علاوہ صحیح ہونیکے ثبوت شفعہ کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اوس میں بائع کا اختیار شرط نہ کیا گیا ہو کیونکہ اوسکی وجہ سے مبیع بائع کے ملک سے خارج نہوگا اور اگر بائع نے اوس اختیار کو ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اسواسطے کہ اس صورت میں مبیع بائع کے ملک میں داخل نہیں ہوتا۔ خیار رویت اور خیار عیب کا بھی یہی حال ہے۔

(۱۷) وتستقر الشفعة بالاشهاد

(۱۷) شفعہ کا استحکام طلب اشہاد سے ہوتا ہے اسواسطے

لانہا حق ضعیف فلابد من طلب المواثبۃ والاشہاد علی الطلب۔

کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے لہذا طلب مواثبت کرنا اور پھر اوس طلب پر گواہ کرنا ضرور ہے۔

(۱۸) وتملك الشفعة بالاخذ ای باخذ الدار المشفوعة بالتراضی بان سلمہا المشتری برضاہ او بقضاء القاضی من غیر اخذ لانہا ملك فلایتم الا بما ذکرنا۔

(۱۸) مکان یا زمین مشفوعہ کا شفیع اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ خود اپنی خوشی سے وہ مکان یا زمین اوس کو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے چاہے ابھی اوسکا قبضہ نہوا ہو اسواسطے کہ جب وہ شی مشتری کے ملک مین داخل ہے تو بغیر ان دو باتونکے اوسکی ملکیت سے منتقل ہوکر دوسرے کے ملک مین داخل نہین ہو سکتی

(۱۹) وفائدتہ انہ اذا مات الشفیع بعد الطلبین قبل التسلیم او الحکم لایورث عنہ ولو باع دارہ التی یستحق بہا الشفعۃ بطلت شفعتہ ولو بیعت دار بجنبہا لا یستحقہا بالشفعۃ لعدم ملکہ فیہا۔

(۱۹) صورت مذکورہ بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض شفیع طلب آور اشہاد کے بعد قبل از قبضہ و قبل از حکم قاضی مرگیا تو اوسکے وارث اوس جایداد کے مالک نہونگے یا اوسنے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ شفعہ کرتا تھا فروخت کرڈالا تو شفعہ باطل ہو جائیگا یا اگر مکان مشفوعہ کے قریب کوئی مکان اسوقت فروخت ہوا تو شفیع اوس دوسرے مکان مین شفعہ کا دعوی نہ کرسکیگا اسیواسطے کہ وہ مکان اوسکی ملک مین ہنوز داخل نہین ہوا ہے

هذا باب فی بیان احکام طلب الشفعۃ والخصومۃ فیہا وبیان کیفیۃ الطلب

طلب شفعہ کرنے اور اوسمین چارہ جوئی کرنے کا بیان

(۲۰) فان علم الشفیع بالبیع ای ببیع الدار المشفوعۃ اشہد علی نفسہ علی الفور من غیر تاخیر ولا سکوت فی مجلسہ علی الطلب لان سکوتہ بعد العلم یدل علی رضاہ بجوار الجار الحادث ومعاشرتہ فتبطل شفعتہ بہ۔

(۲۰) جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہوگیا فوراً اوسی جلسہ مین اپنے طلب شفعہ کرنے پر لوگونکو گواہ کرنا چاہیے اور تاخیر یا سکوت نکرنا چاہیے اسلیے کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد اوس نے سکوت کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفیع مشتری کے ہمسایگی اور اوس کے پاس رہنے سے راضی ہے لہذا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

\+ + + + + + + + +

(۲۱) ولو اخبر بکتاب والشفعۃ فی اولہ او وسطہ فقرأ الکتاب الی اخرہ بطلت شفعتہ اذا کان ذلك بعد علم

(۲۱) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوس خط کے اول میں یا اوسکے وسط مین بیع کا بیان تھا اور اخیر تک خط کو پڑھگیا مگر شفعہ کو طلب نہین کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

المشتری والثمن۔

بشرطیکہ اخیر تک پڑھنے سے پہلے اوسکو ثمن کی مقدار اور مشتری کا حال

(۲۲) فان اخبر بحضرۃ الشهود لیشهدهم علیه والا یطلب من غیر اشهاد لان هذا الطلب صحیح من غیر اشهاد

(۲۲) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوتے وقت گواہ موجود ہیں اوسوقت ہیں تو اونکو گواہ کر دینا چاہیے ورنہ بغیر کسی کے گواہ کیئے خود شفعہ کو طلب کرنا چاہیے اسواسطے کہ یہ طلب بغیر گواہوں کے بھی صحیح ہو جاتی ہے۔

(۲۳) ویشترط ان یکون متصلا بعلمه عند عامة المشائخ وهو مروی عن محمد وعنه ان له التامل الی اخر المجلس کالمخیرۃ وبهذا اخذ الکرخی۔

(۲۳) عامہ مشائخ کا مذہب تو یہی ہے کہ یہ طلب علم بیع کی ساتھ ساتھ ہونے چاہیے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت یہی ہے دیگر دوسری روایت امام محمد رح سے یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو فکر کرکے طلب کرنے کا اختیار ہے جسطرح خاوند عورت کو طلاق کا اختیار دے تو اخیر جلسہ تک عورت کو اختیار ہوتا ہے

ولو قال الشفیع بعد ما علم البیع الحمد لله او لا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم او قال سبحان الله لا تبطل شفعته علی هذه الروایة۔

کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور اگر شفیع نے علم بالبیع کے بعد الحمد للہ یا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اس روایت کے موافق اوسکا شفعہ باطل ہوگا —

وکذا لو قال من ابتاعها وبکم بیعت وکذا لو قال خلصنی الله تعالی

اسیطرح اگر یہ بات کہے کہ یہ مکان کسنے خریدا ہے یا کس قیمت کو فروخت ہوا ہے یا یہ کہا کہ خداے تعالی نے مجھ کو بچادیا تو شفعہ باطل ہوگا

(۲۴) ویصح الطلب بکل لفظ یفهم منه طلب الشفعة فی الحال۔

(۲۴) جس لفظ سے فی الحال طلب شفعہ سمجھی جائے خواہ وہ کوئی لفظ ہو اوس سے طلب شفعہ کرنا صحیح ہوتا ہے۔

(۲۵) ولا یجب علیه الطلب حتی یخبره رجلان غیر عدلین او واحد عدل عند ابی حنیفة او رجل وامراتان وعندهما یجب علیه الاشهاد اذا اخبر واحد حرا کان او عبدا صغیرا کان او کبیرا اذا کان الخبر حقا وان لم یطلب بطلت الشفعة

(۲۵) امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک طلب شفعہ کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہے کہ ایک پرہیزگار مرد یا دو معمولی مرد یا دو عورتیں اور ایک مرد شفیع سے بیع کا حال بیان کریں اور صاحبین رح فرماتے ہیں فقط ایک شخص کے بیان کرنے سے شفیع کو طلب کرنا ضروری خواہ وہ خبر دینے والا حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ مگر یہ شرط ہے کہ شفیع کے گمان میں وہ خبر صحیح ہو اگر اس صورت میں شفیع نے طلب شفعہ نکیا

(۲۶) ولو اخبره المشتری بنفسه یجب علیه الطلب بالاجماع کیفما کان لانه خصم فیه والعدالة غیر معتبرۃ

(۲۶) اگر خود مشتری نے شفیع سے بیع کا حال بیان کیا تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے خواہ وہ مشتری کیسا ہی شخص کیوں نہ ہو اسواسطے کہ مشتری اوسکا مدعی علیہ ہے اور مدعی مدعی علیہ کے اندر عادل ہونا

فی الخصوم۔ لحاظ نہین کیا جاتا ہے۔

(۲۷) ثم اشہد علی البائع لو کان المبیع فی یدہ او اشہد علی المشتری او اشہد عند العقار وھذا طلب التقریر وما ذکرنا طلب المواثبۃ۔

(۲۷) علم بالبیع کے بعد شفیع کے اوپر جو طلب شفعہ لازم ہوتی ہے اوسکو طلب مواثبت کہتے ہین اس طلب کے بعد شفیع کو چاہیے خواہ بائع کے سامنے لوگونکو گواہ کرے یا مشتری کے روبرو یا اوس مکانکے پاس جاکر مگر بائع کے روبرو اوسیوقت گواہ کرسکتا ہے کہ

(۲۸) وکیفیتہ ان یقول ان فلانا باع ھذہ الدار ویذکر حدودھا الاربعۃ وانا شفیعھا وقد کنت طلبت شفعتھا واطلبھا الان فاشہدوا علی بذلک۔

(۲۸) طلب تقریر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ شفیع یہ بات بیان کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان کو فروخت کیا ہے کہ جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اسبات پر گواہ رہو۔

(۲۹) ومدۃ ھذا الطلب مقدرۃ بتمکنہ من الاشہاد مع القدرۃ علی احد ھؤلاء الثلاثۃ حتی لو تمکن ولم یطلب الشفعۃ بطلت شفعتہ۔

(۲۹) طلب تقریر کی مدت کچھ معین نہین ہے بلکہ اوسکا تعین یہی ہے کہ جتنے عرصہ مین شفیع ان تینون مین سے کسی کے پاس پہونچ کر لوگونکو گواہ کرسکے اگر باوجود اسقدر مہلت ملنے کے اوسنے طلب تقریر نہین کی تو شفعہ باطل ہوگیا۔

(۳۰) وان قصد الابعد من ھذہ الثلاثۃ وترک الاقرب فان کانوا جمیعا فی مصرہ جاز استحسانا وان کان بعضھم فی مصرہ والبعض الاخر فی مصر اخر او فی الرستاق فقصد الابعد وترک الذی فی مصرہ بطلت شفعتہ

(۳۰) اگر اون تینون مین سے قریب کو چھوڑ کر شفیع نے بعید کے پاس جاکر گواہ کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر یہ تینون یعنے بائع اور مشتری اور مکان سب اوسیکے شہر مین ہین تب تو استحسان کے طور پر اوسکی صحت کا حکم دیا جاویگا اور اگر مکان مثلاً اوسیکے شہر مین ہے مگر بائع اور مشتری کسی دوسرے

(۳۱) وان اشہد عند طلب المواثبۃ علی البائع بان کان حاضرا او علی المشتری او عند العقار یکفیہ ذلک ویقوم مقام الطلبین ذکرہ شیخ الاسلام۔

(۳۱) اگر طلب مواثبت کی وقت ہی شفیع نے بائع یا مشتری کے روبرو یا مکان کے پاس جاکر لوگونکو گواہ کردیا تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ یہ اوسکے کافی ہوگا اور دونون طلبون کے قائم مقام ہوجائیگا یعنے اب اسکو طلب تقریر کی ضرورت نہ رہیگی۔

(۳۲) وبقی طلب ثالث وھو طلب الاخذ والتملک اشار الیہ بقولہ ثم لا تسقط الشفعۃ بالتاخیر

(۳۲) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد شفیع کو طلب تملک کرنا چاہیے مگر صاحبین رح کا قول ہے کہ اگر اس طلب مین

[Margin notes:] اور اس طلب کو طلب تقریر و اشہاد بھی کہتے ہین۔ یعنی بائع کے روبرو اوسوقت گواہ کرسکتا ہے کہ جب مکان ہنوز اوسکے قبضہ مین ہو

شہر مین اور مکان کسی دوسرے شہر مین یا گاؤن مین ہے اور شفیع نے بائع یا مشتری کے پاس جاکر گواہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

اى بتاخير طلب الاخذ بعد ما استقرت شفعته بالاشهاد عندهما وعند محمد انه ان اخّر هذا الطلب الى شهر من غير عذر بطلت الشفعة وبه قال زفر وهو رواية عن ابى يوسف وفى العيون وبعضنا افتى به وعنه انه قدّره بثلاثة ايام

تاخیر ہو جائے اور طلب اشہاد کرچکا ہو تو اوسکا شفعہ ساقط نہین ہوتا ہی اور محمد رح کی نزدیک اگر بلا عذر ایک مہینہ تک طلب اشہاد کے بعد طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہی زفر رح بھی اسی کے قائل ہین اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت مین یہی قول مروی ہی۔ اور عیون مین مذکور ہی کہ ہمارے بعض فقہا نے اسی کے فتوی دیا ہی اور ایک روایت ابو یوسف رح سے یہ ہی کہ انہون نے تین روز اوسکی مدت

(٣٣) عن ابى يوسف اذا ترك المحاكمة والمرافعة الى القاضى فى زمان يقدر على ذلك بطلت الشفعة۔

(٣٣) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اتنی مدت پائے کہ اوس مدت مین طلب تملک کرسکتا ہو مگر نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(٣٤) وعند الشافعى فى الجديد واحمد فى رواية تبطل بالتاخير ولو بلا عذر۔

(٣٤) امام شافعی رح کا قول جدید اور نیز امام احمد رح سے ایک روایت ہی کہ طلب تملک مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی اگرچہ بلا عذر تاخیر ہو

(٣٥) وعند مالك تبطل بمضى سنة

(٣٥) امام مالک رح کے نزدیک ایک سال کے گذر جانے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

(٣٦) والفتوى على قول ابى حنيفة انها لا تبطل ابدا حتى يسقطها بلسانه لان الحق قد ثبت بالطلب فلا يبطل بالتاخير كسائر الحقوق۔

(٣٦) مفتی بہ قول اس بارہ مین امام صاحب رح کا قول ہے کہ جبتک شفیع خود شفعہ کو اپنی زبان سے ساقط نہ کرے اوسوقت تک ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ طلب کرنے سے حق شفعہ ثابت ہو گیا لہذا جسطرح اور حقوق کا حال ہی کہ تاخیر کرنے سے ساقط نہین ہوتی اسیطرح یہ بھی ساقط نہین ہو سکتا

(٣٧) ولو كان التاخير بعذر من مرض او سفر او حبس او عدم قاض يرى الشفعة بالجوار فى بلده لا تسقط بالاجماع وان طالت المدة۔

(٣٧) اگر طلب تملک مین کسی عذر سے تاخیر ہو گئی مثلا بیمار رہتا یا سفر مین تھا یا قید خانہ مین تھا یا اوس کے شہر مین ایسا قاضی نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو باتفاق ائمہ اس شخص کا شفعہ ساقط نہین ہوتا اگرچہ مدت دراز گذر جائے۔

(٣٨) فان طلب الشفيع الشفعة عند القاضى سال القاضى المدعى عليه وهو المشترى عن الدار التى يشفع بها الشفيع هل هى ملك للشفيع ام لا فان اقر المشترى بملك ما يشفع به او نكل

(٣٨) جسوقت شفیع طلب تملک کرے یعنے قاضی کے روبرو اپنے شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مشتری سے سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ اسکی ملک ہی یا نہین اگر اس صورت مین مشتری اقرار کرے کہ وہ مکان شفیع کی ملک ہی یا اسبات کا منکر ہو کر پھر حلف کرنے سے بھی

المشتری عن الیمین بعد ما انکر او برھن
الشفیع ای اوقام بینۃ انھا ملکہ ثم سالہ
ای سأل القاضی المشتری عن الشراء
فیقول لہ اشتریت ام لا فان اقر
المشتری بہ ای بالشراء او نکل عن
الیمین بعد ما انکر او برھن الشفیع
ای اقام بینۃ علی الشراء قضی القاضی
بھا ای بالشفعۃ لثبوتہ عندہ۔
والواجب فی ھذا ان یسال
القاضی اولا المدعی عن موضع الدار
من مصر ومحلۃ وحدودھا لانہ
ادعی فیھا حقا فلابد ان تکون
معلومۃ۔
فاذا بین ذلک سال ھل قبض
المشتری الدار ام لا لانہ اذا لم یقبضھا
لا تصح دعواہ علی المشتری حتی یحضر
البائع فاذا بین ذلک سالہ عن طلب
التقریر کیف کان وعند من اشھد
فاذا بین ذلک کلہ تم دعواہ ثم اقبل
علی المدعی علیہ فسالہ عن الدار التی
یشفع بھا ھل ھی ملک الشفیع ام لا فان
اعترف ثبت باعترافہ وان انکر کلف
القاضی الشفیع اقامۃ البینۃ علی انہ مالک
لما یشفع بہ۔
وعند زفر یقضی بظاھر الید

انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کردے کہ وہ مکان
میرا مملوک ہے تو بہرحال اسکے بعد قاضی کو مشتری سے
خریدنیکی نسبت سوال کرنا چاہیے کہ تونے یہ مکان مشفوعہ
خریدا ہی یا نہین اگر وہ خریدنیکا اقرار کرلے یا انکار کرکے پھر
حلف کرنے سے بھی انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ
پیش کردے کہ مکان مشفوعہ اس مدعی علیہ نے خریدا ہی تو اسوقت
قاضی کو شفعہ کا حکم دیدینا چاہیے اسواسطے کہ اس گفتگو سے
قاضی کے نزدیک شفعہ ثابت ہوگیا۔ اور شروع سے اس
گفتگو کا طریقہ یہ ہے کہ اولا قاضی کو مدعی سے مکان مشفوعہ کا
پتا ونشان دریافت کرنا چاہیے کہ کونسے شہر مین اور
کونسے محلہ مین ہے اور اوس کے حدود اربعہ کیا ہین اسواسطے
کہ جب اس مکان مین وہ اپنے حق کا دعوی کرتا ہے
تو قاضی کو اوس مکان کا معلوم ہونا ضروری ہی جب مدعی
اس کا بیان کرچکے تو قاضی اوس سے سوال کرے کہ مشتری نے
اوس پر اپنا قبضہ کرلیا ہے یا نہین اسواسطے کہ اگر مشتری کا
قبضہ نہین ہوا ہے تو بغیر موجودگی بائع کے مشتری پر
مدعی کا دعوی صحیح نہوگا جب اسکو بھی بیان کردے تو
قاضی اوس سے یہ بات دریافت کرے کہ طلب تقریر تونے
کسطور پر کی اور کس کے پاس گواہ کیا جب اسکا بھی جواب
دیدے تو اوسکا دعوی پورا ہوجائیگا اسکے بعد قاضی کو مدعی علیہ
کی طرف مخاطب ہونا چاہیے اور اوس سے دریافت کرنا چاہیے
کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہی وہ
شفیع کی ملک ہی یا نہین اگر اوس نے اقرار کرلیا تو شفیع کی
ملکیت اوس کے اقرار سے ثابت ہوگئی اور اگر مشتری نے کہا
کہ وہ مکان شفیع کی ملک نہین ہی تو شفیع سے اسبات کے گواہ لینے

چاہئین

وهو احدى الروايتين عن ابي يوسف وقول الشافعي لان اليد دليل الملك ظاهرا ولنا ان الظاهر يكفي للدفع دون الالزام۔

فان عجز عن البينة فطلب يمينه استحلف المشتري بالله ما يعلم انه مالك للذي ذكره مما يشفع به عند ابي يوسف وعند محمد يحلف على البتات فان نكل او اقام الشفيع بينة او اقر المشتري بذلك ثبت ملك الشفيع في الدار التي يشفع بها وثبت السبب وبعد ذلك سال القاضي المدعى عليه فيقول له هل اشتريت ام لا فان انكر الشراء قال للشفيع اقم البينة انه اشترى فان عجز عن اقامة البينة وطلب يمين المشتري استحلف بالله ما اشترى او بالله ما يستحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا تحليف على الحاصل وهو قول ابي حنيفة ومحمد والاول على السبب وهو قول ابي يوسف فان نكل او اقر او اقام الشفيع بينة قضى بها لظهور الحق بالحجة۔

(۳۹) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن وقت الدعوى فيجوز له المنازعة وان لم

چاہیں کہ وہ مکان کا مالک ہی اور امام زفر رح فرماتے ہیں فقط ظاہری قبضہ سے ملکیت کا حکم دیدیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہی اور امام شافعی رح کا قول بھی یہی ہے اسواسطے کہ قبضہ ملکیت کی دلیل ہے مگر حنفیہ کہتے ہیں ظاہری قبضہ دوسرے کے ملکیت کی دفع کرنے کو کافی ہو سکتا ہی مگر دوسرے کے اوپر اوس کے ذریعہ سے حق ثابت نہیں ہو سکتا۔ الغرض جسوقت قاضی نے شفیع سے گواہ طلب کیے اور گواہ نہ لا سکا لیکہ اوس نے مشتری سے حلف لینیکی درخواست کی تو مشتری سے ابو یوسف رح کے نزدیک حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مجکو معلوم نہیں کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی وہ اوسکی ملک ہی اور محمد رح فرماتے ہیں حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم وہ مکان شفیع کی ملک نہیں ہی بہرحال اگر مشتری اس حلف سے انکار کرے یا خود شفیع ملکیت کے گواہ سنادے یا مشتری اوسکی ملکیت کا اقرار کرے تو جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس مکان میں شفیع کی ملکیت ثابت ہو جائیگی اور شفعہ کا سبب متحقق ہو جائیگا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان مشفوعہ خریدا ہی یا نہیں اگر خریدنے سے انکار کرے تو شفیع سے اثبات کے گواہ طلب کیے جائینگے کہ وہ مکان مشتری نے خریدا ہی اگر گواہ نہ لا سکا اور اس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم میں نے نہیں خریدا ہی یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس وجہ سے اس مکان میں یہ شخص شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس وجہ سے یہ شفعہ کا مستحق نہیں ہی کہ دوسرا حلف حاصل کے اوپر ہے اور ابو حنیفہ رح اور محمد رح کا قول یہی ہی اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور ابو یوسف رح کا قول وہی ہی بہرحال

(۳۹) دعوی کے وقت شفیع پر ثمن کا موجود کر دینا ضرور نہیں ہی اگر قاضی کے پاس ادائے ثمن حاضر نہیں کیا ہی اسوقت بھی

یحضرہ الثمن الی مجلس القاضی۔

منازعت کرنے کا مجاز ہے۔

(۴۰) وعن محمد لا یقضی له بها حتی یحضر الثمن وهو روایة الحسن عن ابیحنیفة احترازا عن توی الثمن۔

(۴۰) محمد رح سے مروی ہی تا وقتیکہ شفیع ثمن کو لاکر موجود نہ کرے قاضی کو اوسکے لیے شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے ایسا نہ ہو کہ ثمن ہلاک ہو جائے اور مشتری کی حق تلفی ہو حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے بھی اس قول کو روایت کیا ہے۔

(۴۱) وجه الظاهر انه لایجب علیه الا بعد القضاء لانه قبل القضاء غیر واجب علیه فلا یطالب به۔

(۴۱) ظاہر روایت کی دلیل یہ ہی کہ شفیع کے اوپر ثمن اوسوقت واجب ہوتا ہی کہ قاضی شفعہ کا حکم دیدے اوسسے قبل واجب نہیں ہوتا اور جب اوپر واجب نہیں ہی تو اوس سے مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

(۴۲) وعند الشافعی ینتظر الی ثلاثة ایام وعند مالک واحمد یومین۔

(۴۲) شافعی رح کے نزدیک حکم قاضی کے بعد تین روز تک ثمن کا انتظار ہو سکتا ہی اور مالک اور احمد رح کے نزدیک صرف دو روز تک ہو سکتا ہی اگر اس عرصہ مین اوس نے ثمن لاکر حاضر کر دیا تب تو خیر ورنہ شفعہ فسخ ہو جائیگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ میرے پاس ثمن نہیں ہی یا یہ کہا کہ کل کو حاضر کردونگا یا اسی قسم کا اور کوئی لفظ کہا تو شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باطل نہو گا۔

فان احضر الثمن فبها والا فسخ فان قال لیس عندی الثمن او احضرہ غدا او ما اشبه ذلك تبطل الشفعة۔

وعند الثلاثة لا بل انما یلزم الشفیع احضار الثمن بعد القضاء ای بعد قضاء القاضی بالشفعة لما ذکرنا۔

بلکہ جب قاضی شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو اوسکے بعد شفیع کو ثمن کا حاضر کرنا چاہیے اسواسطے کہ حکم قاضی کے بعد ثمن کا ادا کرنا اوس کو واجب ہو جاتا ہے۔

(۴۳) وخاصم الشفیع البائع لو ای لو کان المبیع فی یدہ لان له یدا محقة اصالة فکان خصما کالمالك بخلاف المودع والمستعیر ونحوهما لان یدهم لیست باصالة فلا یکون خصما۔

(۴۳) اگر مبیع ہنوز بائع کے پاس موجود ہی تو شفیع بائع سے بھی مخاصمت کرتا ہی اسواسطے کہ بائع کا قبضہ ذاتی اور اصلی طور پر ہی لہذا جسطرح مالک یعنے مشتری سے مخاصمت ہو سکتی ہی اوسیطرح بائع سے بھی اس حالت مین ہو سکتی ہی بخلاف اوس صورت کے کہ وہ مکان کسی کے پاس عاریت یا ودیعت کے طور پر ہو کہ اوس شخص سے شفیع مخاصمت نہین کر سکتا ہے

ولا یسمع القاضی البینة حتی یحضر المشتری لان لکل

کیونکہ اوسکا قبضہ ذاتی طور پر نہیں ہے مگر جسوقت تک مشتری موجود نہو

جبتک

منهما فى المبيع حقا للبائع اليد وللمشترى الملك والشفيع يتعرض للحقين جميعا فلا بد من حضورهما فيفسخ البيع بمشهد اى بمشهد المشترى اى حضوره بخلاف ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم فصار البائع اجنبيا عنهما۔

قاضی کو شفیع کے گواہ نہ سننے چاہییں اسواسطے کہ اس بیع میں انہی تک دونوں کا حق ہے اسلیے کہ قبضہ اگرچہ بائع کا ہے مگر ملک مشتری کی ہے اور شفیع دونوں حقوق میں دخل دیتا ہے لہذا بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مشتری کے روبرو اوس بیع کو فسخ کر دیا جائے اور اگر مشتری کا مبیع پر قبضہ ہو گیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور بائع کے حاضر ہونیکی ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ جب مشتری کا قبضہ ہو گیا تو اب بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور بیع تمام ہو گئی۔

(۴۴) والعهدة وهى ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع عندنا۔ وقالت الثلاثة على المشترى والاصل فى ذلك ان حقوق العقد ترجع الى المالك عندهم والى العاقد عندنا۔

(۴۴) حنفیہ کے نزدیک اگر مکان مبیعہ میں کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوسکے ثمن کا ذمہ دار ہو گا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مشتری ذمہ دار ہو گا اور اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مبیع کے احکام مالک کی طرف راجع ہوتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک عقد کرنے والے کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۴۵) والوكيل بالشراء خصم للشفيع ما لم يسلم المبيع الى الموكل لان الوكيل هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيكون متوجها عليه الا ان يسلم الدار الى الموكل فيخرج عن الخصومة وعند الثلاثة الخصم هو الموكل ابتداء لان الوكيل بمنزلة السفير۔

(۴۵) اگر ایک شخص کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو جبتک وہ مکان موکل کے قبضہ میں نہ آجائے اوسوقت تک شفیع وکیل سے مخاصمت کر سکتا ہے اسواسطے کہ عقد کرنے والا یہاں پر وکیل ہے اور شفعہ عقد کے احکام میں سے ہے لہذا وکیل سے مخاصمت کیجائیگی مگر جس صورت میں وہ مکان موکل کے قبضہ میں دیدے کہ اب وکیل سے خصومت نہیں ہو سکتی اور ائمہ ثلاثہ یعنے شافعی اور احمد اور مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شروع سے ہی دعوی موکل کے اوپر ہے کیونکہ وکیل محض بمنزلہ سفیر کے ہے

(۴۶) وللشفيع خيار الرؤية والعيب وان شرط المشترى البراءة منه اى من العيب بالاجماع لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء فيثبت فيها الخيار ولا يسقط برؤية المشترى بشرط

(۴۶) اگرچہ مشتری نے [illegible] عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کرلی ہو مگر شفیع کو [illegible] اور خیار عیب حاصل رہتا ہے اسواسطے کہ شفعہ [illegible] ہے لہذا شفیع کو لامحالہ [illegible] اختیار [illegible] ہوگا اور [illegible] یا عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لینے سے شفیع کا اختیار ساقط نہ ہوگا کیونکہ شفیع

براءتہ لان الشفیع لیس بنائب عنہ فلا یسقط حقہ باسقاط المشتری۔

اس مشتری کا نائب نہین ہے لہذا مشتری کے ساقط کرنے سے اوسکا حق ساقط نہو گا۔

(۴۷) وان اختلف الشفیع والمشتری فی مقدار الثمن فالقول للمشتری لانہ منکر لان الشفیع یدعی استحقاق الاخذ عند نقد الاقل والمشتری ینکرہ ولا یتحالفان لان التحالف عرف بالنص فیما اذا وجد الانکار من الجانبین والدعوی من الجانبین والمشتری لا یدعی علی الشفیع شیئا فلا یکون الشفیع منکرا ولا یکون فی معنی ما ورد بہ النص فامتنع القیاس۔

(۴۷) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کی مقدار مین اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوتا ہے اسواسطے کہ مشتری منکر ہوتا ہے کیونکہ شفیع اسبات کا مدعی ہے کہ تھوڑا ثمن دیکر مین اس مکان کے لینے کا مستحق ہون اور مشتری اوس سے انکار کرتا ہے مگر اون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونون طرف سے حلف لینے کا حکم نص سے صرف اُس صورت مین ثابت ہوا ہے کہ دونون طرف سے دعوی اور دونون طرف سے انکار پایا جائے اور یہان مشتری شفیع پر کسی چیز کا دعوی نہین کرتا کہ شفیع اوسکا منکر ہو تا پس یہ مورد نص مین داخل نہوا اور اوسپر قیاس نہین کر سکتے۔

(۴۸) وان برہنا ای وان اقام کل واحد منہما البینۃ علی دعواہ فللشفیع ای فالبینۃ بینۃ الشفیع عندہما

(۴۸) اگر دونون نے لینے اپنے دعوی پر گواہ سنا دے تو صاحبین رح کے نزدیک شفیع کے گواہون کا اعتبار کیا جائیگا۔

(۴۹) وعند ابی یوسف البینۃ بینۃ المشتری لانہا تثبت الزیادۃ وعند الشافعی واحمد تہاترتا والقول للمشتری وعنہما یقرع وعند مالک یحکم بالاعدل والا بالیمین۔

(۴۹) صورت مذکورہ بالا مین ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہونکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایک زیادہ بات ثابت ہوتی ہے اور شافعی اور احمد رح کے نزدیک دونون کے گواہ نامعتبر ہونگے اور مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائیگا اور ان دونون کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ قرعہ اندازی کیجائیگی اور امام مالک رح فرماتے ہین کہ

(۵۰) ولہما ان بینۃ الشفیع ملزمۃ وبینۃ المشتری غیر ملزمۃ لان الشفیع لو ترک الدعوی یترکہ فیکون الملزم اولی۔

(۵۰) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے گواہون سے دوسرے پر حق لازم ہوتا ہے اور مشتری کے گواہون سے لازم نہین ہوتا کیونکہ اگر شفیع اپنا دعوی چھوڑ دے تو مشتری خود چھوڑ دیتا ہے لہذا شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

(٥١) وان ادعى المشتري ثمنا وادعى بائعه اقل منه والحال انه لم يقبض الثمن اخذها اى المشفوعة الشفيع بما قال البائع لان الامران كان كما قاله البائع فالشفيع ياخذه به وان كان كما قاله المشتري يكون حطا عن المشتري بدعواه الاقل وحط البعض يظهر في حق الشفيع فياخذه به ولو كان ما ادعاه البائع اكثر مما ادعاه المشتري تحالفا وايهما نكل ظهر ان الثمن ما يقوله الاخر فياخذها الشفيع بذلك وان فسخ القاضي العقد بينهما ياخذه الشفيع بما يقوله البائع۔

(٥١) اگر مشتری کہتا ہے یہ مکان مین نے سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع کہتا ہے مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے اور ہنوز بائع نے ثمن کو وصول نہین کیا تو شفیع اس صورت مین پچاس روپیہ دیکر مکان مشفوعہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ اگر فی الحقیقت پچاس کو خرید ا ہے تب تو شفیع کو پچاس ادا ہی کرنے چاہیین اور اگر سو کو خریدا ہے تو بائع کا یہ کہنا کہ مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے ثمن کا کم کر دینا خیال کیا جائیگا اور یہ کمی شفیع کے حق مین ظاہر ہو جائیگی سواسطے پچاس سے لے سکیگا اور اگر مشتری پچاس کا دعوی کرتا ہے اور بائع سو کا مدعی ہے تو اون دونون سے حلف لیا جائیگا اور جو کوئی حلف سے انکار کرے گا ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسی کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑیگا۔ اور اگر قاضی نے بائع اور مشتری کے عقد کو فسخ کر دیا تو بائع کے قول کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(٥٢) وان قبض البائع الثمن في المسئلة المذكورة اخذها الشفيع بما قال المشتري اذا اثبت ذلك بالبينة او بيمينه ولا يلتفت الى قول البائع لان باستيفاء الثمن انتهى العقد وصار البائع كالاجنبي وعند الثلاثة يؤخذ بقول المشتري هنا ايضا۔

(٥٢) اگر صورت مذکورہ بالا مین بائع نے ثمن کو وصول کر لیا ہے تو مشتری کے بیان کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا بشرطیکہ مشتری گواہ سنا دے یا حلف کر لے اسلیے کہ وصول ثمن کے بعد عقد تمام ہو گیا اور بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک پہلی صورت مین بھی مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(٥٣) وحط البعض اى بعض الثمن يظهر في حق الشفيع حتى ياخذه بما بقي لان الحط لما التحق باصل العقد صار الباقي هو الثمن وعند الثلاثة لا يظهر

(٥٣) اگر بائع نے ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو شفیع کے حق مین بھی کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر کمی سے مکان کو لے سکیگا اسواسطے کہ جب یہ کمی نفس بیع کے اندر داخل ہو گئی تو کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہے اوسیقدر ثمن مقرر ہو گیا اور

ولا یسقط عن الشفیع بل علیه الثمن المسمی وقد مر اصل هذا فی کتاب البیوع۔

الحمد للہ کے نزدیک شفیع سے کمی نہ کیجائیگی بلکہ جو ثمن پہلے قرار پایا ہے وہی ثمن اوسکو دینا پڑے گا۔ کتاب البیوع میں اس مسئلہ کی اصل گذر چکی ہے۔

«۵۴» لایظهر حط الکل ای کل الثمن یعنی لو حط البائع کل الثمن عن المشتری لم یسقط عن الشفیع بالاجماع لانه یصیر بیعا بلا ثمن وانه باطل۔

«۵۴» اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا تو بالاتفاق شفیع کے ذمہ سے ساقط نہوگا اسواسطے کہ یہ بیع بلا ثمن ہوگی اور بیع بلا ثمن باطل ہوتی ہے۔

«۵۵» ولا یظهر ایضا الزیادة علی الثمن بعد عقد البیع حتی لا تلزمه الزیادة بالاجماع لان فی اعتبارها الحاق الضرر به وهو مدفوع۔

«۵۵» اگر بیع ہو جانے کے بعد مشتری نے بائع کے لیے ثمن بڑھا دیا تو بالاتفاق وہ زیادتی شفیع پر لازم نہوگی اسواسطے کہ اگر اس زیادتی کا اعتبار کیا جائے تو اسمین شفیع کا ضرر ہے اور شریعت کے اندر ضرر مدفوع ہے۔

«۵۶» وان اشتری دارا بعرض او بعقار اخذها ای الدار الشفیع بقیمته ای بقیمة ذلك العرض او العقار واخذها بمثله ای بمثل ذلك العرض لو کان مثلیا ای من ذوات الامثال کالمکیل والموزون والعددی المتقارب کما فی ضمان العدوان۔

«۵۶» اگر ایک مکان بعوض ایک زمین کے یا بعوض منقول چیز کے خریدا تو شفیع کو اوس کے بدلہ مین زمین اور اس چیز کی قیمت ادا کرنا چاہیے اور اگر وہ چیز مثلی یعنے ذوات الامثال مین سے ہو مثلاً وہ چیزین جو ناپ یا تول یا گنتی سے فروخت ہوتے ہین تو شفیع کو اوسکا مثل ادا کرنا چاہیے جسطرح قصداً ہلاک کرنے کے صورت مین تاوان کا قاعدہ ہے۔

«۵۷» واخذها الشفیع بحال ای بثمن حال لو کان الثمن مؤجلا بان کان المشتری اشتراها الی اجل او یصبر الشفیع عن الاخذ حتی یمضی الاجل المضروب بین البائع والمشتری فیاخذ ما

«۵۷» اگر مشتری نے ایک مکان کچھ مدت کے بعد ثمن ادا کرنے کے وعدہ پر خریدا ہے تو شفیع اسطرح اسکو نہیں لے سکتا بلکہ فی الحال اوسکو ثمن ادا کرنا پڑے گا یا اوس مدت معین تک شفیع کو صبر کرنا پڑے گا بعد ازان اوسی ثمن سے لے سکیگا جو اونکے مابین قرار پایا ہے۔

بعد ذلك۔

(۵۸) وقال زفر ومالك واحمد والشافعی فی القديم له ان ياخذها فی الحال بالثمن المؤجل لان الشراء وقع به ولنا ان الاصل فی الثمن ان يكون حالا وانما يؤجل بالشرط ولا شرط فی حق الشفيع۔

(۵۸) زفر اور مالک اور احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا قدیم قول یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں شفیع اوسیوقت اوس مکان کو اوسی مدت کے وعدہ پر فی الحال لے سکتا ہے اسواسطے کہ اس مکان کی بیع اسیطرح واقع ہوی ہے حنفیہ یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اصل میں ثمن اوسیوقت ادا کرنے کی چیز ہے اور اوسکا انتظار صرف شرط لگانے سے ہوجاتی ہے اور شفیع کے حق میں وہ شرط نہیں لگائی گئی ہے

(۵۹) ثم لابد من الطلب ان كان يصبر الی حلول الاجل حتی لو سكت ولم يطلب فی الحال بطلت شفعته عندهما وعند ابی يوسف لا تبطل بالتاخير الی حلول الاجل لان الطلب ليس بمقصود لذاته بل للاخذ وهو لا يتمكن منه فی الحال بثمن مؤجل فلا فائدة فی طلبه فی الحال ولهما ان حقه قد ثبت ولهذا له ان ياخذ بثمن حال ولولا ان حقه ثابت لما كان له ذلك والسكوت عن الطلب بعد ثبوت حقه يبطل الشفعة۔

(۵۹) مگر صورت مذکورہ میں اگر شفیع کو اوس مدت معین کے گذرنے کا انتظار کرنا منظور ہو تو بھی اوسکو طلب شفعہ اوسیوقت کرنا چاہیے اگر فی الحال شفعہ طلب نہ کیا بلکہ سکوت کر لیا تو صاحبین کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ کوئی مقصود بالذات چیز نہیں ہے بلکہ لینے کی غرض سے طلب کیا جاتا ہے اور وہ اس صورت میں مکان کو فی الحال نہیں لے سکتا پھر اوسکے فی الحال طلب کرنے کا کیا نتیجہ ہے۔ اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا حق تو ثابت ہوچکا اوسیلئے فی الحال ثمن دیکر فی الحال مکانکو لے سکتا ہے اگر حق ثابت نہوتا تو کسطرح لے سکتا تھا اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر ثبوت حق کے بعد پھر طلب شفعہ سے سکوت کیا جائے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(۶۰) واخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير ان كان الشفيع ذميا صورته اشتری ذمی من ذمی عقارا بخمر او خنزير فان كان شفيعه ذميا اخذه بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا

(۶۰) ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک مکان بعوض شراب یا خنزیر کے خریدا اور اوسکا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت ادا کرکے مکان کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ اس قسم کی بیع ذمی لوگونکے باہم درست ہے اور جب درست ہوئی تو بیع کے

احکام البیع مثل الشفعة ونحوها غیر ان الذمی لا یتعذر علیه تسلیم الخمر فیاخذ بها لانها من ذوات الامثال والخنزیر من ذوات القیم فیجب علیه قیمته۔

شراب کے بدلہ شراب کا دینا دشوار نہین ہی اسواسطے اُسکو شراب دینی پڑیگی اور خنزیر چونکہ غیر مثلی چیز ہی اسواسطے اُسکی قیمت ادا کرنا ہوگا

وان کان الشفیع مسلما وذمیا اخذ کل واحد منهما النصف بما ذکرنا من قیمة الخمر او مثلها ولو اسلم الذمی صار حکمه حکم المسلم من الابتداء فیاخذها بالقیمة والمستامن کالذمی فی جمیع ذلك۔

اور اگر اس صورت مین ایک مسلمان اور ایک ذمی شخص شفیع ہین تو ہر ایک نصف مکان کو شراب کی قیمت یا شراب کے بدلہ شراب دیکر لے سکتا ہے۔ اور اگر ذمی مسلمان ہوگیا تو اوس کا حکم اوس شخص کے مانند ہی جو پیشتر سے ہی مسلمان ہو اور مستامن کا حال تمام احکام مین ذمی کا سا ہے

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(٦١) واخذ بقیمتها ای بقیمة الخمر وقیمة الخنزیر لو کان الشفیع مسلما لانه لا یقدر علی تسلیم المثل لکونه ممنوعا عن تملیکهما وتملکهما فیجب علیه قیمتهما کما فی ضمان العدوان۔

(٦١) اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے بعوض شراب یا سوءر کے ایک مکان خریدا اور ایک مسلمان کا اوسمین شفعہ ہی تو اس مسلمان کو اون دونون کی قیمت ادا کرنی پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان اون کا لین دین نہین کر سکتا لہذا اونکی قیمت اوسکو دینی پڑیگی جسطرح قصداً ہلاک کرنے کی صورتمین تاوان دینے کا قاعدہ ہی۔

(٦٢) واخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس لو بنی المشتری علی الارض المشفوعة او غرس فیها او کلف الشفیع المشتری قلعهما ای قلع البناء والغرس ویاخذ الارض فارغة۔

(٦٢) اگر مشتری نے زمین مشفوعہ مین کچہ عمارت بنالی یا درخت لگا لیے تو شفیع کو زمین کے ثمن کے ساتھ اس عمارت اور درختون کی قیمت بھی ادا کرنی پڑیگی ورنہ شفیع کو مشتری سے یہ درخواست کرنی پڑیگی کہ اپنی عمارت اور درختون کو گرا کر لیجائے اور شفیع کو زمین خالی کرکے دیدے

(٦٣) وعن ابی یوسف انه لا یکلفه بالقلع ولکنه بالخیار ان شاء اخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس وان شاء ترك وبه قال مالك والشافعی

(٦٣) صورت مذکورہ بالا مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ شفیع اوس عمارت اور درختون کے گرانے کی درخواست مشتری سے نہین کر سکتا بلکہ صرف اوس کو اسبات کا اختیار رہیگا یا تو زمین کے ثمن کے ساتھ عمارت اور درختون کی قیمت بھی دیکر اونکو لیلے یا بالکل

بیعنی

فی قول ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

وعن الشافعی واحمد لیس له قلعهما بل یاخذها بقیمتها فقط۔

شفعہ کو ترک کردے اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی آیا ہے مگر دوسری روایت یہ ہے کہ مشتری اوس عمارت اور درختوں کو نہین گرا سکتا بلکہ شفیع کو قیمت ادا کرکے اونکا لینا پڑے گا۔

(۶۴) وجه الظاهر ان المشتری تصرف فی ارض تعلق بها حق متاکد للغیر من غیر تسلیط من جهته فینتقض

(۶۴) ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ مشتری نے اس جگہ ایسی زمین مین تصرف کیا ہے جسمین دوسرے کا حق مستحکم ہو گیا ہے اور یہ تصرف دوسرے کے بلا اجازت ہے لہذا اوسکا تصرف باطل ہو جائیگا۔

(۶۵) فان قلعهما ای البناء والغرس الشفیع فاستحقت الارض بعد ذلك فکلف المستحق الشفیع بالقلع فقلعهما رجع الشفیع علی المشتری بالثمن لانه تبین ان المشتری اخذ الثمن من الشفیع بغیر حق لان الارض لم تکن فی ملکه فیسترد الشفیع منه الثمن فقط یعنی لا یرجع بقیمة البناء والغرس لا علی البائع ان کان اخذها منه ولا علی المشتری ان اخذها منه معناه لا یرجع بما نقص بالقلع وعن ابی یوسف انه یرجع به لانه متملك علیه فکان کالمشتری۔

(۶۵) اگر صورت مذکورہ بالا مین شفیع نے عمارت اور درختوں کو اوکھاڑ ڈالا بعد ازان اوس زمین مین کسی اجنبی شخص کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع مشتری سے ثمن واپس لے سکتا ہے اسواسطے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مشتری نے ناحق شفیع سے ثمن لیا ہے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ زمین اوس کی ملک نہین تھی لہذا اوس سے ثمن واپس لیا جائیگا مگر عمارت اور درختوں کی قیمت کا مطالبہ کسی سے نہ کرسکیگا نہ بائع سے نہ مشتری سے یعنے درختوں اور عمارت کے گرادینے سے اوس زمین کی قیمت میں جو کچھ کمی لاحق ہوگا اوسکا مطالبہ نہین کرسکتا۔ اور ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ واپس لیسکتا ہے اسواسطے کہ جب اوس نے بائع سے حق تملک کی درخواست کی ہے تو وہ بمنزلہ مشتری کی ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۶۶) وجه الظاهر وهو الفرق بینه وبین المشتری ان المشتری مغرور من جهة البائع ومسلط علیه من جهته ولا غرور ولا تسلیط للشفیع من جهة المشتری لان الشفیع اخذها منه جبرا

(۶۶) ظاہر مذہب کی وجہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری مین فرق ہے کہ مشتری تو بائع کے فریب مین آسکتا ہے اور بائع کی طرف سے اوسکو ملکیت ہوسکتی ہے اور شفیع مین یہ بات نہین ہے اسواسطے کہ وہ جبرًا مالک بنجاتا ہے کسی کے مالک بنانے سے نہین مالک بنتا یا کسی کے فریب مین نہین آتا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۶۷) واخذها الشفیع بکل الثمن ان خربت الدار بعد شراء المشتری من غیر صنع احد او جف الشجر کذلک لانهما تابعان للارض حتی یدخلان فی البیع من غیر ذکر فلا یقابلها شیٔ من الثمن ولهذا یبیعهما فی هذه الصورة مرابحة بلا بیان۔

بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق الماء حیث یسقط من الثمن بحصته لان الفائت ههنا بعض الاصل هذا اذا انهدم البناء ولم یبق له نقض ولا یبقی من الشجر شیٔ من حطب او خشب واما اذا بقی شیٔ من ذلک فلا بد من سقوط بعض الثمن فیقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی قیمة النقض یوم الاخذ۔

(۶۷) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسکے اندر کچھ درخت بھی تھے بعد ازاں وہ مکان خود بخود خراب ہوگیا یا درخت خود بخود خشک ہوگیے تو شفیع کو اوس مکان اور درختوں کا پورا ثمن ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ درخت وغیرہ زمین کے توابع مبیع مین اسلیے بغیر ذکر کے یہ چیزین زمین کے بیع مین داخل ہو جاتی ہین اسلیے ثمن کا کوئی حصہ انکے مقابل نہ سمجھا جائیگا و لہذا یہ مشتری کچھ نفع لیکر بغیر بیان کیے اس صورت مین اوس زمین کو شرعا فروخت کرسکتا ہے۔ اور اگر زمین کا کچھ حصہ پانی مین غرق ہوکر تلف ہوجائے تو اوسی کے قدر شفیع کیلیے ثمن مین کمی کردیجائیگی اور صورت مذکورہ بالا مین حکم مذکور اوسوقت ہے کہ عمارت گر جانے کے بعد عمارت کا ملبہ اور درخت خشک ہوجانے کے بعد درختوں کی لکڑیاں باقی نہ رہی ہون اور اگر باقی ہین تو ضرور ثمن مین کمی کردیجائیگی اور مکان اور ملبہ کی قیمت پر وہ ثمن تقسیم کیاجائیگا مگر مکان کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو خریدتے وقت ہوتی ہوگی اور ملبہ کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو لیتے وقت ہوگی۔

✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤

(۶۸) واخذها بحصة العرصة ان نقض المشتری البناء لانه صار مقصودا بالاتلاف والتبع اذا صار مقصودا به یقابله شیٔ من الثمن بخلاف الاول لان الهلاک فیه بآفة سماویة فاذا کان له حصة من الثمن یقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد علیهما

(۶۸) اگر ایک شخص نے مکان خریدکر اوسکی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کردیجائیگی اور جسقدر ثمن زمین کے حصہ مین پڑیگا اوسیقدر شفیع کو ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ مشتری نے جب خود اوسکو اوکھاڑا ہے تو وہ ایک مقصود بالذات چیز قرار پائی اور توابع جب مقصود بالذات ہوجاتے ہین تو ثمن کا ایک جز بھی اونکے مقابل مین خیال کیاجاتا ہے بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہان آفت سماوی سے عمارت وغیرہ تلف ہوگئی ہے جسمین مشتری کو کچھ دخل نہین ہے اور جب اوسکے مقابل مین بھی ثمن کا ایک حصہ واقع ہوا

(۶۹) بخلاف المسئلة الاولی وهو

(۶۹) اور اگر خرید شدہ مکان کی عمارت خود منہدم ہوجائے

مراد زمین اور عمارت کی قیمت ہے اوسکو تقسیم کر کے ... زمانہ بیع کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

ما اذا انهدم بنفسه وكان النقض باقيا حيث يعتبر فيها قيمة النقض يوم الاخذ بالشفعة لانه صار له قيمة بالحبس ونقض الاجنبي البناء كنقض المشتري

(۷۰) والنقض بكسر النون بمعنى المنقوض كالنكث بمعنى المنكوث وجاء النقض بفتحتين له اي المشتري لان الشفيع انما ياخذه بطريق التبعية للعرصة وقد زالت بالانفصال

(۷۱) واخذها الشفيع بثمرها ان ابتاع اي ان اشترى المشتري ارضا ونخلا وثمرا بان شرطه في البيع او اشترى ارضا ثم اثمر النخل في يده اي في يد المشتري بعد الشراء لانه باتصال خلقة صار تبعا من وجه.

(۷۲) وان جذه بالذال المعجمة المشدده اي وان قطع المشتري الثمر فيما اذا اشتراها بالثمن بالشرط سقطت حصته اي حصة الثمر من الثمن لانه لما دخل بالتسمية صار اصلا وكذلك اذا اهلك بآفة سماوية واما في الفصل الثاني فياخذ الارض والنخل بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يدخل عند الاخذ في المبيع الا تبعا فلا يقابله

اور اسکا ملبہ باقی ہو تو اس ملبہ کی وہ قیمت لگائی جائیگی جو شفعہ کے ذریعہ سے لینے وقت اوسکی قیمت ہی کیونکہ روکے رہنے سے اوسکی قیمت ہوئی ہے اور اگر کوئی اجنبی شخص اوس مکان کی عمارت کو منہدم کردے تو اوسکو بھی مشتری کے منہدم کرنیکا حکم ہے

(۷۰) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود منہدم کیا ہو تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کرکے عمارت کا ملبہ مشتری کو دیدیا جائیگا اسواسطے کہ شفیع زمین کے ساتھ بالتبع عمارت کو لے سکتا تھا اور منہدم ہونے کی وجہ سے اوسکا اتصال زمین سے جاتا رہا۔

(۷۱) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون کے خریدا اور درختون کے پھل بھی بیع کے اندر ٹھیرالیے یا پھل نہین ٹھیرائے گر مشتری کے قبضہ مین اگر درختون پر پھل آگئے تو شفیع مع پھلون کے مشتری سے اوس زمین اور درختون کو لیسکتا ہے اسواسطے کہ اتصال خلقی کی وجہ سے پھل درختون کے تابع سمجھے جاتے ہین۔

(۷۲) اگر مشتری نے صورت مذکورہ بالا مین پھلون کو توڑ لیا تو بقدر اونکے حصہ کے ثمن شفیع کے ذمہ سے کم ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر پھلون کا بھی ذکر کردیا ہی تو پھل مقصود بالذات چیز ہو گئے اسیطرح اگر یہ پھل آفت سماوی سے ضائع ہو جائین تو بھی اونکے قدر ثمن مین کمی کردیجائیگی البتہ جس صورت مین پھلون کا ذکر بیع کے وقت نہ آیا ہو بلکہ مشتری کے پاس اگر درختون پر پھل آیا ہو تو اوسکے ضائع ہو جانے سے ثمن مین کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ بیع کے وقت چونکہ پھل موجود نہین تھا اسواسطے فقط بالتبع بیع کے ساتھ شفیع پھل کو لے سکتا ہی مگر ثمن کا کوئی جزو اوسکے مقابل مین نہین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح کا قول اول

شیٔ من الثمن۔

وکان ابو یوسف یقول اولا یحط عنه من الثمن فی الفصل الثانی ایضا ثم رجع الی ما ذکر فی الکتاب

یہ ہے کہ اس صورت مین بھی شفیع سے ثمن مین کمی کردیجائیگی لیکن اخیر قول اون کا کتاب کے موافق ہے۔

هذا باب فی بیان احکام ما یجب فیه الشفعة وما لا یجب۔

اس امر کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۷۳) انما تجب الشفعة فی عقار سواء کان مما یقسم او مما لا یقسم۔

(۷۳) شفعہ صرف عقار کے اندر ثابت ہوتا ہے خواہ اوسکی تقسیم ہوسکے یا نہو سکے۔

(۷۴) وقال الشافعی لا تجب فیما لا یقسم کالبئر والرحی والحمام والنهر والطریق والاصل فیه انها عنده لدفع ضرر القسمة فلا تتحق الا فیما یقسم وعندنا لدفع ضرر الجوار علی الدوام ولا اختصاص لذلک بالمقسوم دون غیره۔

(۷۴) امام شافعی رح کے نزدیک جن عقارات کی تقسیم نہین ہوسکتی اون مین شفعہ ثابت نہین ہوتا جیسے کنوان چکی حمام نہر راستہ اور منشا اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک شفعہ تقسیم کی دقت سے بچنے کے لیے مقرر ہوا ہے لہذا غیر قابل قسمت چیزون مین ثابت نہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اسواسطے شفعہ مقرر کیا گیا ہے کہ شفیع کو ہمسایہ کے ضرر سے جو تمام عمر کے لیے ہوتا ہے امن رہے اور اسکے اندر قابل قسمت یا غیر قابل قسمت کی

(۷۵) وقوله ملک علی صیغة المجهول صفة لقوله عقار واحترز بقوله بعوض عما اذا ملک بالهبة فان الشفعة لا تجب فیها واحترز بقوله هو مال عما اذا ملک بعوض غیر مال کالمهر والخلع والصلح عن دم العمد والعتق ونحو ذلک فان الشفعة لا تجب فی هذه الاشیاء۔

(۷۵) عقار کے اندر ہر حال مین شفعہ واجب نہین ہوجاتا بلکہ صرف اوسوقت مین واجب ہوتا ہے کہ بعوض مال کے اوس کے اوپر ملکیت حاصل ہوی ہو اور اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ کے ایک عقار کا مالک ہوجائے یا اگر کوئی شخص بعوض عقار کا مالک ہو مگر وہ عوض مال کے قبیلہ سے نہو مثلا ایک مکان کسی عورت کا مہر یا بدل خلع یا آزاد کرنے کا بدل قرار پائے یا کوئی شخص قصداً کسی کو قتل کر ڈالے اور مقتول کے وارث قاتل سے ایک مکان لیکر صلح کرلین تو اس مکان مین ہر حال شفعہ نہوگا۔

(۷۶) لا تجب الشفعۃ فی عرض وفلك ای سفینۃ وقال مالك تجب فی السفینۃ لانها تسكن كالعقار وعن احمدؒ مالك فی روایۃ تجب فی منقول ولنا ماروی انہ عم قال لا شفعۃ الا فی ربع اوحائط

(۷۶) غیر منقولات مین اور کشتی مین شفعہ نہین ہوتا اور امام مالک رح فرماتے ہین کشتی کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ عقار کی طرح اوسمین بھی لوگ بود و باش کرتے ہین اور احمد اور مالک رح سے ایک روایت ہے کہ منقولات مین شفعہ ثابت ہوتا ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں شفعہ مگر مکان یا باغ مین اور کسی چیز مین شفعہ نہیں

(۷۷) وتجب ایضا فی بناء ونخل بیعا بلا عرصۃ لانهما منقولان وان بیعا مع الارض تجب تبعا لها۔

(۷۷) اگر ایک عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہون تو نہین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ وہ منقولات مین سے ہین اور اگر مع زمین کے فروخت ہون تو بالتبع اوسمین شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۷۸) بخلاف العلو حیث یستحق بالشفعۃ ویستحق بہ فی السفل علی انہ خلیط فی الحقوق وهو الطریق لان حق التعلی یبقی علی الدوام وهو غیر منقول فیستحق بہ الشفعۃ كالعقار ولا كذلك البناء والنخل فلا یستحق بهما الشفعۃ۔

(۷۸) اگر ایک دو منزلہ مکان ہو تو نیچے والے کو اوپر کے مکان مین اور اوپر والے کو نیچے کے مکان مین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ اوپر والا حق یعنے راستہ مین نیچے والے کا شریک ہے کیونکہ اوپر والے کو ہمیشہ کے لیے اوپر رہنے کا حق ثابت ہے اور وہ غیر منقولات مین سے ہے پس عقار کی طرح اوسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا بخلاف عمارت اور درختون کے کہ وہ منقولات مین سے ہین۔

(۷۹) ولا تجب ایضا فی دار جعلت مهرا بان تزوج علیها امراۃ اوجعلت اجرۃ بان استاجر حماما یداریدفعها الیہ عوض الاجرۃ اوجعلت بدل خلع بان خالعها علی دار دفعتها الیہ او جعلت بدل صلح عن دم العمد او جعلت عوض عتق بان اعتق عبدہ علی دار وعند الشافعی تجب فیہ الشفعۃ لان هذہ الاعواض متقومۃ عندہ وعندنا لا لان المستحق بهذہ العقود

(۷۹) اگر بعوض ایک مکان کے ایک عورت سے نکاح کیا یا مثلاً ایک حمام ایک سال کے لیے کرایہ پر لیا اور اوسکا کرایہ یہ قرار پایا کہ فلان مکان مالک حمام کو دیدونگا یا عورت نے ایک مکان دیکر اپنے خاوند سے طلاق لیلی یا ایک شخص نے قصداً دوسرے کو قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثون نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک شخص نے بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو بہرحال ان مکانات مین شفعہ نہین ہے مگر شافعی رح کے نزدیک ان مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور منشا اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک شرمگاہ اور قتل وغیرہ متقوم چیزین ہین اور حنفیہ رح کے نزدیک یہ چیزین اصل مین بے قیمت ہین کیونکہ وہ مال کے

لیست بمال غیران الشارع جعلها مضمونة بالمال اما لخطرها اوللضرورة فلایتعدی عن موضعها ولاضرورة فی حق ثبوت الشفعة فلاتکون متقومة فی حقه

قبیلہ سے نہیں ہیں البتہ شارع نے لوگوں کی ضرورت یا ان چیزوں کی شرافت اور عزت کا لحاظ فرما کر مال سے انکا تاوان مقرر فرمایا ہے اسواسطے صرف ضرورت کے مقامات میں یہ حکم منحصر رہیگا اور اسبات کی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ ثبوت شفعہ کے لیے بھی

(۸۰) اووھبت الدار بلاعوض مشروط فی العقد ولوشرط تجب لانها بیع انتهاء واما اذا وھبت له ھبة ثم عوض عنها بغیر شرط لاتجب عندنا خلافا لمالک۔

(۸۰) اگر ایک مکان کسی کو ہبہ کیا اور ہبہ کے اندر کچھ عوض لینے کی شرط نہیں لگائی تو اس مکان میں شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شرط لگائی ہے تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط العوض آخر کار بیع ہوجاتا ہے۔ اور اگر بغیر شرط کیے ہبہ کے اندر عوض ملجائے تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہیں ہوتا مگر امام مالک رح کے نزدیک ثابت ہوجاتا ہے

(۸۱) اوبیعت الدار بخیار البائع لان خیاره لایخرجها عن ملکه اوبیعت الدار بیعا فاسدا لانه مستحق الفسخ مالم یسقط حق الفسخ بالبناء ای ببناء المشتری فیها لان حق البائع ینقطع به عند ابیحنیفة وعندهما لاینقطع فلاتجب فیها الشفعة وتسترد وینقض مابناه المشتری لان حق البائع فی الاسترداد آکد من حق الشفیع وحقه لایبطل وله نقض البناء فالبائع اولی وله ان حق الاسترداد فی البیع الفاسد حق الشارع والبناء حق المشتری وحقه مقدم لحاجته والمشتری بنی بتسلیط البائع فلایکون له نقضه

(۸۱) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بائع کا اختیار اوس کے اندر شرط کیا گیا تو اوسمیں شفعہ نہوگا اسواسطے کہ جب تک بائع کا اختیار ہے اوسوقت تک مبیع بائع کے ملک سے خارج نہیں ہے اسیطرح اگر بیع فاسد سے کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمیں بھی شفعہ نہیں ہوتا البتہ اگر مشتری اوسمیں کچھ عمارت بنالے تو حق فسخ ساقط ہوجانے اور بائع کا حق منقطع ہوجانیکی وجہ سے اوسمیں شفعہ ثابت ہوجائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک شفعہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ بائع کا حق منقطع نہوگا بلکہ وہ مکان کو واپس لے سکتا ہے اور مشتری کی عمارت کو گراسکتا ہے اسواسطے کہ بائع کو واپس کرنے کا حق بہ نسبت اوس حق کے جو شفیع کو حاصل ہوتا ہے زیادہ تر قوی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مشتری کے عمارت بنالینے سے شفیع کا حق باطل نہیں ہوتا بلکہ اوس کو عمارت کے گرانے کا اختیار رہتا ہے لہذا بائع کو بطریق اولی یہ اختیار ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ بیع فاسد کے اندر واپس کرنیکا

(۸۲) اوقسمت الدار بین الشرکاء لاتجب ایضا لجارهم بالقسمة بینهم

(۸۲) اگر ایک مکان مشترک کو شریکوں نے باہم تقسیم کیا تو اوس مکان کے جار کو اس تقسیم کرنے سے شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے

اور اسطرح ... دیا جائے ... شفعہ ... حق میں ... [illegible]

... عمارت ... بائع ... [illegible]

لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجرى فيها الجبر والشفعة لم تشرع الا فى المبادلة المطلقة وهى المبادلة من كل وجه۔

کہ تقسیم کے اندر مبادلہ کے معنے نہیں ہین بلکہ اوسمین حصون کا جدا جدا کرنا ہی ولہذا زبردستی ایک شریک دوسرے شریک سے اپنے حصہ کو جدا کر سکتا ہی اور شفعہ صرف اوس تقدیر پر ہوتا ہی کہ ہر طرح سے مبادلہ پایا جائے۔

(۸۳) اوسلمت شفعته اى سلم الشفيع الشفعة ثم ردت الدار الى البائع بخيار رؤية او بخيار شرط كيفما كان او ردت بخيار عيب بقضاء قاض لا تجب الشفعة ايضا لانه فسخ من كل وجه فلا يمكن ان يجعل عقدا جديدا افاد الى قديم ملك البائع ولا فرق فى ذلك بين ان يكون الفسخ قبل القبض او بعده

(۸۳) اگر شفیع نے اپنا شفعہ ترک کر دیا بعد ازان وہ مکان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے خواہ کوئی شرط ہو بائع کے پاس واپس ہو کر آیا یا بحکم قاضی خیار عیب کی وجہ سے وہ مکان بائع کو واپس ہو گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ واپس ہونا فی الحقیقت ہمہ وجوہ بیع کا فسخ ہی پس ازسر نو اوسکا عقد قرار دینا ناممکن ہی لہذا جسطرح پہلے وہ مکان بائع کی ملکیت مین تھا اوسیطرح اب اوسکی ملکیت مین داخل ہو گیا اور یہان اسبات مین کچھ فرق نہین ہی کہ وہ فسخ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ

(۸۴) وتجب الشفعة لو ردت الدار بخيار عيب بلا قضاء قاض او تقايلا البيع لانه فسخ فى حقهما لولايتهما على انفسهما فانه بيع جديد فى حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضى والشفيع ثالث

(۸۴) اگر ایک مکان خیار عیب کی وجہ سے بائع کو بلا حکم قاضی واپس ہو جائے یا خود بائع اور مشتری بیع کو لوٹا لین تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہی اسواسطے کہ صرف انکے حق مین بیع فسخ ہو جائیگی کیونکہ اونکو اپنی ذات کا اختیار ہی مگر شفیع کے حق مین وہ ازسر نو ایک بیع سمجھی جائیگی اسواسطے کہ بیع کی حقیقت (یعنے مبادلہ مال بمال برضا شدی) اوسمین پایا جاتا ہے۔

(۸۵) وعندهما لا تجب لان شفعته بطلت بالتسليم والرد بالعيب بغير قضاء اقالة والاقالة فسخ لقصدهما ذلك والعبرة لقصد المتبايعين والله اعلم۔

(۸۵) صاحبین رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ ترک کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل ہو گیا اور بغیر حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے بیع کا واپس کرنا اقالہ کے حکم مین ہی اور اقالہ بیع کا فسخ ہوتا ہی کیونکہ بائع اور مشتری کو اقالہ سے بیع کا فسخ کرنا مراد ہوتا ہی اور شرع کے اندر اونکا قصد معتبر ہی واللہ اعلم

هذا باب فى بيان احكام ما تبطل به الشفعة

بطلان شفعہ کا بیان

(۸۶) وتبطل الشفعة بترك طلب

(۸۶) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت

الموثبۃ او بترك طلب التقرير حين علم مع القدرۃ بان لم يسد احد فمه او لم يكن في الصلوۃ لانها تبطل بالاعراض وترك الطلبين او احدهما مع القدرۃ عليه دليل الاعراض۔

یا طلب تقریر کو بلا عذر ترک کر دیا یعنے مثلاً کسی نے اوس کے سونہہ کو بند نہین کر دیا تھا یا وہ نماز کی حالت مین نہتھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ اعراض کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور باوجود قدرت کے دونون طلبون کا خواہ ایک طلب کا ترک کر دینا شفعہ سے اعراض کرنیکی دلیل ہے۔

۸۷، وتبطل ايضا بالصلح اى بصلح المشترى الشفيع من الشفعة على عوض لانه اخذ الاعتياض عن حق ليس بمال فسقط حقه وعليه اى على الشفيع رده اى رد العوض لانه رشوة۔

۸۷، اگر مشتری نے کچھ روپیہ شفیع کو دیکر شفیع سے راضی نامہ کر لیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ اوسنے اپنے حق کے عوض مین جو مال کے قبیلہ سے نہین تھا یہ روپیہ لیا ہی لہذا اوسکا حق ساقط ہو گیا اور پھر شفیع کو اوس روپیہ کا بھی واپس کرنا پڑے گا اسواسطے کہ وہ ایک قسم کی رشوت ہی۔

* * * * * *

۸۸، وتبطل ايضا بموت الشفيع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله فلا تورث عنه۔

۸۸، اگر شفیع نے ہنوز مکان کو شفعہ سے نہین لیا تھا کہ اوسکا انتقال ہو گیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثونکو شفعہ کا حق نہوگا خواہ طلب شفعہ اپنی زندگی مین کر چکا ہو یا نہین۔

۸۹، وقال الشافعي لا تبطل لانها حقه والوارث يخلفه في حقوقه ولنا ان حق الشفعة حق التملك وهو حق قائم بالشفيع فلا يبقى بعد موته

۸۹، امام شافعی رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین میت کا حق شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ مورث کا حق تھا اور وارث اوسکے قائم مقام ہین حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ حق شفعہ حقیقت مین ملکیت حاصل کرنے کا حق ہی اور وہ شفیع کی ذات سے

۹۰، لا تبطل بموت المشترى لوجود المستحق۔

۹۰، اگر مشتری کا انتقال ہو جائے تو شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

۹۱، وتبطل ايضا ببيع الشفيع ما يشفع به وهو الدار التي يشفع بها قبل القضاء اى قبل حكم الحاكم بالشفعة لزوال سبب الاستحقاق ولا فرق بين ان يكون عالما وقت

۹۱، اگر قاضی نے ہنوز شفیع کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اوس مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا۔ اور اسبات کا کچھ لحاظ نہ کیا جائیگا کہ اوسکو اپنا مکان فروخت کرتے وقت مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم تھا یا نہین

بیع دار لا لشراء المشفوعة او لم یکن عالما لانه لا یختلف فی الحالین فصار کالتسلیم الصریح فانه لا یختلف بین ان یعلم ببیعها او لم یعلم وکذا ابراء الغریم لان ذلك اسقاط فلا یتوقف علی العلم کالطلاق والعتاق ولا تبطل ان کان بالخیار لبقاء السبب

اسواسطے کہ اوسکا حیلہ عذر نہوگا جسطرح صراحۃً شفیع اپنے شفعہ کو ترک کردے تو علم بیع یا عدم علم کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا اور شفعہ باطل ہو جاتا ہی یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو قرضہ چھوڑ دے تو قرضدار عند القاضی بری ہو جاتا ہی خواہ اسے قرضخواہ کو اپنے قرضہ کا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ یہ چیزیں اسقاط قبیلہ سے ہیں لہذا اونمیں علم کا ہونا ضروری نہیں ہی جسطرح طلاق اور عتاق کی صورتیں۔ اور اگر اس صورت مین شفیع نے اپنے لیے

۹۲، ولا شفعة لمن باع ای للذی باع بالوکالة بان کان الشفیع وکیلا ایا ئع الدار المشفوعة لانه موکل باتمام البیع وفی اخذه بالشفعة نقض ما وکل باتمامه وعند الثلاثة تجب له الشفعة۔

۹۲، اگر شفیع نے بائع کیطرف سے وکیل ہو کر مکان مشفوعہ کو کسی سے فروخت کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اوسکو بیع کامل کرنیکے لیے وکیل کیا ہی اگر خود بذریعہ شفعہ کے اب اوس مکان کو یہ شفیع لیلے تو جس چیز کے لیے اوسکو وکیل کیا تھا اوسی چیز کا نقض اوسکی طرف سے لازم آجائیگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

۹۳، او بیع له ای او لمن بیع له والضمیر فی له یرجع الی من یعنی بیع العقار لاجله بان کان البائع مضاربا فباع الدار لیس لرب المال الشفعة فیها لان البیع له وکذا اذا کان عبدا ماذونا له فی التجارة فباع الدار لیس للمولی الشفعة فیها لما ذکرنا

۹۳، اگر زید و عمر تجارت کے اندر شریک ہیں اور زید کا مال اور عمرو کی محنت قرار پائی ہی اور عمر نے تجارت کے مال میں سے ایک مکان فروخت کیا تو زید کو اوسمیں شفعہ کا استحقاق نہیں ہی اسواسطے کہ یہ بیع اوسی کی طرف سے ہی اسیطرح اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کی اجازت دی رکھی ہی اور اس غلام نے ایک مکان فروخت کیا تو اس شخص کو شفعہ نہوگا کیونکہ بیع مالک کیطرف سے ہی۔

۹۴، او ضمن الشفیع الدرك وهو تبعة الاستحقاق عن البائع لا تجب له الشفعة لانه بضمانه له الدرك ضمن له ان تحصل له الدار وذلك لا یکون الا بترکه للشفعة وفی اخذه

۹۴، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے مشتری سے یہ بات کہی کہ اسمیں کسی کا حق برآمد ہو تو میں اوسکا ضامن ہوں تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ شفیع گویا مشتری کے لیے حصول مکان کا ضامن ہو گیا ہی اور یہ اوسوقت ہو سکتا ہی کہ وہ شفعہ کو ترک کردے اور شفعہ سے

یہ افضل قرنوں سے ہی اوسکا شفعہ باطل... [illegible]

بها ابطال ذلك وعند الثلاثة تجب۔

یلنے مین اوسکا باطل کرنا ہی۔ مگر ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا۔

(۹۵) ومن ابتاع ای اشتری او ابتیع له ای او اشتری لاجله والضمیر فیه یرجع الی من فله الشفعة اما اذا اشتری بطریق الوکالة وهو شفیع فله الشفعة لانه لیس فیه ابطال شرائه بل فیه تقریر من جهته لان الاخذ بالشفعة مثل الاخذ بالشراء واما اذا اشتری له فکذلك کالمضارب اذا اشتری العقار من مال المضاربة ورب المال شفیعها کان لرب المال الشفعة وکذا العبد الماذون اذا اشتری فللمولی الشفعة اذا کان علی العبد دین وان لم یکن علیه دین فلا فائدة بالاخذ لانه ملکه ولم یتعلق به حق غیره۔

(۹۵) اگر ایک شخص مکان کو وکالۃً خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ سے لینے مین اوسکا خریدنا باطل نہین ہوتا بلکہ شفیع کے اعتبار سے وہ خریدنا برقرار رہتا ہی کیونکہ شفعہ سے لینا بھی بمنزلہ خریدنے کے ہی۔ اسیطرح اگر ایک مکان شفیع کے لیے کوئی شخص خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا مثلا اگر زید نے تجارت کے لیے کسی شخص کو مال دیا ہی اوس مال سے اگر شخص مذکور نے کوئی مکان خریدا اور زید کا اوسمین شفعہ ہی تو وہ شفعہ کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر غلام ماذون یعنے مالک کیطرف سے جسکو خرید فروخت کی اجازت ہی، اگر کوئی مکان خریدے اور مالک کا اوسمین شفعہ ہو تو مالک اوس مکان کو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غلام لوگون کا قرضدار ہو اور اگر قرضدار نہین ہی تو مالک کو اوس مکان کے لینے کی کیا ضرورت ہی اسلیے کہ دوسرے کا حق اوسمین متعلق نہین ہی بلکہ وہ اوسکی ملک ہی۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۹۶) وان قیل للشفیع انها ای الدار بیعت بالف درهم فسلم شفیعها لاجل الاستکثار ثم علم انها ای الدار بیعت باقل من الالف او علم ان الدار بیعت ببر او شعیر قیمته الف درهم

(۹۶) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہو گیا اور شفیع نے اوسکو گران سمجھکر یا اتقدر روپیہ نہونے کی وجہ سے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا معلوم ہوا کہ وہ مکان بعوض اسقدر گیہون یا جو کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہی تو اب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہی اسلیے کہ جسطرح اس صورتین

او اكثر من الالف فله الشفعة لان التسليم لم يصادف على الوجه المستحق لانه كان للاستكثار او لتعذر الجنس فلم يعم وهكذا الحكم في كل موزون او مكيل او عددي متقارب۔ بخلاف ما اذا علم انها بيعت بعرض قيمته الف او اكثر لان الواجب فيه القيمة وهي دراهم او دنانير فلا يظهر فيه التيسر۔

اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا بلکہ گران سمجھنے یا نقد روپیہ میسر نہونے کی وجہ سے اوسنے شفعہ کو ترک کیا لہذا اوسکا اعتبار نہوگا۔ جتنی چیزین ناپ یا تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہین سبکا حکم یہی ہے اور اگر معلوم ہوا کہ وہ مکان اسقدر اسباب کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ایکہزار یا ایکہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ ایسی صورتمین بہرحال شفیع کو قیمت دینی پڑتی اور آسانی کا اثر اوسمین ظاہر نہوگا۔

(۹۷) ولو بان اي ظهر انها اي الدار بيعت بدنانير قيمتها الف فلا شفعة لانهما جنس واحد في الثمنية وقال زفر والثلاثة هو على شفعته لانهما جنسان حقيقة۔

(۹۷) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا اوسکے بعد معلوم ہوا کہ سو اشرفی کو فروخت ہوا ہے جنکی قیمت ہزار روپیہ ہے تو پھر شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ روپیہ اور اشرفی ثمنیت کے اعتبار سے ایک جنس سمجھی جاتی ہین اور زفر اور ائمہ ثلاثہ رحمہم کے نزدیک شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ حقیقۃً دو جنس ہین

(۹۸) وان قيل له اي للشفيع ان المشتري فلان فسلم شفعته اما اكراما له او خوفا من شره فبان اي ظهر انه غيره فله الشفعة لما ذكرنا ولو ظهر ان المشتري هو مع غيره كان له ان يأخذ نصيب غيره لان التسليم لم يوجد في حقه۔

(۹۸) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے شفیع نے یہ سنکر زید کی عزت کا خیال کرکے یا اوسکے خوف سے شفعہ کو چھوڑ دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اوس مکان کو عمرو نے خریدا ہے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اس لیے کہ جسطرح استحقاق شفعہ حاصل ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا اور اگر معلوم ہوا کہ زید نے مع عمرو کے خریدا ہے تو صرف عمرو کے حصہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ عمرو کے حق مین ترک شفعہ نہین پایا گیا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۹۹) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة في الكل۔

(۹۹) اگر شفیع کو اولاً نصف مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان کل مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا تو اب کل مکان مین شفعہ کرسکتا ہے

(۱۰۰) وان باعها ای وان باع رجل داره الا ذراعا استثناه فی جانب الشفیع فلا شفعة له لان الاستحقاق بالجوار ولم یوجد الاتصال بالمبیع وکذا لو وهب هذا القدر للمشتری لعدم الالتزاق وهذه حیلة لاسقاط الشفعة۔

(۱۰۰) اسقاط شفعہ کے لیے ایک حیلہ ہے کہ فروخت کرنیوالا اپنے کل مکان کو فروخت کرڈالے مگر شفیع کی جانب سے ایک گز زمین کو مستثنیٰ کرلے کہ اس سے شفیع کو شفعہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جوار کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ہوتا ہے اور اس جگہ مبیع کے ساتھ اتصال نہیں پایا گیا اسیطرح اگر بائع اپنے مکان کی ایک گز زمین جو شفیع کے ملک سے متصل ہے مشتری کو ہبہ کردے تو بھی عدم اتصال کیوجہ سے شفعہ نہیں رہتا۔

(۱۰۱) وان ابتاع ای وان اشتری منها ای من الدار سهما بثمن معین ثم ابتاع ای اشتری بقیتها ای بقیة الدار فالشفعة تثبت للجار فی السهم الاول فقط لان الشفیع جار والمشتری شریک فی الباقی فیقدم علیه۔

(۱۰۱) اگر ایک شخص نے مکان کا ایک حصہ سو روپیہ کو خرید کر باقی مکان کو بھی خرید لیا تو فقط پہلے حصہ میں جار کو شفعہ ہوگا اور باقی میں نہ ہوگا اسواسطے کہ شفیع جار ہے اور مشتری باقی کے اندر شریک ہے لہذا جار پر مقدم ہوگا۔

(۱۰۲) ولو اراد الحیلة اشتری السهم الاول بجمیع الثمن الا درهما والباقی بدرهم فلا یرغب الجار فی اخذ السهم الاول لکثرة الثمن لاسیما اذا کان السهم الاول جزء قلیلا کالعشر مثلا او اقل۔

(۱۰۲) شفعہ سے بچنے کے لیے ایک یہ حیلہ ہوسکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ پورے ثمن میں سے ایک روپیہ کم کرکے خرید کر باقی مکان کو اوس ایک روپیہ سے خریدلے کہ اسوقت میں کثرت ثمن کیوجہ سے اوس حصہ کو شفیع نہ لیگا خصوصاً جبکہ بہت کم مثلاً دسواں یا بیسواں حصہ ہو۔

(۱۰۳) وان ابتاعها ای وان اشتری الدار بثمن ثم دفع الی البائع ثوبا عنه ای عن الثمن فالشفعة تجب للشفیع بالثمن لا بالثوب لان الثوب

(۱۰۳) اگر ایک مکان سو روپیہ سے خریدا اور بائع کو بجائے سو روپیہ کے مشتری نے ایک کپڑا دیدیا اب شفیع اگر اوس مکان کا لینا چاہے تو اوسکو سو روپیہ دینے پڑینگے اور کپڑا دیکر نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے وہ کپڑا

عوض عما فی ذمة المشتری فیکون البائع مشتریا للثوب بعقد اخر غیر العقد الاول۔

سو روپیہ کے بدلے دیا ہی مکان کے بدلہ نہین دیا اور یہ مبادلہ گویا دوسری بیع ہے۔

+ + + + +

(۱۰۴) ولا تکره الحیلة لاسقاط الشفعة واسقاط الزکوة عند ابی یوسف وعند محمد تکره لانها وجبت لدفع الضرر وهو واجب والحاق الضرر به حرام وبه قال الشافعی ولابی یوسف انه یحتال لدفع الضرر عن نفسه والحیلة لذلک مشروعة وان کان غیره یتضرر فی ضمنه وهو روایة عن ابی حنیفة ثم قیل هذا الاختلاف بینهما قبل الوجوب واما بعده فمکروه بالاجماع۔

(۱۰۴) اسقاط شفعہ اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک برا ہی اسلیے کہ حیلہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور وہ ضروری چیز ہی اور دوسرے کے ضرر رسانی کے لیے حیلہ کرنا حرام ہی۔ امام شافعی رح کا بھی یہی قول ہی۔ ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ اس جگہ اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کے لیے حیلہ کیا جاتا ہی اور اسلیے حیلہ کرنا روا ہی اگرچہ دوسرے کا بھی اوسکے ضمن مین ضرر لازم آئے ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت یہی ہے مگر بعض کا قول ہی کہ یہ اختلاف ابو یوسف اور محمد رح کے مابین ثبوت شفعہ سے پہلے ہی اور ثبوت شفعہ کے بعد بالاتفاق حیلہ کرنا برا ہے۔

(۱۰۵) قیل لاتکره الحیلة بمنع وجوب الشفعة بالاجماع وانما الخلاف فی فصل الزکوة والمختار عندی ان لا تکره فی الشفعة دون الزکوة۔

(۱۰۵) بعض کا قول ہی کہ بالاتفاق شفعہ ثابت ہونے کے لیے حیلہ کرنا برا نہین ہی بلکہ صرف اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنے مین اختلاف ہی مگر میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہی کہ اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے مین کچھ حرج نہین ہی اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا برا ہی۔

(۱۰۶) ویاخذ حظ البعض بتعدد المشتری لا بتعدد البائع صورته ان المشتری اذا تعدد بان اشتری جماعة عقارا والبائع واحد یتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتی کان للشفیع ان یاخذ نصیب بعضهم ویترک الباقی وان تعدد

(۱۰۶) اگر چند لوگون نے ایک شخص سے کوئی مکان خریدا تو شفیع کو اس بات کا بھی مجاز ہی کہ صرف مشتری کے حصہ کو لیوے اور باقی مکان کو چھوڑ دے اور اگر اسکے برعکس صورت ہی یعنے ایک شخص کوئی مکان چند آدمیون سے جو اس مکان مین شریک ہین خریدے تو شفیع کو اس بات کا اختیار نہین ہی کہ بذریعہ شفعہ کے ایک شریک کا حصہ لے اور دوسرے شریک کا نہ لے اوسکی وجہ یہ ہی

البائع بان باع جماعة عقارا مشترکا بینهم والمشتری واحد لا یتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتی لا یکون للشفیع ان یاخذ نصیب بعضهم دون بعض والفرق ان فی الوجه الثانی باخذ البعض تتفرق الصفقة علی المشتری فیتضرر به زیادة الضرر وفی الوجه الاول یقوم الشفیع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق فی هذا بین ما اذا کان قبل القبض او بعده علی الصحیح۔

کہ اس صورت میں بعض کا حصہ لینے اور بعض کا نہ لینے سے مشتری پر بیع کا تفرقہ لازم آئیگا جسمیں مشتری کا بہت ضرر ہے اور پہلی صورت میں شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہوجائیگا اور بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی۔ قول صحیح یہ ہے کہ ان صورتوں کا حکم قبل از قبضۂ مشتری اور بعد از قبضہ ایک ہی ہے۔

(۱۰۷) وان اشتری رجل نصف دار غیر مقسوم وقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع حظ المشتری ای نصیبه الذی حصل له بقسمته ولیس له ان ینقض القسمة سواء کانت بحکم او بالتراضی لانها من تمام القبض لما فیه من تکمیل الانتفاع۔

(۱۰۷) اگر ایک شخص نے کسی غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور مشتری نے بائع سے اوسکو تقسیم کرلیا تو شفیع کو بھی حصہ لینا پڑے گا جو تقسیم ہونے سے مشتری کو ملا ہی اور اوس تقسیم کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار نہو گا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو یا بحکم قاضی ہو اسلئے کہ تقسیم کے بغیر قبضہ ناتمام ہوتا ہے اسلئے کہ بغیر تقسیم کئے انتفاع کامل نہیں ہوسکتا۔

(۱۰۸) فان قلت فیها معنی المبادلة والشفیع یملك نقض تصرفاته فکذا نقض قسمته قلت فیها افراز من وجه ولهذا یجری فیها الجبر ومبادلة من وجه ولهذا یجری فیها احکام البیع من رد بعیب او خیار

(۱۰۸) صورت مذکورہ بالا میں یہ اعتراض ہوسکتا ہی کہ تقسیم ایک قسم کا مبادلہ ہی اور شفیع کو مشتری کے تمام تصرفات باطل کرنے کا اختیار ہی لہذا اوسکی تقسیم کو بھی باطل کرسکتا ہے مگر اوسکا یہ جواب ہی کہ تقسیم کے اندر ایک طرح سے علیحدگی کے معنے پائے جاتے ہیں اسیواسطے ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم پر مجبور کرسکتا ہی اور ایک طرح سے مبادلہ کے معنے بھی پائے جاتے ہیں

رویة فبالنظر الی هذا یملك وبالنظر الی ذلك لایملك فلا یملك بالشك

ثم اذا لم یکن له نقض قسمته کان له ان یاخذ نصیب المشتری فی ای جانب کان وعن ابیحنیفة انما یاخذه اذا وقع فی جانب الدار التی یشفع بها لانه لم یبق جارا فیما یقع فی الجانب الاخر۔

(۱۰۹) والعبد المدیون الاخذ بالشفعة من سیده صورته رجل باع دارا وللبائع عبد ماذون له فی التجارة وعلیه دین یحیط بماله ورقبته فللعبد ان یاخذ الدار بالشفعة لانه کالاجنبی عنه حینئذ

(۱۱۰) کعکسه ای کعکس الحکم المذکور وهو ما اذا کان العبد هو البائع فلمولاه الشفعة لما ذکرنا بخلاف ما اذا لم یکن علیه دین والعبد بائع لان بیعه لمولاه ولا شفعة لمن بیع له علی ما مر بخلاف ما اذا اشتری لانه ابتیع له وقد مر ان من ابتاع او ابتیع له لا تبطل شفعته۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۱۱) وصح تسلیم الشفعة من الاب والوصی والوکیل عندهما وقال محمد لا یجوز والصبی علی شفعته اذا بلغ

ولہذا تقسیم کے اندر بیع کے احکام جاری ہوتی ہین مثلاً عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار یا خیار رویت وغیرہ پس بلحاظ مبادلہ کے شفیع کو ابطال تقسیم کا اختیار ہونا چاہیے۔ اور بلحاظ علیحدگی کے اختیار نہونا چاہیے پس بسبب شک ہو جانے کے اوسکو اختیار نہوگا۔ اور جب اوسکو تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوا تو جسطرف مشتری کے حصہ مین نصف مکان آیا ہو شفیع اوسکو لے سکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اس صورت مین مشتری کے حصہ کو شفیع اسوقت لے سکتا ہی کہ وہ حصہ شفیع کے مکان کی جانب ہو اور اگر دوسری جانب ہو تو نہین لے سکتا اسواسطے کہ دوسری جانب کیطرف اوسکو جوار نہین ہی۔

(۱۰۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور اسکا ایک غلام ہی جسکو اُسنے تجارت کرنے کی اجازت دے رکھی ہی اور یہ غلام اسقدر قرضدار ہو کہ اوسکی ذات اور نیز اوسکا مال قرض کے اندر مستغرق ہو تو یہ غلام بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو لے سکتا ہی اسلیے کہ ایسے وقت مین اوس غلام کو اجنبی کا حکم ہے۔

(۱۱۰) اگر صورت مذکورہ بالا کے برعکس صورت ہو یعنے یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکے مالک کو ہی شفعہ ثابت ہوگا اسیواسطے کہ وہ اجنبی کے حکم میں ہی بخلاف اوس صورت کے کہ غلام پر کسی کا قرض نہو اور وہ مکان فروخت کرے تو چونکہ یہ بیع مالک کیطرف سے ہوگی اسلیئے مالک کا شفعہ نہوگا اور اگر کوئی مکان خریدے تو مالک کا شفعہ قائم رہیگا اسلیئے کہ جسکے لیے مکان خریدا جائے اوسکا شفعہ مکان مین باطل نہین ہوتا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۱۱) اگر نابالغ کیطرف سے باپ یا باپ کا وصی یا مؤکل کیطرف سے وکیل شفعہ کو ترک کردے تو صحیح ہی اور محمد رح کے نزدیک ناجائز ہی بلکہ نابالغ کو بالغ ہونے کے بعد اور مؤکل کو معلوم ہونے کے بعد شفعہ کا

والموکل کذلک اذا بلغه الخبر لانه حق ثابت لهما فلا یملکان ابطاله وبه قال زفر ولهما ان هذه فی معنی المبادلة وهما یملکانها۔

اختیار ہو اسلیے کہ اس نابالغ اور موکل کو شفعہ کا حق ثابت ہوئیں باپ اور وصی یا وکیل اسکو باطل نہیں کرسکتا زفر رح کا یہی قول ہو ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی دلیل ہو کہ ترک شفعہ مبادلہ کے معنے پر ہیں اور وصی وغیرہ کو اوسکا اختیار ہوتا ہو۔

(۱۱۲) وعلی هذا الخلاف بطلان الشفعة بسکوت الاب والوصی عند العلم بالشراء وهذا اذا بیعت بمثل قیمتها۔

(۱۱۲) اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی کو بیع کا علم ہوا اور یہ سکوت کرلیں تو بطلان شفعہ میں وہی اختلاف ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا مگر یہ اختلاف اوسوقت ہو کہ وہ مکان معمولی قیمت سے فروخت

وان بیعت باکثر من قیمتها بما لا یتغابن الناس فی مثله قیل جاز التسلیم بالاجماع لان النظر متعین فیه وقیل لا یجوز التسلیم بالاجماع وهو الاصح لانه لا یملک الاخذ فلا یملک التسلیم کالاجنبی وان بیعت باقل من قیمتها بمحاباة کثیرة فعن ابی حنیفة لا یصح تسلیم الاب والوصی ولا روایة عن ابی یوسف والمراد بالوکیل هنا الوکیل بطلب الشفعة واما الوکیل بالشراء فتسلیمه الشفعة صحیح بالاجماع وکذا سکوته اعراض بالاجماع۔

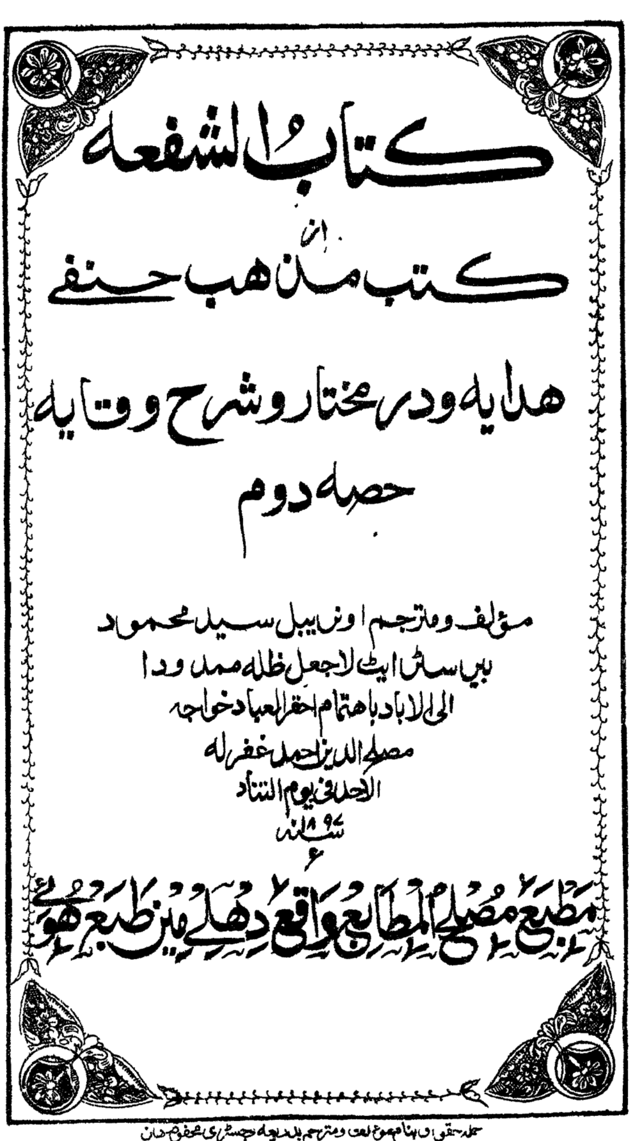
ہو اور اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ لوگ اتنا نقصان نہیں اوٹھا سکتے تو بعض کا قول ہو بالاتفاق شفعہ باطل ہو جاتا ہو اسلیے کہ اوسمیں نابالغ کی خیرخواہی ہو اور بعض کہتے ہیں بالاتفاق نابالغ کا شفعہ قائم رہتا ہو اور یہی قول صحیح ہو اسلیے کہ جب باپ وغیرہ کو لینے کا اختیار نہیں ہو تو ترک کرنے کا بھی اختیار نہیں ہو بلکہ اونکو اجنبی کا حکم ہو اور اگر وہ مکان بہت رعایت کرکے نہایت کم قیمت سے فروخت ہوا تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہو کہ باپ وصی کا ترک شفعہ صحیح نہوگا اور ابو یوسف رح سے اوسمیں کوئی روایت نہیں ہو۔ اور وکیل سے متن میں وہ شخص مراد ہو جسکو طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا گیا ہو اور اگر خریدنے کے لیے وکیل کیا ہو تو بالاتفاق اوسکا شفعہ کو ترک کردینا صحیح ہو اور نیز اوسکا سکوت کرنا بالاتفاق اعراض ہو۔

(۱۱۳) ثم الوکیل بالشفعة انما یصح تسلیمه اذا کان فی مجلس القاضی عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف یصح فی مجلس القاضی وغیره وعند محمد وزفر لا یصح تسلیمه اصلا ولو اقر هذا الوکیل علی موکله بانه سلم الشفعة جاز اقراره علیه عندهما اذا کان فی مجلس القاضی وان کان فی غیره فلا یجوز الا انه یخرج من الخصومة

(۱۱۳) ابو حنیفہ رح کے نزدیک وکیل بالشفعہ کا شفعہ کو ترک کرنا قاضی کے روبرو صحیح ہوتا ہو اور ابو یوسف رح کے نزدیک مطلقا صحیح ہو جاتا ہو خواہ قاضی کے روبرو ہو یا نہو اور محمد اور زفر رح کے نزدیک اسیطرح اوسکا شفعہ کو ترک کرنا صحیح نہیں ہو۔ اور اگر یہ وکیل بات کا اقرار کرے کہ میرے موکل نے شفعہ کو چھوڑ دیا ہو تو صاحبین رح کے نزدیک اسکا اقرار صحیح ہو بشرطیکہ قاضی کے روبرو ہو ورنہ صحیح نہوگا مگر یہ وکیل پیروی سے نہو سکیگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے

وقال ابو یوسف یجوز مطلقا وقال زفر لا یجوز مطلقا وهی مسئلة اقرار الوکیل بالخصومة وموضعها فی کتاب الوکالة والله اعلم

تمت



کتاب الشفعہ

از

کتب مذہب حنفی

ہدایہ ودر مختار وشرح وقایہ

حصہ دوم

مؤلف ومترجم آنریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا جعل ظلہ ممدودا
الی الآباد

باہتمام احقر العباد خواجہ
مصلح الدین احمد غفر لہ
الاحد فی یوم التناد
سنہ ۱۸۹۷ء

مطبع مصلح المطابع واقع دہلی میں طبع ہوئی

الهدایہ فی الفقہ لمولانا برہان الدین

بسم الله الرحمن الرحیم

کتاب الشفعة

(۱) الشفعة مشتقة من الشفع وهو الضم سميت بها لما فيها من ضم المشتراة الى عقار الشفيع۔

(۱) شفعہ شفع کی اشتقاق ماخوذ ہے جو ملانے کے معنے میں ہے چونکہ شفعہ کے اندر بھی فروخت شدہ جائداد شفیع کی جائداد مین ملائی جاتی ہے اسلیے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(۲) قال الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار أفاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء وافاد الترتيب اما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار احق بالدار والارض ينتظر له و

(۲) اولا شفعہ اوس شخص کا ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے بعد ازان اوس شخص کا شفعہ ثابت ہوتا ہے جس نے شریک سے اپنا حصہ علحدہ کر لیا ہے مگر راستے وغیرہ مین ہنوز شریک ہے اوسکے بعد جار کو شفعہ ثابت ہوتا ہے الغرض بالترتیب ان لوگون کو حق شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ آن لوگون کے لیے شفعہ ثابت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اُس شریک کا ہے جس نے اپنا حصہ علحدہ نہین کیا اور فرمایا ہے مکان کا جار اوس مکان کا زیادہ تر مستحق ہے اور زمین کے فروخت کرنے مین انتظار کیا جائیگا اگرچہ شفیع

ان كان غائبا اذا كان طريقهما واحدا ولقوله عليه السلام الجار احق بسقبه قيل يا رسول الله ما سقبه قال شفعته ويروى الجار احق بشفعته۔

وہان موجو دنہو جس صورت مین کہ دونوں کا راستہ ایک ہو اور نیز یہ فرمایا کہ جار اپنے سقب کی وجہ سے مستحق ہو کسی نے عرض کیا اوس کے سقب سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اوسکا شفعہ اور ایک روایت مین سقب کی جگہ شفعہ کا لفظ آیا ہے۔

(۳) وقال الشافعي رح لا شفعة بالجوار لقوله عليه السلام الشفعة فيما لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة ولان حق الشفعة معدول به عن سنن القياس لما فيه من تملك المال على الغير من غير رضاه وقد ورد الشرع به فيما لم يقسم وهذا ليس في معناه لان مؤنة القسمة تلزمه في الاصل دون الفرع ولنا ما روينا ولان ملكه متصل بملك الدخيل اتصال تابيد وقرار فيثبت له حق الشفعة عند وجود المعاوضة بالمال اعتبارا بمورد الشرع وهذا لان الاتصال على هذه الصفة انما انتصب سببا فيه لدفع ضرر الجوار اذ هو مادة المضار على ما عرف وقطع هذه المادة بتملك الاصيل اولى لان الضرر

(۳) امام شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہسے شفعہ کا استحقاق نہین ہوتا اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو شفعہ غیر منقسم چیز مین ہو اور حدود کے پڑجانے اور راستون کے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہین ہو دوسری دلیل یہ ہو کہ شفعہ کا ثابت ہونا احاطۂ قیاس سے باہر ہو اسلیئے کہ شفعہ میں دوسرے کے مال کا بغیر اوسکی رضامندی کے مالک ہو جاتا ہو اور شارع نے صرف غیر منقسم جائداد مین اوسکا ثبوت بیان کیا ہو اور جار کو اس شریک پر قیاس نہین کرسکتے اسواسطے کہ شرکت کی صورت مین شفعہ ثابت نہونے سے تقسیم کرنے کی دقت پیش آتی ہے اور جوار مین یہ دقت نہین ہے حنفیہ کی ایک دلیل تو وہی حدیث ہو جو گذر چکی اور دوسری دلیل یہ ہو کہ جار کی ملک کو مبیع سے ایک لازمی اور ابدی اتصال ہو لہذا شریک پر قیاس کرکے اس جار کو اسبات کا حق ثابت ہوگا کہ جسقدر مال دوسرا شخص دیتا ہو اوسقدر مال دیکر بذریعہ شفعہ کے اوس مبیع کو لیلے اسواسطے کہ اس قسم کا اتصال دفع ضرر جوار کے وجہسے حق شفعہ کا سبب پڑا ہو اسلیئے کہ ضرر جوار ہر قسم کے ضرر کا مجموعہ ہو اور یہ ضرر اسطرح دور ہوسکتا ہو کہ شفیع کو اس مبیع کا مالک بلا تامل بنادیا جاوے کیونکہ مالک بنانے مین اگرچہ مشتری کا ضرر ہو مگر شفیع کو اوسکے باپ دادا کی جگہ سے برگشتہ کرنے کا ضرر اوس سے بدرجہا زیادہ ہو۔ اور تقسیم کرنے سے جو ضرر لاحق ہوتا ہو وہ ضرر ایسا ہو کہ خود شارع نے اوس کو

فی حقه بازعاجه عن خطة آبائه اقوی وضرر القسمة مشروع لا یصلح علة لتحقیق ضرر غیره

مقرر کر دیا ہے لہذا وہ اس قابل نہین ہے کہ اوس سے بچنے کا لحاظ کرکے شفیع کو ضرر پہونچایا جاوے۔

(۴) واما الترتیب فلقوله علیه السلام الشریك احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع فالشریك فی نفس المبیع والخلیط فی حقوق المبیع والشفیع هو الجار ولان الاتصال بالشرکة فی المبیع اقوی لانه فی کل جزء وبعده الاتصال فی الحقوق لانه شرکة فی مرافق الملك والترجیح یتحقق بقوة السبب ولان ضرر القسمة ان لم یصلح علةً صلح مرجحًا۔

(۴) اسباب کی دلیل کہ بعض شفعاء کو بعض پر تقدم ہی یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی شریک خلیط سے اور خلیط شفیع سے زیادہ حقدار ہی۔ اور شریک سے اس حدیث مین شریک فی المبیع اور خلیط سے شریک فی حق المبیع اور شفیع سے جار مراد ہی۔ دوسری دلیل یہ ہی کہ شرکت فی المبیع کے اندر سب سے زیادہ اتصال پایا جاتا ہی اوسکے بعد شرکت فی حق مبیع کے اندر اتصال پایا جاتا ہی کہ وہان ملک کے توابع مین شرکت ہوتی ہی اور جسقدر سبب قوی ہوتا ہی اوسیقدر ترجیح ہوتی ہی اور ایک بات یہ ہی کہ ضرر تقسیم اگرچہ شفعہ کی علت ہونے کی قابلیت نہین رکھتا مگر ترجیح کا سبب ہو سکتا ہی اور یہ ضرر شرکت کی صورت مین پایا جاتا ہی جوار مین نہین پایا جاتا۔

(۵) قال ولیس للشریك فی الطریق والشرب والجار شفعة مع الخلیط فی الرقبة لما ذکرنا انه مقدم۔

(۵) اگر ایک شخص صرف راستہ مین یا پانی کے حق مین شریک ہی تو شریک فی المبیع کی ہوتے ہوئے اُس کو شفعہ کا استحقاق نہوگا اس لئے کہ اوسکو تقدم ہے۔

(۶) قال فان سلم فالشفعة للشریك فی الطریق فان سلم اخذها الجار لما بینا من الترتیب والمراد بهذا الجار الملاصق وهو الذی علی ظهر الدار المشفوعة وبابه فی سکة اخری۔

(۶) اگر مکان کے شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو راستہ کے شریک کو حق شفعہ ہے اگر اُس نے بھی ترک کر دیا تو اسوقت مین جار ملاصق کو حق شفعہ ہی اور یہ وہ شخص ہے جس کا مکان فروخت شدہ مکان کی پشت پر ہے اور اوس کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے۔

(۷) وعن ابی یوسف ان مع وجود

(۷) ابو یوسف رحمہ سے مروی ہی کہ شریک فی المبیع کے

الشريك في الرقبة لاشفعة لغيره سلم او استوفى لانهم محجوبون به۔

ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا شفعہ نہین ہوتا خواہ وہ لے یا نہ لے اسواسطے کہ اوسکے ہوتے ہوئے اور لوگون کا حق نہین ہوتا۔

(٨) ووجه الظاهر ان السبب قد تقرر في حق الكل الا ان للشريك التقدم فاذا سلم كان لمن يليه بمنزلة دين الصحة مع دين المرض۔

(٨) اسبات کی دلیل کہ بعض کے ترک کرنے سے بعض کو حق ثابت ہوجاتا ہے یہ ہے کہ شفعہ کا سبب یعنے اتصال سب کے اندر پایا جاتا ہے مگر شریک فی المبیع کو اورون پر حق تقدم ہے لہذا اگر یہ اپنے حق کو ترک کر دیگا تو اوسکے بعد دوسرے کو حق ثابت ہوجائیگا جسطرح حالت صحت کے قرضخواہ اپنا حق ترک کر دین تو حالت مرض کے قرضخواہ اپنا حق پاتے ہیں

(٩) والشريك في المبيع قد يكون في بعض منها كما في منزل معين من الدار او جدار معين منها وهو مقدم على الجار في المنزل وكذا على الجار في بقية الدار في اصح الروايتين عن ابي يوسف رح لان اتصاله اقوى والبقعة واحدة۔

(٩) شریک فی المبیع کی ایک صورت یہ ہے کہ کل مبیع مین شریک نہو مگر بعض مبیع مین شریک ہو مثلاً ایک شخص کی حویلی مین چند کمرے ہین اور اونمین سے صرف ایک کمرہ مین دوسرا شخص شریک ہے یا صرف ایک دیوار مین شریک ہے یہ شریک اوس کمرے کے جار پر اور نیز باقی حویلی کے جار پر ابو یوسف رح سے اصح روایت کے موافق مقدم ہے اسواسطے کہ اوس شریک کا اتصال قوی ہے اور وہ حویلی ایک مکان کے حکم مین ہے۔

(١٠) ثم لابد ان يكون الطريق او الشرب خاصا حتى تستحق الشفعة بالشركة فيه فالطريق الخاص ان لا يكون نافذا والشرب الخاص ان يكون نهرا لاتجري فيه السفن وما تجري فيه فهو عام وهذا عند ابي حنيفة ومحمد رح وعن ابي يوسف رح ان الخاص ان يكون نهرا يسقي منه قراحان او ثلثة

(١٠) اگر خود مبیع کے اندر شرکت نہین ہے تو طریق خاص یا شرب خاص مین شریک ہونے کی وجہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ دونون عام ہون تو ثابت نہین ہوتا اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو بند راستہ ہو اور شرب خاص سے ایسی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر کشتی چل سکتی ہے تو وہ شرب عام ہے مگر یہ امام ابو حنیفہ و محمد رح کے نزدیک ہے اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جس سے صرف دو تین کھیت کی آبپاشی ہوسکتی ہو اور اگر اس سے بڑی ہے تو وہ شرب عام ہے

(١١) فان کانت سکۃ غیر نافذۃ ینشعب منہا سکۃ غیر نافذۃ وھی مستطیلۃ فبیعت دار فی السفلی فلاھلہا الشفعۃ خاصۃ دون اھل العلیا وان بیعت فی العلیا فلاھل السکتین والمعنی ماذکرنا فی کتاب ادب القاضی۔

(١١) اگر ایک کوچہ سربستہ سے دوسرا ایک دراز سربستہ کوچہ نکلا ہو اور پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف اوسی کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا پہلے کوچہ والون کو نہوگا اور اگر دوسرے کوچہ مین فروخت ہوا تو دونون کوچہ والون کو شفعہ ہوگا اسواسطے کہ پہلے کوچہ والون کو دوسرے کوچہ مین آمدورفت کرنے کا حق ہے اور دوسرے کوچہ والون کو پہلے کوچہ مین آمدرفت کرنے کا حق نہین ہے۔

(١٢) ولوکان نہر صغیر یاخذ منہ نہر اصغر منہ فہو علی قیاس الطریق فیما بیناہ۔

(١٢) اگر ایک چھوٹی نہر سے دوسری چھوٹی نہر نکلی ہو اور دوسری نہر پر ایک زمین فروخت ہو تو پہلی نہر والون کو حق شفعہ ہوگا اور اگر پہلی پر فروخت ہو تو دوسرے والون کو نہوگا۔

(١٣) قال ولایکون الرجل بالجذوع علی الحائط شفیع شرکۃ ولکنہ شفیع جار لان العلۃ ھی الشرکۃ فی العقار وبوضع الجذوع لایصیر شریکا فی الدار الا انہ جار ملازق۔

(١٣) اگر ایک شخص کی کڑیان کسی کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہین تو یہ شخص شریک نہ شمار کیا جائیگا بلکہ جار کی وجہ سے اوس کو استحقاق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ شفعہ کے اندر اوس شرکت کا اعتبار ہے جو عقار کے اندر ہو اور کڑیان رکھنے سے یہ شخص اوس مکان مین شریک نہین ہوجاتا البتہ وہ جار ملازق ہے۔

(١٤) قال والشریک فی الخشبۃ تکون علی حائط الدار جار لما بیناہ۔

(١٤) اگر ایک مکان کی دیوار پر کڑیان رکھی ہوئی ہین اور ایک شخص اون کڑیون مین شریک ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا کیونکہ عقار مین وہ شریک نہین ہے۔

(١٥) قال واذا اجتمع الشفعاء فالشفعۃ بینہم علی عدد رؤسہم ولا یعتبر اختلاف الاملاک۔

(١٥) اگر ایک زمین مین بہت سے لوگ مختلف حصون کے شریک ہین اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی سب شریکون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا اور حصون کی کمی بیشی کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔

(١٦) وقال الشافعی رحمہ اللہ ھی علی مقادیر الانصباء لان الشفعۃ من

(١٦) امام شافعی رحمہ کے نزدیک جس شریک کا جسقدر حصہ ہوتا ہے کثرت شرکا کی صورت مین اوسیقدر اوسکو

من مرافق الملك الايرى انها لتكميل منفعته فاشبه الربح والغلة والولد والثمرة ولنا انهم استووا في سبب الاستحقاق وهو الاتصال فيستوون في الاستحقاق الايرى انه لو انفرد واحد منهم استحق كمال الشفعة وهذا اية كمال السبب وكثرة الاتصال تؤذن بكثرة العلة والترجيح يقع بقوة في الدليل لا بكثرته ولا قوة ههنا لظهور الاخرى بمقابلته وتملك ملك غيره لا يجعل ثمرة من ثمرات ملكه بخلاف الثمرة واشباهها۔

(١٧) ولو اسقط بعضهم حقه فهي للباقين في الكل على عددهم لان الانتقاص للمزاحمة مع كمال السبب في حق كل منهم وقد انقطعت۔

(١٨) ولو كان البعض غُيّباً يقضى بها بين الحضور على عددهم لان الغائب لعله لا يطلب۔

(١٩) وان قضى لحاضر بالجميع ثم حضر اخر يقضى له بالنصف ولو حضر ثالث فبثلث ما في يد كل واحد تحقيقا للتسوية فلو سلم الحاضر بعد ما قضى له بالجميع لا ياخذ الا

استحقاق شفعہ ہوتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ملک کے منافع میں سے ہے اور اوسکی وجہ سے ملکیت کی تکمیل ہو جاتی ہے لہذا اوسکو نفع اور آمدنی اور اولاد اور پھل کا حکم ہوگا کہ جسقدر جسکی ملک ہوتی ہے اوسیقدر ان چیزوں میں اوسکا استحقاق ہوتا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سب شرکاء سبب استحقاق یعنے اتصال میں برابر ہیں لہذا استحقاق میں بھی برابر ہونگے اسواسطے کہ بالفرض اگر نہیں ہے اگر صرف ایک ہی شخص شریک ہوتا تو کل مبیع میں اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوتا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر ایک کے اندر کامل طور پر شفعہ کا سبب پایا جاتا ہے اور اگر یہ کہو کہ بعض کا اتصال زیادتی حصہ کی وجہ سے زیادہ ہے پھر کیونکر برابر ہو سکتے ہیں تو اوسکا یہ جواب ہے کہ کثرت اتصال سے اگرچہ سبب شفعہ کے اندر ایک قسم کی کثرت پیدا ہو گئی مگر ترجیح کا سبب نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ ترجیح کا سبب قوۃ علت ہوتی ہے اور یہاں قوت نہیں ہے

(١٧) اگر بعض شرکاء نے اپنا حق شفعہ ترک کر دیا تو باقی شریکوں کو برابر برابر حق ملجائیگا اسواسطے کہ جس شریک نے ترک کیا ہے وہ ہر ایک شریک کا مزاحم تھا اور اوسکی وجہ سے ہر ایک کے حصے میں باوجودیکہ شفعہ کا سبب کامل طور پر پایا جاتا تھا کمی ہو رہی تھی اور اب وہ مزاحمت باقی نہیں رہی ہے۔

(١٨) اگر ایک شریک غیر حاضر ہے اور باقی حاضر ہیں تو اُن باقی کو برابر برابر شفعہ کا حکم دیا جائیگا اور وہ غائب کالعدم سمجھا جائیگا اسواسطے کہ ممکن ہے وہ [illegible] شفعہ کا طالب نہو۔

(١٩) اگر قاضی نے اوس شریک کے لیے جو حاضر تھا کل شفعہ کا حکم دیدیا [illegible] شریک بھی حاضر ہو گیا تو نصف شفعہ کا حکم اوسکے لیے دیا جائیگا اور اگر تیسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو اون دونوں سے ثلث ثلث لیکر اسکو [illegible] برابر حصہ ملجائے۔ اور اگر پہلے شریک نے قاضی سے کل [illegible] شفعہ کو ترک کر دیا تو یہ دوسرا شریک جو بعد حاضر ہوا ہے

جو ایک آدمی دوسرے کی علت اور اسکے مقابل دوسرے کی علت موجود ہو اور دوسرے کی ملکیت کا مالک ہو جانا اپنی ملکیت کے منافع نہیں ہو سکتا بخلاف پھل وغیرہ کے کہ وہ پیدا شدہ ملکیت کے منافع میں سے ہیں۔

القادم الا النصف لان قضاء القاضي بالكل للحاضر قطع حق الغائب عن النصف بخلاف ما قبل القضاء

کل کو بذریعہ شفعہ کے نہیں لے سکتا بلکہ اوسکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ جب قاضی نے پہلے کو کل کا حکم دیدیا تو اُسکے حکم دینے سے ایک نصف میں دوسرے شریک کا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر قبل از حکم قاضی اُسنے ترک کردیا تو دوسرا کل کو لے سکتا ہے۔

(٢٠) **قال** والشفعة تجب بعقد البيع ومعناه بعده لا انه هو السبب لان سببها الاتصال على ما بيناه والوجه فيه ان الشفعة انما تجب اذا رغب البائع عن ملك الدار والبيع يعرفها ولهذا يكتفى بثبوت البيع في حقه حتى يأخذها الشفيع اذا اقر البائع بالبيع وان كان المشتري يكذبه۔

(٢٠) بیع کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر بیع ثبوت شفعہ کا سبب نہیں ہے اسواسطے کہ شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہے اور بیع کے بعد ثبوت شفعہ کی یہ وجہ ہے کہ شفعہ اصل میں اوسوقت ثابت ہوتا ہے کہ بائع کو اوس مبیع کی خواہش نہ باقی رہے اور بیع سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اب اوسکو مبیع کی طرف توجہ اور اوسکی خواہش باقی نہیں رہی لہذا اگر صرف بائع کی جانب سے بیع کا ثبوت ہو جائے تو شفعہ کے لیے کافی ہو جاتا ہے مثلاً اگر بائع بیع کا اقرار کرلے تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ مشتری اوس بیع سے منکر ہے۔

(٢١) **قال** وتستقر بالاشهاد ولا بد من طلب المواثبة لانه حق ضعيف يبطل بالاعراض فلا بد من الاشهاد والطلب ليعلم بذلك رغبته فيه دون اعراضه عنه ولانه يحتاج الى اثبات طلبه عند القاضي ولا يمكنه الا بالاشهاد

(٢١) شفعہ کے لیے طلب مواثبت ضروری ہے اور طلب اشہاد سے اوسکو استحکام ہو جاتا ہے اگر طلب مواثبت نہ کی یعنی فوراً شفعہ کے طلب نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے اعراض کرنے کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے لہذا طلب کرنا اور اوسپر گواہ کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ شفیع کو شفعہ کی طرف سے اعراض نہیں ہے بلکہ اوس کے طرف رغبت ہے دوسرے یہ کہ شفیع کو قاضی کے روبرو اپنی طلب کے کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور بغیر گواہ کے وہ نہیں کرسکتا

(٢٢) **قال** وتملك بالاخذ اذا سلمها المشتري او حكم بها الحاكم لان الملك للمشتري قد تم فلا ينتقل الى الشفيع الا بالتراضي او قضاء القاضي كما في الرجوع في الهبة وتظهر فائدة هذا فيما اذا مات الشفيع بعد

(٢٢) شفیع مکان کا مالک اُسوقت ہوتا ہے کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے یا خود بائع وہ مکان شفیع کو دیدے اسواسطے کہ مشتری کو پوری طور پر ملکیت حاصل ہو چکی ہے لہذا جبتک قاضی حکم نہ دے یا اپنی رضامندی سے وہ انتقال ملکیت نہ کرے اُسوقت تک منتقل نہوگی جسطرح کوئی شخص ہبہ کو واپس کرنا چاہے تو بغیر رضامندی باہمی یا حکم قاضی کے واپس نہیں کرسکتا اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اگر قاضی کے

الطلبين او باع داره المستحق بها الشفعة او بيعت دار بجنب الدار المشفوعة قبل حكم الحاكم او تسليم المخاصم لا تورث عنه في الصورة الاولى وتبطل شفعته في الثانية ولا يستحقها في الثالثة لانعدام الملك له۔

ہنوز حکم نہین دیا اور نہ خود مدعی علیہ نے مشتری کو وہ مکان دیا تھا اور شفیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد کرچکا تھا کہ اس عرصہ مین وہ مرگیا یا جس مکان کیوجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا تھا وہ مکان اوسنے فروخت کردیا یا مکان مشفوعہ کیجوار مین اس عرصہ کے اندر کوئی اور مکان فروخت ہوا تو پہلی صورت مین اوسکے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور دوسری صورت مین اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور تیسری صورت مین دوسرے مکان مین اوسکا شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ اسوقت وہ پہلے مکان کا مالک نہین تھا۔

(۲۳) ثم قوله تجب بعقد البيع بيان انه لا يجب الا عند معاوضة المال بالمال على ما نبينه ان شاء الله تعالى والله سبحانه اعلم بالصواب۔

(۲۳) جس عقد مین بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال پایا جاوے اوس سے شفعہ ثابت ہوجاتا ہے اور اگر یہ معنے نہ پائے جائین تو ثابت نہین ہوتا اور اس کا بیان انشاء اللہ تعالے آگے آئے گا واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

باب طلب الشفعة والخصومة فيها

طلب شفعہ اور اوس مین چارہ جوئی کرنے کا بیان

(۲۴) قال واذا علم الشفيع بالبيع اشهد في مجلسه ذلك على المطالبة اعلم ان الطلب على ثلثة اوجه طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفعته بطلت الشفعة لما ذكرنا ولقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها۔

(۲۴) طلب کی تین قسمین ہین جنمین سے ایک طلب مواثبت ہی اوس سے یہ مراد ہی کہ جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہوگیا اوسیوقت اسکو شفعہ طلب کرنا اور طلب پر گواہ کرنا چاہیے اگر اوسنے بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد شفعہ کو نہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہوجائے گا اسواسطے کہ وہ ایک حق ضعیف ہی اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اوس کے لیئے ہے جو فوراً اوس کی طلب کرے۔

(۲۵) ولو اخبر بكتاب والشفعة في اوله او في وسطه فقرأ الكتاب

(۲۵) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور خط کے درمیان مین یا اوسکے شروع ہی مین بیع کا ذکر تھا

الی آخره بطلت شفعته وعلی هذا عامة المشائخ رح وهو روایة عن محمد وعنه ان له مجلس العلم والروایتان فی النوادر وبالثانیة اخذ الکرخی لانه لما ثبت له خیار التملک لابد له من زمان التامل کما فی المخیرة۔

مگر وہ خط کو اخیر تک پڑھ گیا اور شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا عامہ مشائخ رح کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت مین یہ آیا ہے مگر دوسری روایت مین یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو طلب شفعہ کا اختیار ہوتا ہے اور یہ دونون روایتین نوادر مین مذکور ہین کرخی رح نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اسواسطے کہ شرع کیطرف سے جب اسکو مالک ہونیکا حق حاصل ہوا ہے تو اوسکے لیے اتنی مہلت ضرور ہونی چاہیے کہ وہ فکر کرسکے جسطرح عورت کو طلاق کا اختیار دیا جائے تو اخیر جلسہ تک وہ طلاق لے سکتی ہے۔

(٢٦) ولو قال بعد ما بلغه البیع الحمد لله او لاحول ولا قوة الا بالله او قال سبحان الله لاتبطل شفعته لان الاول حمد علی الخلاص من جواره والثانی تعجب منه لقصد اضراره والثالث لافتتاح کلامه فلا یدل شیء منه علی الاعراض۔

(٢٦) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر الحمد لله یا لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم یا سبحان الله زبان سے پڑھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیئے کہ ممکن ہے بائع کے دفع ہونے سے اوسنے خدا کا شکر کیا ہو اور بائع نے جو اوسکی ضرر رسانی کا قصد کیا ہے اوس سے تعجب کرکے سبحان الله کہا ہو اور اپنی حسب عادت کلام شروع کرنے سے پہلے لاحول پڑھی ہو اور انمین سے کوئی بات ایسی نہین ہے جس سے ثابت ہو کہ شفیع کو شفعہ کرنے سے اعراض ہے۔

(٢٧) وکذا اذا قال من ابتاعها وبکم بیعت لانه یرغب فیها بثمن دون ثمن ویرغب عن مجاورة بعض دون بعض۔

(٢٧) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر خبر دینے والے سے کہا کس نے خریدا ہے یا کتنے کو فروخت ہوا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ ایک ثمن سے خریدنا مقصود ہوتا ہے اور ایک ثمن سے مقصود نہین ہوتا اسیطرح ایک کے جوار سے نفرت ہوتی ہے اور ایک کے جوار سے نہین ہوتی۔

(٢٨) والمراد بقوله فی الکتاب اشهد فی مجلسه ذلک علی المطالبة طلب المواثبة والاشهاد فیه لیس بلازم انما هو لنفی التجاحد والتقیید بالمجلس اشارة الی ما اختاره الکرخی رح۔

(٢٨) قدوری نے جو بیان کیا ہے کہ اوسی جلسہ مین شفیع کو طلب پر گواہ کرنا چاہیے اوس سے طلب مواثبت مقصود ہے مگر اوس مین گواہ کرنا ضروری نہین ہوتا بلکہ اس لیئے مناسب ہوتا ہے کہ اگر مدعی علیہ اوسکے طلب کرنے سے منکر ہو تو شفیع قاضی کے روبرو گواہ سے طلب کو ثابت کرسکے۔ اور جلسہ کی قید لگانے مین کرخی کے قول مختار کیطرف اشارہ ہے۔

(٢٩) ویصح الطلب بکل لفظ یفهم

(٢٩) جس لفظ سے شفعہ کا طلب کرنا سمجھا جائے اوس سے

منه طلب الشفعة كما لو قال طلبت الشفعة او اطلبها او انا طالبها لان الاعتبار للمعنى۔

طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا یا طلب کرتا ہون یا اوسکا طالب ہون اسواسطے کہ حقیقت مین معنے کا اعتبار ہے۔

(٣٠) واذا ابلغ الشفيع بيع الدار لم يجب عليه الاشهاد حتى يخبره رجلان او رجل وامرأتان او واحد عدل عند ابي حنيفة رح وقالا يجب عليه ان يشهد اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صبيا كان او امرأة اذا كان الخبر حقا واصل الاختلاف في عزل الوكيل وقد ذكرناه بدلائله واخواته فيما تقدم وهذا الخلاف المخيرة اذا اخبرت عنده لانه ليس فيه الزام حكم وبخلاف ما اذا اخبره المشتري لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة في الخصوم۔

(٣٠) ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفیع کو طلب مواثبت کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین یا ایک پرہیزگار مرد بیع کا حال بیان کرے اور صاحبین رح کے نزدیک صرف ایک آدمی کے خبر دینے سے طلب مواثبت کرنا ضروری ہوجاتا ہے خواہ وہ حر ہو یا غلام نابالغ ہو یا بالغ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ شفیع کے گمان مین وہ سچ کہتا ہے اور اصل یہ اختلاف وکیل کے معزول کرنے مین ہے اور اوسکا بیان مع دلائل اور نظائر کے ہم بیان کرچکے ہین اور اگر کوئی شخص ایک عورت سے بیان کرے کہ تیرے خاوند نے تجکو طلاق کا اختیار دیا ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک مخبر مین عدد یا عدالت شرط نہین اسلیئے کہ اوسمین کسی حکم کا لازم کرنا نہین ہے اور اگر مشتری شفیع سے بیان کرے کہ مین نے فلان مکان خریدا ہے تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا لازم ہوجائیگا خواہ یہ کیسا ہی شخص ہو اسواسطے کہ وہ مدعی علیہ ہے اور مدعی مدعی علیہ مین عدالت کی ضرورت نہین ہے۔

(٣١) والثاني طلب التقرير والاشهاد لانه محتاج اليه لاثباته عند القاضي على ما ذكرنا ولا يمكنه الاشهاد ظاهرا على طلب المواثبة لانه على فور العلم بالشراء فيحتاج بعد ذلك الى طلب الاشهاد والتقرير وبيانه ما قال في الكتاب ثم ينهض منه يعني من المجلس ويشهد

(٣١) طلب مواثبت کے بعد دوسری طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہین اس طلب کی ضرورت اسواسطے پڑتی ہے کہ شفیع قاضی کے روبرو طلب کو ثابت کرسکے اسواسطے کہ طلب مواثبت چونکہ علم بیع کے ساتھ فوراً ہوا کرتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اُسوقت شفیع کسی کو گواہ نہین کرسکتا لہذا اس طلب کی ضرورت ہوتی ہے اور اُسکا طریقہ یہ ہے کہ طلب مواثبت کے بعد اوس جلسہ سے اوٹھکر مشتری کے پاس خواہ اوس مکان کے پاس خواہ بائع کے پاس جاکر بشرطیکہ بیع ہنوز اوسکے قبضہ مین ہو

على البائع ان كان المبيع في يده لانه لم يسلم الى المشتري او على المبتاع او عند العقار فاذا فعل ذلك استقرت شفعته وهذا لان كل واحد منهما خصم فيه لان للاول اليد وللثاني الملك۔

وكذا يصح الاشهاد عند المبيع لان الحق متعلق به فان سلم البائع المبيع لم يصح الاشهاد عليه لخروجه من ان يكون خصما اذ لا يد له ولا ملك فصار كالاجنبي وصورة هذا الطلب ان يقول ان فلانا اشترى هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا على ذلك۔

وعن ابي يوسف انه يشترط تسمية المبيع وتحديده لان المطالبة لا تصح الا في معلوم

لوگونکو اپنے طلب پر گواہ کرے اس طلب سے شفعہ کو استحکام ہو جاتا ہے اور ان تینون مین سے کسی کے پاس جانے کی اسواسطے ضرورت ہے کہ بائع اور مشتری تو گویا شفیع کے مدعی علیہ ہین اسواسطے کہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اور مبیع کے پاس جاکر اسواسطے گواہ کر سکتا ہے کہ حق اوسی کے ساتھ متعلق ہوا ہے۔ اور اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا ہے تو بائع کے پاس گواہ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ اب اوس سے کچھ واسطہ نہین رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہو گیا کیونکہ اب اوسکا نہ قبضہ ہے اور نہ اوسکی ملکیت ہے اور طلب اشہاد اسطور پر کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے یہ مکان خریدا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اس بات کے گواہ رہو۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اوس مبیع کا نام ونشان اور اوس کے حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اسواسطے کہ مجہول چیز مین دعوے نہین ہو سکتا۔

(٣٢) والثالث طلب الخصومة والتملك وسنذكر كيفيته من بعد ان شاء الله تعالى۔

(٣٢) طلب کی تیسری قسم کا نام طلب تملک ہے اور اوسکا طریقہ انشاء اللہ تعالی ہم عنقریب بیان کرینگے۔ مگر اوسکے احکام یہان بیان کیے جاتے ہین اگر طلب تملک مین تاخیر ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا

قال ولا تسقط الشفعة بتاخير هذا الطلب عند ابي حنيفة رح

اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہے اور محمد رح فرماتے ہین

وهو رواية عن ابي يوسف وقال محمد رح ان تركها شهرا بعد الاشهاد بطلت وهو قول زفر رح معناه اذا تركها من غير عذر۔

کہ طلب اشہاد کے بعد اگر ایک مہینہ تک طلب تملک نہ کرے توشفعہ باطل ہو جاتا ہی اور زفر رح کا قول یہی ہے مگر اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے۔

(۳۳) وعن ابي يوسف انه اذا ترك المخاصمة في مجلس من مجالس القاضي تبطل شفعته لانه اذا مضى مجلس من مجالسه ولم يخاصم فيه اختيارا دل ذلك على اعراضه وتسليمه۔

(۳۳) ابو یوسف رح سے مروی ہی اگر شفیع نے قاضی کی ایک کچہری مین ہی اپنی چارہ جوئی نہ کی توشفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ باوجود اختیار حاصل ہونے کے جب قاضی کی ایک کچہری مین اوسنے اپنی چارہ جوئی نہ کی تو ثابت ہوگیا کہ اوسکو شفعہ کی طرف سے اعراض ہی اور اوس نے شفعہ کو ترک کردیا۔

(۳۴) وجه قول محمد انه لو لم يسقط بتاخير الخصومة منه ابدا يتضرر به المشترى لانه لا يمكنه التصرف حذار نقضه من جهة الشفيع فقدرناه بشهر لانه اجل وما دونه عاجل على ما مر في الايمان ووجه قول ابي حنيفة وهو ظاهر المذهب وعليه الفتوى ان الحق متى ثبت واستقر لا يسقط الا باسقاطه وهو التصريح بلسانه كما في سائر الحقوق وما ذكر من الضرر يشكل بما اذا كان غائبا ولا فرق في حق المشترى بين الحضر والسفر ولو علم انه لم يكن في البلد قاض لا تبطل شفعته بالتاخير بالاتفاق لانه لا يتمكن من الخصومة الا عند القاضي فكان عذرا۔

(۳۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ اگر طلب تملک مین تاخیر کرنیسے کبھی اوسکا شفعہ باطل نہو تو اوسمین مشتری کا نہایت ضرر ہی اسواسطے کہ شفیع کے خوف سے وہ اوس مکان مین کچھ تصرف نہین کرسکتا لہذا ایک مہینہ اوسکی مہلت کے لیے مقرر کیا گیا کہ ایک مہینہ کی مدت کو تاخیر کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین اور ایک مہینہ سے کم کی مدت عجلت شمار کیجاتی ہی۔ اور ابو حنیفہ رح کے قول کی جو کہ ظاہر مذہب اور مفتی بہ قول ہی یہ دلیل ہی کہ جب حق شفعہ ثابت اور مستحکم ہوگیا تو شفیع جب تک اوسکو اپنی زبان سے نہ ساقط کرے اوسوقت تک ساقط نہوگا جیساکہ تمام حقوق کا حال ہی اور امام محمد رح نے جو تاخیر کے اندر ضرر بیان کیا ہی اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ ضرر تو اوسوقت بھی پیش آتا ہو کہ شفیع وہان موجود نہو اور مشتری کے اعتبار سے حضر اور سفر دونون برابر ہین۔ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ اس شہر مین ایسا قاضی نہین ہی جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرے اسواسطے اوسنے طلب تملک مین تاخیر کی تو بالاتفاق اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب تملک بغیر قاضی کے نہیں ہوسکتے لہذا وہ معذور رہے۔

۳۵، قال واذا تقدم الشفيع الى القاضي فادعى الشراء وطلب الشفعة سأل القاضي المدعى عليه فان اعترف بملكه الذي يشفع به والا كلفه باقامة البينة لان اليد ظاهر محتمل فلا تكفي لاثبات الاستحقاق۔

۳۵، جسوقت قاضی شفیع کے روبرو حاضر ہوکر اسبات کا دعوی کرے کہ مشتری نے یہ مکان خریدا ہے اور شفعہ طلب کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہین اگر اقرار کرے تو فبہا ورنہ شفیع سے گواہون کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ ظاہری قبضہ مین چونکہ عدم ملکیت کا احتمال ہے لہذا دوسرے پر حق ثابت کرنے کے لئے ناکافی ہے۔

۳۶، قال رض يسأل القاضي المدعي قبل ان يقبل على المدعى عليه عن موضع الدار وحدودها لانه ادعى حقا فيها فصار كما اذا ادعى رقبتها واذا بين ذلك يسأله عن سبب شفعته لاختلاف اسبابها فان قال انا شفيعها بدار لي تلاصقها الان تم دعواه على ما قاله الخصاف رح وذكر في الفتاوى تحديد هذه الدار التي يشفع بها ايضا وقد بيناه في الكتاب الموسوم بالتجنيس والمزيد۔

۳۶، مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ قاضی کو مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہونے سے قبل شفیع سے یہ بات دریافت کرنا چاہیے کہ وہ مکان کس محلہ مین ہے اور اُسکے حدود اربعہ کیا ہین اسلیئے کہ جب وہ اس مکان مین اپنے حق کا دعوی کرتا ہو تو گویا خود اوس مکان کا دعوی کرتا ہے اور جب شفیع یہ بیان کردے تو دریافت کرنا چاہیے کہ تو کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہوتے ہین اگر اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ مین بذریعہ اپنے ایک مکان کے جو اس مکان سے ملا ہوا ہے شفیع ہون تو اب اسکا دعوی تمام ہو گیا چنانچہ خصاف رح نے بیان کیا ہے اور فتاوی مین بیان کیا ہے کہ اس مکان کے حدود بھی بیان کرنے چاہیئں جسکے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہو اور ہم نے اپنی کتاب التجنیس والمزید مین اسکا بیان کر دیا ہے۔

۳۷، قال فان عجز عن البينة استحلف المشتري بالله ما يعلم انه مالك للذي ذكره مما يشفع به معناه بطلب الشفيع لانه ادعى عليه معنى لو اقر به لزمه ثم هو استحلاف على ما في يد غيره فيحلف على العلم فان نكل او قامت للشفيع بينة ثبت ملكه في الدار التي

۳۷، اگر شفیع سے گواہون کا مطالبہ کیا گیا اور وہ گواہ نہ لاسکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائے کہ خدا کی قسم جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے مجکو معلوم نہین ہے کہ وہ اُسکی ملک ہے۔ اسواسطے کہ شفیع نے اوسکے اوپر ایک ایسے امر کا دعوی کیا ہے کہ اگر وہ اقرار کرلے تو اوسکے اوپر لازم ہو جائے مگر چونکہ دوسرے کے فعل پر حلف لیا جاتا ہے اسواسطے اوس سے اوسکے علم پر حلف لیا جائیگا اگر [illegible] مین مشتری نے

نکل

لیشفع بها وثبت الجوار فبعد ذلك سأله القاضی یعنی المدعی علیه هل ابتاع ام لا فان انکر الابتیاع قیل للشفیع اقم البینة لان الشفعة لا تجب الا بعد ثبوت البیع وثبوته بالحجة۔

حلف سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ پیش کر دئے تو جس مکان کے ذریعہ وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس مکان میں ملکیت ثابت ہوگئی اور جوار بھی ثابت ہوگیا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے وہ مکان خریدا ہے یا نہیں اگر اوسنے کہا میں نے نہیں خریدا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ اسبات پر گواہ پیش کر کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہے اسواسطے کہ شفعہ بعد ثبوت بیع کے ثابت ہوتا ہے اور اسکا ثبوت گواہوں سے ہوتا ہے۔

(۳۸) قال فان عجز عنها استحلف المشتری بالله ما ابتاع او بالله ما استحق علیه فی هذه الدار شفعة من الوجه الذی ذکره فهذا علی الحاصل والاول علی السبب وقد استوفینا الکلام فیه فی الدعوی وذکرنا الاختلاف بتوفیق الله وانما یحلفه علی البتات لانه استحلاف علی فعل نفسه وعلی ما فی یده اصالة وفی مثله یحلف علی البتات۔

(۳۸) اگر قاضی نے شفیع سے اسبات کے گواہ مانگے کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہے اور وہ گواہ نہ لاسکا تو مشتری سے حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم میں نے نہیں خریدا یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس سبب سے یہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس سے یہ شفعہ کا مستحق نہیں ہے کہ یہ حلف نتیجہ اور حاصل کے اوپر ہے اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور بتوفیق الٰہی کتاب الدعوی میں ہم نے پورے طور پر اسکا بیان کر دیا ہے اور یہان مشتری سے حلف قطعی سواسطے لیا جاتا ہے کہ خود اوسکے فعل پر اور اوس چیز پر حلف ہے جو بالذات اوس کے قبضہ میں ہے اور ایسے وقت میں قطعی حلف لیا جاتا ہے۔

* * * * *

(۳۹) قال ویجوز المنازعة فی الشفعة وان لم یحضر الشفیع الثمن الی مجلس القاضی فاذا قضی القاضی بالشفعة لزمه احضار الثمن وهذا ظاهر روایة الاصل۔

(۳۹) اگرچہ شفیع نے قاضی کے روبرو ثمن لاکر حاضر نہ کیا ہو تاہم قاضی کے روبرو وہ شفعہ کے چارہ جوئی کر سکتا ہے مگر جب قاضی اوس کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہے اور یہ مبسوط کی ظاہر روایت ہے۔

(۴۰) وعن محمد انه لا یقضی حتی یحضر الشفیع الثمن وهو روایة الحسن عن ابی حنیفة رح لان الشفیع

(۴۰) محمد رح سے مروی ہے جبتک کہ شفیع قاضی کے روبرو ثمن لاکر حاضر کر دے اوس وقت تک قاضی کو شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے اور حسن رح نے ابو حنیفہ رح سے بھی یہی روایت

عساه يكون مفلسًا فيتوقف القضاء على احضاره حتى لايتوى مال المشتري وجه الظاهر انه لاثمن له عليه قبل القضاء ولهذا لايشترط تسليمه فكذا لايشترط احضاره۔

کیا ہی اسواسطے کہ ممکن ہی شفیع ایک مفلس شخص ہو لہذا شفعہ کے حکم دینے مین ثمن کے حاضر کرنے تک تاخیر کیجائیگی تاکہ مشتری کا مال تلف نہو جائے اور ظاہر روایت کی دلیل یہ ہی کہ قبل از حکم قاضی شفیع کے اوپر ثمن واجب نہین ہوتا و لہذا یہ بات لازم نہین کیگئی کہ قبل از حکم قاضی شفیع مشتری کو ثمن ادا کردے اسیطرح اسکا حاضر کرنا بھی لازم نہ کیا جائیگا

(۴۱) واذا قضى له بالدار فللمشتري ان يحبسها حتى يستوفي الثمن وينفذ القضاء عند محمد ايضا لانه فصل مجتهد فيه ووجب عليه الثمن فيحبس فيه فلو اخر اداء الثمن بعد ما قال له ادفع الثمن اليه لاتبطل شفعته لانها تاكدت بالخصومة عند القاضي۔

(۴۱)، اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اوسکو اسبات کا استحقاق ہی کہ جبتک شفیع سے ثمن کو وصول نہ کرے اوسوقت تک مکان اسکو نہ دے اسواسطے کہ جب اسکے اوپر ثمن واجب ہوگیا تو مشتری ثمن ادا نہ کرنے تک مکان کو روک سکتا ہی۔ اور محمد رح کے نزدیک اگرچہ شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہی مگر ثمن کے حاضر نہ کرنیکی صورتمین اونکے نزدیک بھی قاضی کا حکم نافذ ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ ایک ظنی چیز ہی۔ اور اگر قاضی نے شفیع سے کہدیا کہ مشتری کو ثمن ادا کردے اور

(۴۲) قال وان احضر الشفيع البائع والمبيع في يده فله ان يخاصمه في الشفعة لان اليد له وهي يد مستحقة ولايسمع القاضي البينة حتى يحضر المشتري فيفسخ البيع بمشهد منه ويقضي بالشفعة على البائع ويجعل العهدة عليه لان الملك للمشتري واليد للبائع والقاضي يقضي بهما للشفيع فلابد من حضورهما۔

(۴۲) اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین تھا کہ شفیع نے بائع کو قاضی کے روبرو پیش کردیا تو شفیع اس بائع سے دعوی کرسکتا ہی اسواسطے کہ مبیع بائع کے قبضہ مین ہی اور اسکا قبضہ اصالۃً اور بالذات ہی مگر جبتک مشتری بھی حاضر نہو جائیگا قاضی شفیع کے گواہون کی سماعت نہ کریگا جب وہ بھی حاضر ہو جائیگا تو اوسکے سامنے بیع کو قاضی فسخ کردیگا اور بائع پر شفعہ کا حکم دیدیگا اور یہ مشتری ثمن کو بائع سے وصول کریگا دونون کی حاضر ہونیکی اسلیے ضرورت ہی کہ قبضہ اس صورت مین بائع کا ہی اور ملک مشتری کی ہی اور قاضی دونون امر کا شفیع کے لیے حکم دیتا ہے لہذا دونون کا موجود ہونا ضروری ہی۔

* * * * *

(۴۳) بخلاف ما اذا كانت الدار قد قبضت حيث لايعتبر حضور البائع لانه صار اجنبيا اذ لايبقى له

(۴۳) اگر بائع نے مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا اب قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہی اسواسطے کہ اب نہ اوسکا قبضہ ہے نہ اوس کی ملک ہے بلکہ وہ

يدٌ ولا ملك۔

ایک اجنبی شخص ہے۔

٤٤، وقوله فيفسخ البيع بمشهد منه اشارة الى علة اخرى وهى ان البيع فى حق المشترى اذا كان ينفسخ لابد من حضوره ليقضى بالفسخ عليه ثم وجه هذا الفسخ المذكور ان ينفسخ فى حق الاضافة لامتناع قبض المشترى بالاخذ بالشفعة وهو يوجب الفسخ الا انه يبقى اصل البيع لتعذر انفساخه لان الشفعة بناء عليه ولكنه تتحول الصفقة اليه ويصير كانه هو المشترى منه فلهذا ايرجع بالعهدة على البائع۔

٤٤، جس جگہ بائع پر شفیع اپنا دعوی کرے تو مشتری کا بھی حاضر ہونا قاضی کے روبرو ضروری ہوتا ہے جس کی ایک وجہ اوپر بیان ہو چکی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مشتری کے حق مین اوس بیع کا فسخ کیا جاتا تو اوسکا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اوس کے اوپر حکم دے اسلیے کہ غائب کے اوپر قاضی حکم نہین دے سکتا مگر یہ بیع صرف مشتری کے اعتبار سے فسخ ہوتی ہے اسلیے کہ جب شفیع اوسکو بذریعہ شفعہ کے لینا چاہتا ہے تو اب مشتری کسیطرح اوسکو نہین لے سکتا لہذا خواہ مخواہ اوسکے حق مین بیع کا فسخ کیا جائیگا مگر شفیع کے حق مین وہ بیع بدستور قائم رہیگی اسلیے کہ اگر اوسکے حق مین بھی فسخ کر دیجائے تو بذریعہ شفعہ کے مکان کو نہین لے سکتا اور یہ شفیع بمنزلہ مشتری کے ہوجاتا ہے و لہذا مشتری کے لیے بائع ثمن کا ضامن ہوتا ہے۔

٤٥، بخلاف ما اذا قبضه المشترى فاخذه من يده حيث تكون العهدة عليه لانه تم ملكه بالقبض وفى الوجه الاول امتنع قبض المشترى وانه يوجب الفسخ وقد طولنا الكلام فيه فى كفاية المنتهى بتوفيق الله تعالى۔

٤٥، اگر مشتری نے مکان پر قبضہ کر لیا ہو اور شفیع نے اوسی کے پاس سے مکان کو لیا ہو تو اوسوقت مین ثمن کی ذمہ داری مشتری پر ہوگی اسلیے کہ قبضہ کرنے سے اوسکو ملکیت تامہ حاصل ہو چکی تھی اور صورت مذکورہ بالا مین مشتری کا قبضہ نہین ہوسکتا جسکی وجہ سے بیع کا فسخ لازم ہوجاتا ہے۔ کفایۃ المنتہی مین خوب بسط کے ساتھ ہم نے بتوفیق اللہ تبارک و تعالے اس کا بیان کر دیا ہے۔

٤٦، قال ومن اشترى دارا لغيره فهو الخصم للشفيع لانه هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه عليه۔

٤٦، اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے مکان خریدا اور ہنوز اوسکے قبضہ مین ہے تو شفیع کو اوسی سے شفعہ کا دعوی کرنا چاہیے اوسواسطے کہ خریدنے والا اور عقد کرنے والا وہی ہے اور شفعہ بھی عقد کے احکام مین ہے لہذا اوسی سے شفعہ کا مطالبہ کیا جائیگا۔

٤٧، قال الا ان يسلمها الى الموكل

٤٧، اگر وکیل نے مکان خرید کر موکل کے قبضہ مین دیدیا

لانه لم یبق له ید و لا ملك فیکون الخصم هو الموکل وهذا لان الوکیل کالبائع من الموکل علی ما عرف فتسلیمه الیه کتسلیم البائع الی المشتری فتصیر الخصومة معه الا انه مع ذلك قائم مقام الموکل فیکتفی بحضوره فی الخصومة قبل التسلیم۔

تو شفیع کو اس صورت مین وکیل پر دعوی نکرنا چاہیے بلکہ موکل پر کرنا چاہیے اسواسطے کہ اب نہ وکیل کا قبضہ ہے نہ اوسکی ملک ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وکیل موکل کے حق مین بمنزلہ بائع کے ہوتا ہے لہذا وکیل کا مکان کو موکل کے قبضہ مین دینا ایسا ہے جسطرح بائع کا مکان کو مشتری کے قبضہ مین دینا اور جب مشتری کے قبضہ مین مکان آجاتا ہے تو شفیع کو بائع سے کچھ واسطہ نہین رہتا لہذا یہان بھی وکیل سے کچھ واسطہ نہ رہیگا مگر وکیل مین اور بائع مین اتنا فرق ہے کہ اگر ہنوز وکیل نے موکل کے قبضہ

(۷۸) وکذا اذا کان البائع وکیل الغائب فللشفیع ان یاخذها منه اذا کانت فی یده لانه عاقد وکذا اذا کان البائع وصیا لمیت فیما یجوز بیعه لما ذکرنا۔

(۷۸) اگر بائع نے دوسری کیطرف سے ایک مکان فروخت کیا اور ہنوز وہ مکان اوسکے قبضہ مین ہے تو شفیع اس سے مکان کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ بیع کرنے والا وہی ہے اسیطرح اگر ایک میت کے وصی نے میت کا کوئی مکان فروخت کیا بشرطیکہ وہ بیع جائز ہو اس لیے کہ بعض صور تو مین وصی کی بیع ناجائز ہوتی، اور ہنوز وہ مکان اوسکے قبضہ مین ہے تو شفیع اوس مکان کو وصی سے لے سکتا ہے اسلیے کہ بیع

(۷۹) قال واذا قضی للشفیع بالدار ولم یکن راٰها فله خیار الرویة وان وجد بها عیبا فله ان یردها وان کان المشتری شرط البراءة منه لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء الا یری انه مبادلة المال بالمال فیثبت فیه الخیاران کما فی الشراء ولا یسقط بشرط البراءة من المشتری ولا برؤیته لانه لیس بنائب عنه فلا یملك اسقاطه۔

(۷۹) اگر شفیع کے لیے قاضی نے مکان کا حکم دیدیا اور شفیع نے اوس مکان کو دیکھا نہین ہے تو شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری نے بائع سے اس شرط کو مان لیا ہو کہ مکان مین کچھ عیب نکلے تو مین بری الذمہ ہون اسواسطے کہ بذریعہ شفعہ کے لینا خریدنے کے حکم مین داخل ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ مال بمال ہوتا ہے لہذا اوسمین خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا جسطرح مشتری کو حاصل ہوتا ہے اور مشتری کے دیکھ لینے یا بائع کی اس شرط کو کہ عیب مین بری الذمہ ہون مان لینے سے شفیع کا خیار رویت اور خیار عیب ساقط نہوگا اسلیئے کہ مشتری اوسکا نائب نہین ہے کہ شفیع کی طرف سے خیار رویت اور خیار عیب کو ساقط کرسکے پس شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان مین کچھ عیب نکلے یا پہلے اوس مکان کو نہین دیکھا تھا اب دیکھنے سے اوسکے پسند نہ آوے تو اسکو واپس کردے

فصل فی الاختلاف

ثمن کے اندر اختلاف واقع ہونے کا بیان

(۵۰) قال وان اختلف الشفيع والمشتري في الثمن فالقول قول المشتري لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل وهو ينكر والقول قول المنكر مع يمينه ولا يتحالفان لان الشفيع ان كان يدعى عليه استحقاق الدار فالمشتري لا يدعى عليه شيئا لتخيره بين الترك والاخذ ولا نص ههنا فلا يتحالفان۔

(۵۰) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ شفیع حقیقت مین اسبات کا مدعی ہے کہ مین تھوڑا ثمن دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہون اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے اور منکر کا قول حلف کے ساتھ مقبول ہوتا ہے اور دونون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونون جانب سے حلف لینے کا حکم شرع سے اوسی صورت مین ثابت ہوا ہے کہ جانبین سے دعوی اور جانبین سے انکار پایا جاوے اور یہان اگرچہ شفیع مشتری کے اوپر اس امر کا مدعی ہے کہ ثمن قلیل دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہون مگر مشتری شفیع کے اوپر کچہ دعوی نہین کرتا اسواسطے کہ شفیع کو اختیار ہے خواہ مکان کو لے خواہ چھوڑ دے لہذا شفیع سے حلف نہ لیا جائیگا۔

(۵۱) قال ولو اقاما البينة فالبينة للشفيع عند ابي حنيفة ومحمد رح وقال ابو يوسف رح البينة بينة المشتري لانها اكثر اثباتا فصار كبينة البائع والوكيل والمشتري من العدو ولهما انه لا تنافي بينهما فيجعل كان الموجود بيعان وللشفيع ان ياخذ بايهما شاء وهذا بخلاف البائع مع المشتري لانه لا يتوالى بينهما عقدان الا بانفساخ الاول وههنا الفسخ لا يظهر في حق الشفيع وهو التخريج لبينة الوكيل لانه كالبائع والموكل كالمشتري منه كيف وانها ممنوعة على ما روي عن محمد رح واما المشتري

(۵۱) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور دونون نے گواہ پیش کر دئے تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونگے ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایک طرح کی زیادتی ثابت ہوتی ہے جسطرح بائع اور وکیل اور تاجر کے گواہ مقبول ہوتے مین ابو حنیفہ اور محمد رح کی اسبات پر کہ شفیع کے گواہ مقبول ہونگے یہ دلیل ہے کہ دونون کے گواہون مین کچہ منافات نہین ہے بلکہ یہ سمجھا جائیگا کہ دونون گواہ سچ کہتے ہین اور گویا مشتری نے دو مرتبہ اوسکو خریدا ہے لہذا شفیع کو اختیار ہے گا کہ جس بیع کے اعتبار سے چاہے اوسی کے اعتبار سے مکان کو لے لے بخلاف بائع اور مشتری کے کہ اونکے مابین دو بیع نہین ہوسکتی ہین تاوقتیکہ پہلی بیع فسخ نہو اور یہان شفیع کے حق مین فسخ ظاہر نہین ہوسکتا اور اسی سے وکیل کے گواہ مقبول ہونیکی وجہ معلوم ہوسکتی ہے اسواسطے کہ وکیل بمنزلہ بائع کے اور موکل بمنزلہ مشتری کے ہے علاوہ برین یہ بات غیر مسلم ہے کہ وکیل کے گواہ مقبول ہوتے ہین چنانچہ محمد رح سے منقول ہے کہ اوس صورت مین موکل کے گواہ

من العدو قلنا ذكر في السير الكبير ان البينة بينة المالك القديم فلنا ان نمنع وبعد التسليم نقول لا بيع الثاني هنالك الا بفسخ الاول اما هٰهنا بخلافه ولان بينة الشفيع ملزمة وبينة المشتري غير ملزمة والبينات للالزام۔

مقبول ہوتے ہین۔ اور دار الحرب سے جو شخص غلام کو خرید کر لایا ہی اُسکے نسبت ہم کو یہ کلام ہی کہ سیر کبیر مین لکھا ہی کہ اصل مالک کے گواہ مقبول ہوتے ہین لہذا ہم تسلیم نہین کرتے کہ اس مشتری کے گواہ مقبول ہوتے ہین اور اگر ہم تسلیم بھی کر لین تب بھی اوسکا جواب یہ ہی کہ وہان بھی دوسری بیع تا وقتیکہ پہلی بیع کا فسخ نہو نہین ہو سکتی بخلاف صورت متنازع فیہا کے ان سب سے علاوہ یہ بات ہی کہ شفیع کے گواہون سے ایک حق لازم ہو جاتا ہی بخلاف مشتری کے گواہون کے لہذا شفیع کے گواہ مقبول ہونگے اسلیے کہ گواہون سے جو مقصود ہے وہ اونکے اندر موجود ہی۔

(٥٣٦) قال واذا ادعى المشتري ثمنا وادعى البائع اقل منه ولم يقبض الثمن اخذها الشفيع بما قاله البائع وكان ذلك حطا عن المشتري وهذا لان الامر ان كان على ما قال البائع فقد وجبت الشفعة به وان كان على ما قال المشتري فقد حط البائع بعض الثمن وهذا الحط يظهر في حق الشفيع على ما نبين ان شاء الله تعالى ولان التملك على البائع بايجابه فكان القول قوله في مقدار الثمن ما بقيت مطالبته فياخذ الشفيع بقوله۔

(۵۳۶) اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے یہ مکان بقدر قیمت کو خریدا ہی اور بائع نے اوس سے کم قیمت مین فروخت کرنے کا دعوی کیا تو شفیع اوس مکان کو بائع کے قول کے موافق قیمت ادا کرکے لے سکتا ہی اور بائع کا یہ کہنا گویا مشتری سے قیمت کا کم کر دینا سمجھا جائیگا۔ اس واسطے کہ اس صورت مین اگر مشتری کا قول نفس الامر مین صحیح ہی تب تو ظاہر ہی کہ شفیع پر اوسیقدر ثمن کا دینا لازم ہی اور اگر مشتری کا قول صحیح ہی تو بائع نے یہ بات کہکر ثمن مین کمی کر دی اور یہ کمی شفیع کے حق مین بھی ظاہر ہوگی چنانچہ ان شاء اللہ تعالی ہم بیان کرینگے۔ علاوہ برین شفیع کو یہ حق بائع کے ثابت کرنے سے ثابت ہوا ہی اگر وہ فروخت نہ کرتا تو اُسکو کچھ حق نہین تھا لہذا جبتک بائع کا مطالبہ باقی ہی اوسوقت تک ثمن کے مقدار مین اُسکا قول مقبول ہوگا اور اوسیکے قول کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑے گا۔

(٥٣٧) قال ولو ادعى البائع الاكثر يتحالفان ويترادان وايهما نكل ظهر ان الثمن ما يقوله الآخر فياخذها الشفيع بذلك وان حلفا يفسخ القاضي البيع على ما عرف وياخذها الشفيع

(۵۳۷) اگر مشتری کہتا ہی مین نے اس قیمت کو یہ مکان خریدا ہی اور بائع اُس سے زیادہ قیمت کو فروخت کرنے کا مدعی ہی اور ثمن پر قبضہ نہین کیا ہی تو دونون سے حلف لیا جائیگا اور بیع فسخ کر دیجائیگی اور اگر ایک نے حلف سے انکار کیا تو ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہی اور اوسیکے موافق شفیع پر ثمن کا دینا لازم ہوگا اور اگر

بقول البائع لان فسخ البیع لا یوجب بطلان حق الشفیع۔

دونوں سے حلف کر لیا تو قاضی اوس بیع کو فسخ کر دے گا اور بائع کے [illegible] قول کے موافق ثمن دیکر شفیع اوس مکان کو لے لیگا اسلیے کہ بیع کے فسخ ہوجانے

۵۵، قال وان کان قبض الثمن اخذ بما قال المشتری ان شاء ولم یلتفت الی قول البائع لانه لما استوفی الثمن انتهی حکم العقد و خرج هو من البین وصار کالاجنبی وبقی الاختلاف بین المشتری والشفیع وقد بیناه۔

۵۵، اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد مشتری سے اختلاف کیا تو شفیع کو مشتری کے قول کے موافق ثمن ادا کرکے مکان کو لینے کا اختیار ہوگا اور بائع کے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب وہ ثمن وصول کر چکا بیع تمام ہوگئی اور اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہوگیا اور مشتری اور شفیع کے مابین اب اختلاف رہ گیا جس کا حکم ہم بیان کر چکے ہین۔

۵۶، ولو کان نقد الثمن غیر ظاهر فقال البائع بعت الدار بالف وقبضت الثمن یاخذها الشفیع بالف لانه لما بدأ بالاقرار بالبیع تعلقت الشفعة به فبقوله بعد ذلك قبضت الثمن یرید اسقاط حق الشفیع فیرد علیه ولو قال قبضت الثمن وهو الف لم یلتفت الی قوله لان بالاول وهو الاقرار بقبض الثمن خرج من البین وسقط اعتبار قوله فی مقدار الثمن۔

۵۶، اگر معلوم نہین تھا کہ بائع نے ثمن کو وصول پالیا یا نہین مگر اوس کے اور مشتری کے مابین اختلاف ہوا اور وہ کہتا ہے کہ مین نے ہزار روپیہ کو مکان فروخت کیا ہے اور مین ثمن وصول کر چکا ہون تو شفیع کو ہزار روپیہ زر ثمن دینا پڑینگے اسلیے کہ جسوقت اوس نے اولا اپنی زبان سے فروخت کرنے کا لفظ کہا تو حق شفعہ اوسکے ساتھ متعلق ہوگیا اور اوسکے بعد یہ کہکر کہ مین ثمن کو وصول کر چکا ہون اپنے ذمہ سے حق شفعہ کا ساقط کرنا چاہتا ہے لہذا اوسکا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر یہ بات کہی کہ ثمن مین وصول کر چکا اور ثمن ہزار روپیہ تھا تو اوسکے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب اوسنے اولا ثمن کے وصول کرنے کا اقرار کر لیا تو اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا اور مقدار ثمن مین اوسکا قول معتبر نہوگا۔

فصل فیما یوخذ به المشفوع

مکان مشفوعہ کے ثمن کا بیان

۵۷، قال واذا حط البائع عن المشتری بعض الثمن یسقط ذلك عن الشفیع وان حط جمیع الثمن

۵۷، اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو اوسیقدر شفیع کے حق مین بھی ثمن کم ہو جائیگا اور اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط

لم یسقط عن الشفیع لان حط البعض یلتحق باصل العقد فیظہر فی حق الشفیع لان الثمن ما بقی وکذا اذا حط بعد ما اخذہا الشفیع بالثمن یحط عن الشفیع حتی یرجع علیہ بذلک القدر۔

نہ ہوگا اسلیئے کہ کم کرنے مین وہ کمی اصل بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع کے حق مین بھی وہ کمی ظاہر ہوگی اسلیئے کہ کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہو وہی ثمن سمجھا جائیگا اور اگر شفیع نے اصل ثمن دیکر مکان کو لے لیا تھا بعد ازان بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کو کم کردیا اوسوقت بھی شفیع کے حق مین کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر واپس

(۵۸) بخلاف حط الکل لانہ لا یلتحق باصل العقد بحال وقد بیناہ فی البیوع۔

(۵۸) اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑدیا تو اصل بیع کے اندر ثمن نہین ساقط ہو سکتا اسلیئے کہ بغیر ثمن کے بیع نہین ہوسکتی کتاب البیوع مین ہم اسکو بیان کرچکے ہین۔

(۵۹) وان زاد المشتری للبائع لم تلزم الزیادۃ فی حق الشفیع لان فی اعتبار الزیادۃ ضررا بالشفیع لاستحقاقہ الاخذ بما دونہا بخلاف الحط لان فیہ منفعۃ لہ۔

(۵۹) اگر مشتری نے بائع کے لیئے خریدنے کے بعد کچھ ثمن زیادہ کردیا تو یہ زیادتی شفیع کے اوپر لازم نہوگی سواسطے کہ اوس مین شفیع کا ضرر ہے بخلاف کمی کے کہ اوس کے اعتبار کرنے مین شفیع کا نفع ہے۔

(۶۰) ونظیر الزیادۃ اذا جدد العقد باکثر من الثمن الاول لم یلزم الشفیع حتی کان لہ ان یاخذہا بالثمن الاول لما بینا کذا ہذا۔

(۶۰) اگر مشتری نے مکان کو خرید کر پھر ثمن زیادہ کرکے ازسر نو عقد جدید سے اوسکو خرید لیا تو شفیع کو یہ زیادتی لازم نہوگی بلکہ پہلا ثمن اوسکو دینا پڑے گا چنانچہ اسکے مثل ہم بیان کرچکے ہین۔

(۶۱) قال ومن اشتری دارا بعرض اخذہا الشفیع بقیمتہ لانہ من ذوات القیم وان اشتراہا بمکیل او موزون اخذہا بمثلہ لانہما من ذوات الامثال وہذا لان الشرع اثبت للشفیع ولایۃ التملک علی المشتری بمثل ما تملکہ فیراعی بالقدر الممکن کما فی الاتلاف والعددی المتقارب

(۶۱) اگر ایک شخص نے عروض مین سے یعنے جو چیزین ذوات القیم مین اور ناپ تول یا گنتی سے فروخت نہین ہوتی ہین بعوض کسی چیز کے ایک مکان خریدا تو شفیع کو بعوض اوس مکان کے اوس چیز کے قیمت ادا کرنی پڑیگی اور اگر کسی ایسی چیز سے خریدا جو ناپ تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہے تو اُسکا مثل دینا پڑے گا اسلیئے کہ وہ ذوات الامثال مین سے ہے۔ اسلیئے کہ شارع نے شفیع کو اسبات کا اختیار ثابت کیا ہے کہ جس ثمن سے مشتری اوس مکان کا مالک ہوا ہے اوسی ثمن کے

من ذوات الامثال۔

مثل سے وہ بھی مالک ہو جائے لہذا مثلے الامکان اسکی مثلیت کا۔

(٦٢) وان باع عقارا بعقار اخذ الشفيع كل واحد منهما بقيمة الآخر لانه بدله وهو من ذوات القيم فياخذه بقيمته۔

(٦٢) اگر ایک مکان کو بعوض ایک مکان کے فروخت کیا تو ہر ایک مکان کا شفیع دوسرے مکان کی قیمت دیکر اپنے شفعہ کے مکان کو لے سکتا ہے اسلیئے کہ ہر ایک مکان دوسرے مکان کا بدلہ ہے اور مکان ذوات القیم میں سے ہے لہذا اوسکی قیمت دینا پڑیگی۔

(٦٣) قال واذا باع بثمن مؤجل فللشفيع الخيار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء صبر حتى ينقضي الاجل ثم ياخذها وليس له ان ياخذها في الحال بثمن مؤجل۔

(٦٣) اگر ایک شخص نے قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا تو شفیع کو اختیار رہیگا کہ خواہ فی الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے خواہ قرض کی مدت پوری ہونے کا منتظر رہے جب مدت پوری ہو جائے تو اُسوقت ثمن دیکر لے لے یہ اختیار نہوگا کہ اوسیوقت لیکر ثمن کو اوس مدت کے بعد ادا کرے۔

(٦٤) وقال زفر رح له ذلك وهو قول الشافعي في القديم لان كونه مؤجلا وصف في الثمن كالزيافة والاخذ بالشفعة به فياخذه باصله ووصفه كما في الزيوف ولنا ان الاجل انما يثبت بالشرط ولا شرط فيما بين الشفيع والبائع او المبتاع وليس الرضاء به في حق المشتري رضاء به في حق الشفيع لتفاوت الناس في الملاءة وليس الاجل وصف الثمن لانه حق المشتري ولو كان وصفا له لتبعه فيكون حقا للبائع كالثمن وصار كما اذا اشترى شيئا بثمن مؤجل ثم ولاه غيره لا يثبت الاجل الا بالذكر كذا هذا۔

(٦٤) امام زفر رح صورت مذکورہ بالا میں فرماتے ہیں کہ اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ مکان کو اوسی وقت لیکر قیمت مدت گذرنے کے بعد ادا کرے اور شافعی رح کا قول قدیم بھی یہی ہے اسواسطے کہ ثمن کا مؤجل ہونا بھی ثمن کا ایک وصف ہے جسطرح کھوٹا ہونا ایک وصف ہے اور شفعہ کے اندر شفیع پر وہی ثمن لازم ہوتا ہے جسکے ساتھ بیع قرار پائی ہے لہذا اس وصف کا شفیع کے اعتبار سے بھی لحاظ کیا جائیگا جسطرح کھوٹے روپیہ کی صورت میں کھوٹے روپیے شفیع پر لازم ہوتے ہیں حنفیہ رح کی دلیل یہ ہے کہ ثمن کا قرض کرنا شرط لگانے سے ثابت ہوتا ہے اور شفیع اور بائع یا مشتری کے مابین یہ شرط نہیں ہوئی ہے اور بائع کا مشتری سے قرض دینے پر راضی ہونا شفیع کے حق میں راضی ہونا نہ سمجھا جائیگا اسلیئے کہ لوگوں کے مالداری کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں اور قرض دینا ثمن کا کوئی وصف نہیں ہے اسلیئے کہ وہ مشتری کا حق ہے اگر ثمن کا وصف ہوتا تو ثمن کے ساتھ رہتا اسواسطے کہ جس چیز کا وصف ہوتا ہے اُس چیز کے ساتھ رہتا ہے اور ثمن بائع کا حق ہے تو لازم تھا کہ قرض بھی

(٦٥) ثم ان اخذها بثمن حال من

(٦٥) اگر ایک شخص نے کسی کے ہاتھ قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا

البائع سقط الثمن عن المشتري لما بينا من قبل وان اخذها من المشتري رجع البائع على المشتري بثمن مؤجل كما كان لان الشرط الذي جرى بينهما لم يبطل باخذ الشفيع فبقي موجبه فصار كما اذا باعه بثمن حال وقد اشتراه مؤجلا وان اختار الانتظار له ذلك لان له ان لا يلتزم زيادة الضرر من حيث النقدية۔

اور شفیع نے اوسیوقت ثمن ادا کرکے وہ مکان لیلیا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا اسلیے کہ مشتری کے حق مین یہ بیع فسخ ہو جائیگی اور شفیع مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور اگر شفیع نے مشتری کے پاس سے وہ مکان لیا ہے تو بدستور سابق مشتری کے اوپر بائع کا ثمن قرض رہیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کے درمیان جو شرط قرار پائی ہی شفیع کے لینے سے اوسمین کچھ تغیر نہین ہوا لہذا اوسکا حکم برقرار رہیگا جسطرح کوئی شخص ثمن مؤجل کے ساتھ ایک چیز کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ نقد داموں سے فروخت کرڈالے تو بائع دوم کو بائع اول کے لیے نقد دام نہین دینے پڑتے بلکہ اوسکا ثمن مؤجل بدستور سابق لازم ہوتا ہی۔ اور اگر صورت مذکورہ مین شفیع نے ادائے مدت معینہ تک انتظار کرنا چاہا تو بھی ہوسکتا ہی اسلیے کہ نقد دام دینے مین اپنا ضرر سمجھکر اوسکو استحقاق ہی کہ اپنے اوپر گوارا نہ کرے۔

(۶۵) وقوله في الكتاب وان شاء صبر حتى ينقضي الاجل مراده الصبر عن الاخذ اما الطلب عليه في الحال حتى لو سكت عنه بطلت شفعته عند ابي حنيفة ومحمد رحه خلافا لقول ابي يوسف الآخر لان حق الشفعة انما يثبت بالبيع والاخذ يتراخى عن الطلب وهو متمكن من الاخذ في الحال بان يؤدي الثمن حالا فيشترط الطلب عند العلم بالبيع۔

(۶۵) قدوری مین جو بیان کیا ہی کہ مکان کے قرض کے طور پر فروخت ہونیکی صورت مین شفیع کو مدت قرض تک انتظار کرنے کا اختیار ہوتا ہی اوس سے یہ مقصود ہی کہ مکان کے لینے مین وہ اس مدت تک صبر کرسکتا ہی طلب شفعہ مین انتظار کرنا مقصود نہین ہی بلکہ طلب شفعہ اوسکو فی الحال کرنا چاہیے حتے کہ اگر طلب شفعہ سے اوس نے سکوت کیا تو ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ابو یوسف رح کا قول اخیر اس کے خلاف ہی اور دونون کی دلیل یہ ہی کہ حق شفعہ کا ثبوت بیع سبب سے ہوتا ہی اور طلب کے بعد مکان کو لے سکتا ہے اور یہان شفیع کو فی الحال ثمن دیکر اوسیوقت مکان کے لینے کا اختیار ہوتا ہے لہذا علم بالبیع کے ساتھ طلب شفعہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۶۶) قال واذا اشترى ذمي بخمر او خنزير وشفيعها ذمي اخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا البيع مقضي بالصحة فيما بينهم

(۶۶) اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے کوئی مکان فروخت کیا اور اوس مکان کا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہی تو اس شفیع کو مکان کے لینے مین شراب کی جگہ شراب اور خنزیر کی جگہ خنزیر کی قیمت دینا پڑیگی اسواسطے کہ ذمیون کے مابین یہ بیع صحیح ہوگی اور حق شفعہ مین ذمی اور مسلمان

وحق الشفعة يعم المسلم والذمي والخمر لهم كالخل لنا والخنزير كالشاة فياخذ في الاول بالمثل والثاني بالقيمة.

برابر ہیں اور انکے نزدیک شراب ایسی ہے جیسے ہمارے نزدیک سرکہ اور خنزیر ایسا ہے جیسے ہمارے نزدیک بکری لہٰذا شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت کا دینا لازم ہوگا۔

(٦٨) قال وان كان شفيعها مسلما اخذها بقيمة الخمر والخنزير اما الخنزير فظاهر وكذا الخمر لامتناع التسليم والتسلم في حق المسلم فالتحق بغير المثلي وان كان شفيعها مسلما وذميا اخذ المسلم نصفها بنصف قيمة الخمر والذمي نصفها بنصف مثل الخمر اعتبارا للبعض بالكل ولو اسلم الذمي اخذها بنصف قيمة الخمر لعجزه عن تمليك الخمر وبالاسلام يتاكد حقه لا ان يبطل فصار كما اذا اشتراها بكر من رطب فحضر الشفيع بعد انقطاعه ياخذها بقيمة الرطب كذا هذا.

(٦٨) اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے ایک مکان خریدا اور اسکا شفیع کوئی مسلمان شخص ہے تو اس شفیع پر شراب اور خنزیر کی قیمت لازم ہوگی خنزیر کی قیمت کا لازم ہونا تو ظاہر ہی ہے اسواسطے کہ خنزیر ذوات القیم میں سے ہے اور شراب کی قیمت اسواسطے دینا پڑیگی کہ مسلمان کے حق میں شراب کا لین دین ممنوع ہے لہٰذا مسلمان کے حق میں شراب ذوات الامثال میں سے شمار کی جائیگی اور اگر اس مکان میں دو شخص شفیع ہیں جنمیں سے ایک مسلمان اور ایک ذمی ہے تو مسلمان کو نصف مکان کے بدلہ میں شراب کی نصف قیمت اور ذمی کو نصف مکان کے بدلہ میں نصف شراب کے بدلہ شراب دینا پڑیگی الغرض جس امر کا کل میں لحاظ کیا جائیگا اسکے اجزا میں بھی لحاظ کیا جائیگا۔ اور اگر وہ شفیع ذمی مسلمان ہوگیا تو اسکو بھی شراب کی نصف قیمت دینا پڑیگی اسلیے کہ مسلمان ہوجانیکی وجہ سے وہ شراب نہیں دے سکتا ہے اور مسلمان ہوجانے سے اوسکا شفعہ باطل نہوگا بلکہ اسکو تاکد ہوجائیگا اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بعوض پچاس من تازہ چھوہاروں کے ایک مکان خریدے اور جب انکی فصل جاتی رہی اور بازار میں انکا آنا بند ہوجائے تو شفیع حاضر ہوکر اپنے شفعہ کا دعوی کرے کہ اس شفیع کو چھوہاروں کی قیمت مو دینا پڑتی ہے اسواسطے کہ اب وہ تازہ چھوہارے نہیں دے سکتا ہے اسیطرح مسلمان کے حق میں شراب کا حال ہے اگرچہ شراب اور چھوہارے ذوات الامثال میں سے ہیں۔

فصل

(٦٩) قال واذا بنى المشتري فيها او غرس ثم قضي للشفيع بالشفعة فهو بالخيار ان شاء اخذها بالثمن وقيمة البناء والغرس وان شاء كلف المشتري قلعه.

(٦٩) اگر مشتری نے زمین کے اندر کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ مکان کو مع عمارت اور درختوں کے لے لے اور مکان کا ثمن اور عمارت و درختوں کی قیمت ادا کردے خواہ مشتری سے کہے کہ یہ عمارت اور درخت اوکھاڑ لے اور زمین کو خالی کردے۔

(٧٠) وعن ابي يوسف انه لا يكلف القلع ويخير بين ان ياخذ بالثمن

(٧٠) ابو یوسف رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ بالا میں شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے زمین کو خالی کراکر لیلے بلکہ اوسکو صرف یہ اختیار ہوگا

وقيمة البناء والغرس وبين ان
يترك وبه قال الشافعي رح الا ان
عنده له ان يقلع ويعطي قيمة البناء
لابي يوسف انه محق في البناء لانه
بناه على ان الدار ملكه والتكليف
بالقلع من احكام العدوان وصار
كالموهوب له والمشتري شراءً فاسدًا
وكما اذا زرع المشتري فانه
لا يكلف القلع وهذا لان في ايجاب
الاخذ بالقيمة دفع اعلى الضررين
بتحمل الادنى فيصار اليه ووجه ظاهر
الرواية انه بنى في محل تعلق به حق
متاكد للغير من غير تسليط من
جهة من له الحق فينقض كالراهن
اذا بنى في المرهون وهذا لان حقه
اقوى من حق المشتري لانه يتقدم
عليه ولهذا ينقض بيعه وهبته
وغيره من تصرفاته بخلاف
الهبة والشراء الفاسد عند
ابي حنيفة رح لانه حصل بتسليط
من جهة من له الحق ولان حق
الاسترداد فيهما ضعيف ولهذا
لا يبقى بعد البناء وهذا الحق يبقى
فلا معنى لايجاب القيمة كما في
الاستحقاق والزرع يقلع قياسا

کہ زمین کو مع عمارت وغیرہ کے لیلے اور زمین کا ثمن اور عمارت وغیرہ کی قیمت
مشتری کو ادا کردے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہوجائے اسواسطے کہ
مشتری نے یہ عمارت بیجا نہین بنائی ہے بلکہ اُسکو بنانے کا حق تھا اسواسطے
کہ وہ زمین اوسکی مملوک ہے اور اوسکو اوکھاڑنے کا حکم دینا ظلم ہے اور اوسکی
مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کسی کو ایک زمین ہبہ کردے اور موہوب لہ یعنے جسکو
زمین ہبہ کی ہے اوس زمین مین کچہ عمارت بنالے تو ہبہ کرنے والے کو اسبات کا
حق نہین ہوتا کہ اوس سے زمین کو خالی کراکر واپس کرلے یا کوئی شخص بیع فاسد سے
ایک زمین خرید کر اوسمین کچہ عمارت بنالے تو بائع کو اختیار نہین ہوتا کہ اوس
زمین کو خالی کراکے واپس کرلے یا مشتری زمین کے اندر کھیت بو دے تو شفیع کو
کھیتی کے کٹنے تک انتظار کرنا پڑتا ہے اوسکو اوکھاڑ نہین سکتا۔ اور اوسکی
وجہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو اوکھاڑنے کا حکم دیا جائے تو مشتری کا ضرر بہت زیادہ
ہے اور اگر شفیع قیمت ادا کرکے اوسکو لے تو چندان ضرر نہین ہے۔ اور ظاہر
روایت یعنے شفیع کو زمین کے خالی کرانے کا اختیار حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ مشتری کا عمارت بنانا اوس زمین مین بیجا ہے اسواسطے کہ اوس زمین مین
شفیع کا حق ثابت ہو رہا ہے اور شفیع نے اوسکو عمارت بنانے کا اختیار نہین
دیا ہے لہذا اوسکا تصرف باطل ہوگا جسطرح راہن زمین مرہونہ مین عمارت بنالے
تو مالک کو عمارت کے گرانے کا استحقاق ہوتا ہے اور اوسکا منشا یہ ہے کہ شفیع کے حق کو
مشتری کے حق پر ترجیح ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق اوسپر مقدم ہوتا ہے و لہذا
مشتری کی بیع اور ہبہ وغیرہ القیاس تمام تصرفات باطل ہوجاتے ہین بخلاف
ہبہ کے اور نیز ابو حنیفہ رح کے نزدیک بیع فاسد کے اندر تصرف کے باطل نہونے کے
اور وجہ وہ یہ ہے کہ ہبہ اور بیع فاسد مین موہوب لہ اور مشتری کا یہ تصرف
واہب اور بائع کے اختیار دینے سے ہوا ہے علاوہ برین ان دونوں مین واپس
لینے کا حق ضعیف ہے و لہذا تصرف کرنے کے بعد واپس لینے کا حق جاتا رہتا ہے
اور شفعہ کا حق مشتری کے تصرف کرنے سے نہین جاتا اور جبکہ ثابت ہوگیا کہ شفیع کو
مشتری کے عمارت کے منہدم کرانے کا اختیار ہے تو شفیع پر قیمت کیونکر واجب ہوسکتی

وانما لا يقلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر وليس فيه كثير ضرر وان اخذه بالقيمة يعتبر قيمته مقلوعا كما بيناه في الغصب۔

جسطرح مشتری زمین مین کچھ عمارت بنالے بعد ازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہو تو اوس حقدار سے مشتری عمارت کی قیمت نہین لے سکتا بلکہ بائع سے مطالبہ کرتا ہی باقی رہا کھیتی پر قیاس کرنا اوسکا جواب یہ ہی کہ قیاس کا یہی مقتضا ہی کہ شفیع کو اوسکے اوکھاڑنے کا اختیار دیا جائے مگر استحسان کے طور پر اسکے کٹنے تک انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہی اسواسطے کہ کھیتی کی مدت مقرر ہوتی ہی اور اسکا کرایہ بھی مشتری سے لیا جاتا ہے

(٧١)، ولو اخذها الشفيع فبنى فيها اوغرس ثم استحقت رجع بالثمن لانه تبين انه اخذه بغير حق ولا يرجع بقيمة البناء والغرس لاعلى البائع ان اخذها منه ولاعلى المشترى ان اخذها منه وعن ابي يوسف انه يرجع لانه متملك عليه فنزل منزلة البائع والمشترى والفرق على ما هو المشهور ان المشترى مغرور من جهة البائع ومسلط عليه من جهته ولا غرور ولا تسليط في حق الشفيع من المشترى لانه مجبور عليه۔

(٧١)، اگر شفیع نے حق شفعہ مین ایک زمین کو لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی یا درخت لگا لیے بعد ازان اوس زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع ثمن کو واپس کر لیگا اسلیے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ زمین اوسنے ناحق لی تھی اور اوس عمارت یا درختون کی قیمت کا کسی سے مطالبہ کر سکیگا اگر بائع سے زمین کو لیا تھا تو بائع سے مطالبہ نہین کر سکتا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری سے مطالبہ نہین کر سکتا۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ عمارت اور درختونکی قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہی اسواسطے کہ شفیع نے جس شخص سے مکان کو لیا ہی وہ بمنزلہ بائع کے ہی اور شفیع بمنزلہ مشتری کے ہی اور روایت مشہورہ کے مطابق دونون مین یہ فرق ہے کہ مشتری کو بائع کی طرف سے فریب کا احتمال اور تسلط حاصل ہوتا ہی اور شفیع کو مشتری یا بائع کی طرف سے تسلط یا فریب نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ جبرًا مالک بنجاتا ہی لہذا عمارت وغیرہ کی قیمت کا مشتری مطالبہ کر سکتا ہے اور شفیع نہین کر سکتا۔

(٧٢)، قال واذا انهدمت الدار اواحترق بناؤها اوجف شجر البستان بغير فعل احد فالشفيع بالخيار ان شاء اخذها بجميع الثمن لان البناء والغرس تابع حتى دخلا في البيع من غير ذكر فلا يقابلهما شئ من الثمن ما لم

(٧٢)، اگر ایک شخص نے کوئی مکان یا باغ خریدا اور خود بخود مکان کی عمارت منہدم ہو گئی یا اوسمین آگ لگ گئی اور باغ کے درخت خشک ہو گئے تو شفیع کو اختیار ہی کہ اپنے شفعہ سے یا تو دست بردار ہو جائے اسلیے کہ شفیع لینے مین مجبور نہین ہو سکتا یا کل ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے اسواسطے کہ عمارت اور درخت زمین کے تابع ہوتے ہین اسی لیے بغیر ذکر لئے عمارت اور درخت زمین کی بیع مین داخل ہو جاتی ہین لہذا جبتک وہ مقصود بالذات چیز نہون اوس وقت تک ثمن کا کوئی حصہ اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا اسیواسطے

یصیر مقصودا و لهذا یبیعها مرابحة بکل الثمن فی هذه الصورة بخلاف ما اذا غرق نصف الارض حیث یاخذ الباقی بحصته لان الفائت بعض الاصل قال وان شاء ترك لان له ان یمتنع عن تملك المال بماله۔

اس صورت مین مشتری اس زمین کو نفع ٹھیرا کر دوسرے کے ہاتھ عمارت وغیرہ کے بغیر ذکر کیے شرعًا فروخت کرسکتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اس زمین کا ایک حصہ دریا برد ہو جائے کہ شفیع باقی زمین کو اوسکے قدر ثمن ادا کرکے لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہان اصل مبیع کا ایک حصہ فوت ہو گیا ہے

* * * * *

* * * * *

(۷۳) قال وان نقض المشتری البناء قیل للشفیع ان شئت فخذ العرصة بحصتها وان شئت فدع لانه صار مقصودا بالاتلاف فیقابله شیء من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك بآفة سماویة ولیس للشفیع ان یاخذ النقض لانه صار مفصولا فلم یبق تبعا۔

(۷۳) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ تمکو منظور ہو تو اس اراضی کے قدر ثمن دیکر اراضی کو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہو جا اس لیے کہ منہدم کرنے سے عمارت مقصود بالذات چیز ہو گئی لهذا ثمن اوسپر تقسیم کیا جائے گا بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود بخود منہدم ہو جائے اور اوس عمارت کی اینٹ پتھر وغیرہ شفیع نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ اونکو زمین سے کچھ علاقہ نہین رہا بلکہ وہ جداگانہ چیز ہو گئی۔

(۷۴) قال ومن ابتاع ارضا وعلی نخلها ثمر اخذها الشفیع بثمرها ومعناه اذا ذکر الثمر فی البیع لانه لا یدخل من غیر ذکر وهذا الذی ذکره استحسان وفی القیاس لا یاخذه لانه لیس بتبع الا یری انه لا یدخل فی البیع من غیر ذکر فاشبه المتاع فی الدار وجه الاستحسان انه باعتبار الاتصال صار تبعا للعقار کالبناء فی الدار

(۷۴) اگر ایک شخص نے ایک باغ مع پھل کے خریدا یعنی بیع کے اندر پھل بھی ٹھیرالیا جو درختون کے اوپر ہے اسواسطے کہ باغ کی بیع مین بغیر ٹھیرائے پھل نہین داخل ہوتا تو شفیع کو یہ باغ مع پھل کے ملجائیگا مگر یہ حکم استحسان کے طور پر ہے اسواسطے کہ ازروی قیاس شفیع کو یہ پھل نہین لینا چاہیے کیونکہ وہ توابع مین سے نہین ہے اسیواسطے بغیر ٹھیرائے زمین کے بیع مین درختون کا پھل داخل نہین ہوتا اور اوسکو اسباب کا حکم ہے۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے اعتبار سے پھل زمین کے تابع ہین جس طرح عمارت اور وہ چیزین جو عمارت کے اندر نصب ہین زمین کے تابع سمجھی جاتی ہین لهذا

وما كان مركبا فيه فيأخذه الشفيع۔

شفیع کے پھل کے لینے کا حکم دیا گیا

* * * * *

(۷۵) قال وكذلك ان ابتاعها وليس فى النخيل ثمر فاثمر فى يد المشترى يعنى يأخذه الشفيع لانه مبيع تبعا لان البيع سرى اليه على ماعرف فى ولد المبيع۔

(۷۵) اگر ایک زمین خریدی اور اوسکے درختوں پر خریدتے وقت پھل نہین تھا مگر مشتری کے پاس اگر درختوں پر پھل آگیا تو شفیع کو زمین کے ساتھ وہ پھل بھی ملجائیگا اسواسطے کہ بالتبع پھل بھی مبیع کے اندر شامل ہے اور بیع کا اثر اوسکے اندر بھی پہونچ گیا ہے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک حاملہ لونڈی کو خریدے اور مشتری کے پاس آکر اوسکے بچہ پیدا ہو تو وہ مشتری کی ملک ہوگا

(۷۶) قال فان جذه المشترى ثم جاء الشفيع لا يأخذ الثمر فى الفصلين جميعا لانه لم يبق تبعا للعقار وقت الاخذ حيث صار مفصولا عنه فلا يأخذه۔

(۷۶) اگر مشتری نے زمین کو خرید کر اوسکے درختوں کا پھل توڑ لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو وہ پھل کو نہین لے سکتا خواہ خریدتے وقت درختوں پر پھل موجود ہو خواہ مشتری کے پاس آکر اونپر پھل آیا ہو اسواسطے کہ اب وہ پھل زمین کا تابع نہین رہا بلکہ جداگانہ ایک چیز ہوگیا لہذا اوسکو نہین لے سکتا ہے۔

(۷۷) قال فى الكتاب فان جذه المشترى سقط عن الشفيع حصته قال رضى الله عنه وهذا جواب الفصل الاول لانه دخل فى البيع مقصودا فيقابله شئ من الثمن اما فى الفصل الثانى يأخذ ماسوى الثمر بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يكون مبيعا الا تبعا فلا يقابله شئ من الثمن والله اعلم۔

(۷۷) قدوری مین بیان کیا ہے اگر مشتری نے پھل کو توڑ لیا تو پھل کی قدر شفیع کے ذمہ سے ثمن مین کمی کردیجائیگی مصنف رح کا قول ہے کہ یہ اوس صورت مین ہے جبکہ خریدتے وقت درختوں پر پھل موجود ہو اسواسطے کہ اوسوقت مین پھل بیع کے اندر مقصود یا لذات ہوگا اور ثمن اوسکے اوپر تقسیم ہوجائیگا اور اگر پھل اوسوقت درختوں پر نہین تھا بلکہ مشتری کے پاس آکر پھل آیا تو وہ بیع کے اندر بالذات داخل نہوگا بلکہ بالتبع داخل ہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوس کے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب ما تجب فيه الشفعة وما لا تجب

اس بات کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۷۸) قال الشفعة واجبة فی العقار وان کان مما لا یقسم

(۷۸) شفعہ غیر منقول چیز میں ثابت ہوتا ہے اگرچہ اسکی تقسیم نہو سکے۔

(۷۹) وقال الشافعی رح لا شفعة فیما لا یقسم لان الشفعة انما وجبت دفعا لمؤنة القسمة وهذا لا یتحقق فیما لا یقسم ولنا قوله علیه السلام الشفعة فی کل شئ عقار او ربع الی غیر ذلك من العمومات ولان الشفعة سببها الاتصال فی الملك والحكمة دفع ضرر سوء الجوار علی ما مر وانه ینتظم القسمین ما یقسم وما لا یقسم وهو الحمام والرحی والبیر والطریق۔

(۷۹) امام شافعی رح کے نزدیک جن غیر منقولات کی تقسیم نہیں ہو سکتی اون میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا اسواسطے کہ اونکے نزدیک شفعہ اسلیے مقرر کیا گیا ہے کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ کرنی پڑے اور جو چیزیں خود قابل تقسیم نہیں ہیں اون میں یہ دقت ہی نہیں لازم آسکتی تاکہ شفعہ مقرر کیا جائے۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ ہر چیز میں ہے خواہ زمین ہو یا مکان ہو وعلے ہذا القیاس اور بہت سی احادیث ہیں جن سے عام طور پر تمام غیر منقولات میں شفعہ کا ہونا ثابت ہوتا ہے علاوہ بریں شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہے اور اوسکے اندر حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو جوار کے ضرر سے امن رہے اور یہ بات تمام غیر منقولات کو شامل ہے خواہ وہ تقسیم کے قابل ہوں یا نہوں جیسے حمام چکی کنواں راستہ۔

(۸۰) قال ولا شفعة فی العروض والسفن لقوله علیه السلام لا شفعة الا فی ربع او حائط وهو حجة علی مالك رح فی ایجابها فی السفن ولان الشفعة انما وجبت لدفع ضرر سوء الجوار علی الدوام والملك فی المنقول لا یدوم حسب دوامه فی العقار فلا یلحق به۔

(۸۰) منقولات چیزوں میں اور کشتی میں شفعہ نہیں ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بجز مکان یا باغ کے کسی چیز میں شفعہ نہیں ہے۔ اور امام مالک رح کے نزدیک کشتی میں شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر یہ حدیث اونکے اوپر حجت ہے اور منقولات میں شفعہ ثابت نہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شفعہ ضرر جوار کے دور کرنے کے لیے مقرر ہوا ہے اور منقولات میں ہمیشہ کے لیئے ملکیت نہیں ہوتی جسطرح غیر منقولات میں ہوتی ہے لہذا غیر منقولات کا حکم اونکو نہیں دے سکتے۔

(۸۱) وفی بعض نسخ المختصر ولا شفعة فی البناء والنخل اذا بیعت دون العرصة وهو صحیح

(۸۱) قدوری کے بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ اگر عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہوں تو اون میں شفعہ ثابت نہوگا اور یہ قول صحیح ہے چنانچہ مبسوط میں بھی اسکو بیان کیا ہے اسواسطے

مذكور في الاصل لانه لاقرار له فكان نقليا وهذا بخلاف العلو حيث يستحق بالشفعة ويستحق به الشفعة في السفل اذا لم يكن طريق العلو فيه لانه بماله من حق القرار التحق بالعقار۔

کہ عمارت اور درختوں کو زمین کے بغیر قیام نہیں ہو سکتا لہذا وہ منقولات میں داخل ہیں بخلاف بالاخانہ کے کہ اگر اوسکا راستہ نیچے کے مکان میں کو ہوکر نہ ہو اوسوقت بھی جوار کی وجہ سے نیچے والے کو بالاخانہ میں اور بالاخانہ والے کو نیچے کے مکان میں حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ بالاخانہ کو ہمیشہ کے لیے نیچے کے مکان پر قائم رہنے کا حق ہے لہذا اوس کو غیر منقول کا حکم دیا گیا

۸۲۔ قال والمسلم والذمي في الشفعة سواء للعمومات ولانهما يستويان في السبب والحكمة فيستويان في الاستحقاق ولهذا يستوي فيه الذكر والانثى والصغير والكبير والباغي والعادل والحر والعبد اذا كان ماذونا اومكاتبا۔

۸۲۔ شفعہ کے اندر مسلمان اور ذمی سب برابر ہیں اسواسطے کہ جن نصوص سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اون میں کسی کی تخصیص کا بیان نہیں ہے بلکہ وہ عام ہیں علاوہ برین شفعہ کا جو سبب ہے اور اوسکے مقرر کرنے میں جو حکمت ہے اوسمیں بھی مسلمان اور ذمی برابر ہیں لہذا استحقاق میں بھی برابر ہونگے اسیواسطے مرد اور عورت بالغ اور نابالغ باغی اور اہل حق حر اور غلام (بشرطیکہ ماذون یا مکاتب ہو) سب برابر ہوتے ہیں۔

۸۳۔ قال واذا ملك العقار بعوض هو مال وجبت فيه الشفعة لانه امكن مراعاة شرط الشرع فيه وهو التملك بمثل ما تملك به المشتري صورة او قيمة على مامر۔

۸۳ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی اراضی یا مکان کا بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہو تو اوسمیں شفیع کا شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اسلیے کہ جب بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہوا ہے تو شفعہ کے معنے اوس جگہ پائے جا سکتے ہیں یعنے شفیع اوس مال کا مثل ادا کرکے مبیع کو لے سکتا ہے خواہ صورۃً مثل ادا کرکے خواہ قیمت کے اعتبار سے چنانچہ اسکی صورتیں مذکور ہو چکیں

۸۴۔ قال ولا شفعة في الدار التي يتزوج الرجل عليها او يخالع المرأة بها او يستاجر بها دارا او غيرها او يصالح بها عن دم عمدا و يعتق عليها عبدا لان الشفعة عندنا

۸۴۔ اگر بعوض ایک مکان کے کسی عورت سے نکاح کیا یا عورت نے بعوض ایک مکان کے خاوند سے خلع کیا یا ایک مکان غیرہ کو بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کرایہ پر لیا یا کسی نے دوسرے کو قصداً قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثوں نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک مکان کے عوض غلام کو آزاد کیا

انما تجب فی مبادلة المال بالمال لما بينا وهذه الاعواض ليست باموال فايجاب الشفعة فيها خلاف المشروع وقلب الموضوع۔

تو ان سب مکانات میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا اسلیے کہ حنفیہ کے نزدیک مبادلہ مال بمال کی صورت میں شفعہ ثابت ہوتا ہے ورنہ شفعہ کے معنے نہیں پائے جاسکتے اور یہاں تمام چیزیں جنکے عوض مکان کو لیا ہے مال کے قبیلہ سے نہیں ہیں لہذا ان کے اندر شفعہ کا ثابت ہونا بیجا ہے۔

﴿۸۵﴾ وعند الشافعی رہ تجب فيها الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده فامكن الاخذ بقيمتها ان تعذر بمثلها كما فی البيع بالعرض بخلاف الهبة لانه لاعوض فيها راسا وقوله يتأتى فيما اذا جعل شقصا من دار مهرا او ما يضاهيه لانه لا شفعة عنده الا فيه ونحن نقول ان تقوم منافع البضع فی النكاح وغيرها بعقد الاجارة ضروری فلا يظهر فی حق الشفعة وكذا الدم والعتق غير متقوم لان القيمة ما يقوم مقام غيره فی المعنی الخاص المطلوب ولا يتحقق فيهما

﴿۸۵﴾ شافعی رہ کے نزدیک صور مذکورہ بالا میں شفعہ ثابت ہوتا ہے اسلیے کہ اونکے نزدیک ان سب چیزوں کے قیمت ہے اور انکا مثل شفیع نہیں ادا کرسکتا ہے لہذا انکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہے جیسے کوئی مکان بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہو تو شفیع کو گھوڑے وغیرہ کی قیمت ادا کرنا پڑیگی بخلاف ہبہ کے کہ اوسمیں سرے سے عوض ہی نہیں پایا جاتا مگر امام شافعی رہ کے نزدیک ان صورتوں کے اندر شفعہ صرف اوسیوقت ثابت ہو سکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ مہر وغیرہ قرار دیا جائے کہ اوس مکان کے شریک کو حق شفعہ ثابت ہو جائیگا ورنہ ثابت نہو گا اسواسطے کہ اونکے نزدیک جار کو حق شفعہ نہیں ہے حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ شرمگاہ کے منافع وعلے ہذا القیاس عقد اجارہ کے اندر اور منافع کی قیمت لوگوں کی ضرورت کا لحاظ فرماکر شارع نے مقرر کی ہے لہذا شفعہ کے اعتبار سے ان چیزوں کی قیمت کا نہ لحاظ کیا جائیگا اسیطرح قتل کرنے اور آزاد کرنے کے اصل میں کچھ قیمت نہیں ہے اسواسطے کہ قیمت اُسکو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے غرض خاص یعنے مالیت میں قائم مقام ہوسکے اور قتل کرنے یا آزاد کرنے کے اندر مالیت کے معنے نہیں پائے جاتے

﴿۸۶﴾ وعلى هذا اذا تزوجها بغير مهر ثم فرض لها الدار مهرا لانه بمنزلة المفروض فی العقد فی كونه مقابلا بالبضع بخلاف ما اذا باعها بمهر المثل او بالمسمى لانه مبادلة مال بمال۔

﴿۸۶﴾ اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور نکاح کے وقت کچھ مہر نہیں مقرر کیا مگر اُسکے بعد ایک مکان اوسکا مہر مقرر کر دیا تو اس مکان میں بھی شفعہ نہو گا اسلیے کہ شرمگاہ کے عوض ہونے میں اس کا حکم ایسا ہی ہے جسطرح نکاح کے وقت مقرر کرنے میں ہوتا۔ بخلاف اوس صورت کے کہ بعوض مہر مثل یا مہر معین کے ایک مکان کو عورت کے ہاتھ فروخت کردے کہ مبادلہ مالیہ کی وجہ سے اوسمیں شفعہ ثابت ہو جائیگا۔

﴿۸۷﴾ ولو تزوجها على دار على

﴿۸۷﴾ اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے باین قرار داد

ان ترد عليه الفا فلا شفعة في جميع الدار عند ابي حنيفة رح وقالا تجب في حصة الالف لانه مبادلة مالية في حقه وهو يقول معنى البيع فيه تابع ولهذا ينعقد بلفظ النكاح ولا يفسد بشرط النكاح فيه ولا شفعة في الاصل فكذا في التبع ولان الشفعة شرعت في المبادلة المالية المقصودة حتى ان المضارب اذا باع دارا وفيها ربح لا يستحق رب المال الشفعة في حصة الربح لكونه تابعا فيه۔

نکاح کیا کہ وہ عورت ہزار روپیہ اسکو ادا کرے تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک اوس مکان میں بالکل شفعہ نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر ہزار روپیہ کے مکان کے ایک حصہ میں شفعہ ہوگا اسواسطے کہ اوس قدر حصہ میں مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہی امام صاحب رح کی طرف سے یہ جواب ہی کہ بیع کے معنے اوس مکان میں بالتبع پائے جاتے ہیں۔ ولہذا نکاح کی لفظ سے اوسکی بیع ہو جاتی ہی اور نکاح کی شرط لگانے سے بیع فاسد نہیں ہوتی اور اگر حقیقت میں بیع ہوتی تو ضرور فاسد ہو جاتی اور نکاح کے اندر شفعہ نہیں ہوتا لہذا اس بیع میں بھی جو نکاح کے تابع ہی شفعہ نہوگا علاوہ بریں شفعہ اوس مبادلہ کے اندر مقرر کیا گیا ہی جو مقصود بالذات ہو حتی کہ اگر مضارب ایک مکان فروخت کرے جسمین نفع کا بھی ایک حصہ ہو تو رب المال کو اوس حصہ کے قدر میں شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا اسواسطے کہ اوسمین اوس حصہ کی بیع بالتبع داخل ہے۔

(٨٨، قال او يصالح عليها بانكار فان صالح عليها باقرار وجبت الشفعة قال رضي الله عنه هكذا ذكر في اكثر نسخ المختصر والصحيح او يصالح عنها بانكار مكان قوله عليها اذا صالح عنها بانكار بقي الدار في يده فهو يزعم انها لم تزل عن ملكه وكذا اذا صالح عنها بسكوت لانه يحتمل انه بذل المال افتداء ليمينه وقطعا لشغب خصمه كما اذا انكر صريحا بخلاف ما اذا صالح عنها باقرار لانه معترف بالملك للمدعي وانما استفاده بالصلح

(٨٨، اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا بعد ازان مدعی علیہ نے مدعی کو ایک مکان دیکر فیصلہ کر لیا تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اور اگر مدعی علیہ نے مال کا اقرار کرنے کے بعد مدعی کو یہ مکان دیکر صلح کی تو شفعہ ثابت ہوگا۔ مگر مصنف رح نے بیان کیا ہی کہ قدوری کے اکثر نسخون مین علیہا کا لفظ ہی جسکے موافق یہ معنے ہوتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ علیہا کی جگہ عنہا کا لفظ ہو اوسکے موافق یہ معنے ہونگے کہ اگر دو شخصونکے مابین ایک مکان میں تنازع درپیش ہو اور مدعی علیہ اوسمین منکر ہو اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لے اور وہ مکان اوسکے قبضہ میں باقی رہے کہ ایسے وقت میں یہ مدعی علیہ اپنے گمان مین پہلے اس مکان کو اپنی ملک سمجھتا تھا اور اب بھی سمجھتا ہے تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اسیطرح اگر بجائے انکار کے مدعی علیہ نے سکوت کیا اور کچھ مال لیکر مدعی سے صلح کر لی تو بھی اس مکان میں کسیکا شفعہ نہوگا اسلیے کہ ممکن ہی اس مدعی علیہ نے مدعی کا جھگڑا پاک کرنے اور قسم سے بچنے کے لیے یہ مال صرف کیا ہو جسطرح صریح انکار کی صورت میں وہ ایسا کرے بخلاف اوس صورت کے

فكان مبادلة مالية اما اذا صالح عليها باقرار او سكوت او انكار وجبت الشفعة في جميع ذلك لانه اخذها عوضا عن حقه في زعمه اذا لم يكن من جنسه فيعامل بزعمه۔

کہ مدعی علیہ مقر ہو کر صلح کرے اسلیے کہ وہ اسوقت میں اوس مکان میں مدعی کے ملک کا مقر ہے اور صلح کرنے کے بعد مدعی علیہ کو ملکیت حاصل ہوئی ہے لہذا مبادلہ مالیہ پائے جانے کی وجہ سے اوسمیں شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مدعی نے مدعی علیہ پر کچھ مال کا دعوی کیا تھا اور مدعی علیہ نے ایک مکان دیکر اوس سے فیصلہ کر لیا تو بہر حال اوس مکان میں شفعہ ثابت ہوگا خواہ مدعی علیہ نے مال کا اقرار کیا ہو خواہ سکوت یا انکار کیا ہو اسواسطے کہ اپنے گمان میں مدعی نے وہ مکان بعوض اپنے حق

٨٩، قال ولا شفعة في هبة لما ذكرنا الا ان تكون بعوض مشروط لانه بيع انتهاءً ولا بد من القبض وان لا يكون الموهوب ولا عوضه شائعا لانه هبة ابتداء وقد قررناه في كتاب الهبة۔

٨٩، اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اسلیے کہ بغیر مبادلہ مالیہ کے شفعہ نہیں ہوتا اور اگر اس ہبہ کے اندر عوض کا ادا کرنا قرار پاگیا ہو تو اس مکان میں شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ آخر کار یہ ہبہ بیع ہو جائیگا مگر یہاں شفعہ کے ثابت ہونے میں ایک تو موہوب لہ کا قبضہ کر لینا شرط ہے دوسری شرط یہ ہے کہ ہبہ کرنے والے نے مکان کا کوئی جزو غیر منقسم ہبہ نہ کیا ہو اسیطرح عوض بھی اسکا غیر منقسم جزو نہو اسلیے کہ آخر کار اگرچہ

٩٠، بخلاف ما اذا لم يكن العوض مشروطا في العقد لان كل واحد منهما هبة مطلقة الا انه اثيب منها فامتنع الرجوع۔

٩٠، اگر ہبہ کے اندر عوض کی شرط نہیں لگائی تھی مگر ہبہ کرنے والے کو ہبہ کے بدلمیں کچھ مال موہوب لہ نے دیدیا تو اوس مکان میں شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ دونوں جانب سے یہاں پر ہبہ مطلقہ پایا گیا مگر چونکہ ہر ایک کو عوض ملگیا ہے اسلیے کوئی دوسرے اپنے ہبہ کو واپس نہیں لے سکتا۔

٩١، قال ومن باع بشرط الخيار فلا شفعة للشفيع لانه يمنع زوال الملك عن البائع فان اسقط الخيار وجبت الشفعة لانه زال المانع عن الزوال و يشترط الطلب عند سقوط الخيار في الصحيح لان البيع يصير سببا لزوال الملك عند ذلك۔

٩١، اگر ایک مکان فروخت کیا اور بائع نے اپنا اختیار اوسکے اندر شرط کر لیا تو اوس مکان میں شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ ہنوز اوس مکان سے بائع کی ملکیت زائل نہیں ہوئی ہے اور اگر اوس نے اپنا اختیار ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ اب اوسکی ملکیت زائل ہوگئی مگر قول صحیح کے موافق اختیار کے ساقط ہوتی ہے شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ بیع اختیار کی ساقط ہوتی ہے زوال ملکیت کا سبب ہوگی۔

❖ ❖ ❖ ❖

٩٢، وان اشترى بشرط الخيار

٩٢، اگر ایک مکان خریدا اور اپنا اختیار اوسمیں شرط کر لیا تو شفعہ

وجبت الشفعة لانه لا يمنع زوال الملك عن البائع بالاتفاق والشفعة تبتنى عليه على ما مر واذا اخذها فى الثلث وجب البيع لعجز المشترى عن الرد ولا خيار للشفيع لانه يثبت بالشرط وهو للمشترى دون الشفيع۔

ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ بالاتفاق اسوقت زوال ملکیت کا مانع نہیں رہا اور شفعہ کا مدار زوال ملکیت پر ہے جیسا کہ گذر چکا اور اگر شفیع نے اختیار کی مدت یعنے تین روز کے اندر مشتری سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لے لیا تو بیع لازم ہو جائیگی اسواسطے کہ مشتری اب اوس مکان کو واپس نہیں دے سکتا ہے اور شفیع کو واپس کرنے کا اختیار حاصل نہو گا اسواسطے کہ یہ اختیار مشتری کو شرط کرنے سے ثابت ہوا تھا اور شرط مشتری نے لگائی ہے شفیع نے نہیں لگائی۔

۹۳، وان بيعت دار الى جنبها والخيار لاحدهما فله الاخذ بالشفعة اما للبائع فظاهر لبقاء ملكه فى التى يشفع بها وكذا اذا كان للمشترى وفيه اشكال اوضحناه فى البيوع فلا نعيده واذا اخذها كان اجازة منه للبيع بخلاف ما اذا اشتراها ولم يرها حيث لا يبطل خياره باخذ ما بيع بجنبها بالشفعة لان خيار الرؤية لا يبطل بصريح الابطال فكيف بدلالته ثم اذا حضر شفيع الدار الاولى له ان ياخذها دون الثانية لانعدام ملكه فى الاولى حين بيعت الثانية۔

۹۳، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمیں بائع یا مشتری نے اپنا اختیار شرط کر لیا تھا کہ اس اثنا میں اوس مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا تو جس کا اختیار شرط کیا گیا ہے اوس دوسرے مکان میں اوسیکا شفعہ ثابت ہو گا اسلیے کہ اگر بائع کا اختیار شرط ہوا ہو تو ہنوز وہ مکان بائع کی ملکیت سے خارج نہیں ہوا اور اگر مشتری کا اختیار شرط ہوا ہو تو بائع کی ملکیت سے خارج ہو گیا اور مشتری کا حق اوسمیں ثابت ہو گیا اگر چہ اسکو واپس کرنے کا اختیار ہو لہذا اوسپر کوئی یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ مشتری کی ملکیت ہنوز اوسمیں ثابت نہیں ہوی ہے مگر دوسرے مکان کو شفعہ میں لینے سے اصل مکان کی بیع لازم ہو جائیگی یعنے ابسی کا اختیار بائع یا مشتری کو اوسکے بعد باقی نہ رہیگا بخلاف اس صورت کے کہ کوئی شخص بغیر دیکھے ایک مکان کو خریدے اور اوس خریدکردہ مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا اور مشتری بذریعہ شفعہ کے اوس دوسرے مکان کو لیلے کہ اس سے اوسکا خیار رویت خریدکردہ مکان میں باطل نہو گا اسواسطے کہ خیار رویت صراحةً باطل کرنے سے بھی باطل نہیں ہوتا تو دلالةً باطل

۹۴، قال ومن ابتاع دارا شراءً فاسدا فلا شفعة فيها اما قبل القبض فلعدم زوال ملك البائع وبعد القبض لاحتمال الفسخ وحق الفسخ

۹۴، اگر ایک شخص نے بیع فاسد سے کوئی مکان خریدا تو اوس مکان میں شفعہ نہو گا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بائع کی ملکیت بیع فاسد کے اندر زائل نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے اور قبضہ کرنے کے بعد اوسمیں فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے اور یہ حق فسخ شرعاً ثابت ہوتا ہے

[illegible handwritten marginal note]

ثابت بالشرع لدفع الفساد وفي اثبات حق الشفعة تقرير الفساد فلا يجوز بخلاف ما اذا كان الخيار للمشتري في البيع الصحيح لانه صار اخص به تصرفا وفي البيع الفاسد ممنوع عنه۔

تاکہ فساد دفع ہو جائے اور اُس کے اندر شفعہ کا حکم دینے میں فساد کا باقی رکھنا ہو لہذا اوسمیں شفعہ نہیں ہو سکتا بخلاف اوس صورت کے کہ بیع صحیح کے اندر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اسلیے کہ اوسمیں بائع کو اختیار باقی نہیں رہتا بلکہ مشتری کو مبیع کے اندر از روے شرع تصرف کرنے اور بیع لازم کرنے یا فسخ کرنے کا اختیار ثابت ہو جاتا ہے اور بیع فاسد میں از روی شرع مشتری کو مبیع کے اندر تصرف کرنا منع ہوتا ہے۔

(٩٥) قال فان سقط حق الفسخ وجبت الشفعة لزوال المانع

(٩٥) اگر بیع فاسد کے اندر کسی وجہ سے حق فسخ ساقط ہو جائے مثلاً مشتری اوس مکان کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو اُس مکان میں شفعہ ثابت ہو جائیگا

(٩٦) وان بيعت دار بجنبها وهي في يد البائع بعد فله الشفعة لبقاء ملكه وان سلمها الى المشتري فهو شفيعها لان الملك له ثم ان سلم البائع قبل الحكم بالشفعة له بطلت شفعته كما اذا باع بخلاف ما اذا اسلم بعده لان بقاء ملكه في الدار التي يشفع بها بعد الحكم بالشفعة ليس بشرط فبقيت المأخوذة بالشفعة على ملكه وان استردها البائع من المشتري قبل الحكم بالشفعة له بطلت لانقطاع ملكه عن التي يشفع بها قبل الحكم بالشفعة وان استردها بعد الحكم بقيت الثانية على ملكه لما بينا۔

(٩٦) اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا اور ہنوز وہ بائع کے قبضہ میں تھا کہ اوسکے پہلو میں ایک اور مکان فروخت ہوا تو اس دوسرے مکان میں بائع کا شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اب تک وہ بائع کی ملکیت میں تھا اور اگر مشتری کو دے چکا تھا تو مشتری کا شفعہ ہوگا اسلیے کہ اب مشتری کی ملکیت میں تھا اور اگر بائع کے لیے شفعہ کا حکم نہیں ہوا تھا کہ اوسنے اپنا مکان مشتری کے قبضہ میں دیدیا تو بائع کا شفعہ باطل ہو جائیگا جسطرح شفیع قبل از حکم قاضی اپنے مکان کو فروخت کر دے تو اُسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر قاضی نے بائع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنے مکان پر مشتری کو قبضہ دیا تو بائع کا شفعہ باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد شفیع کی ملکیت کا اپنے مکان میں قائم ہونا ضروری نہیں ہے لہذا وہ مکان مشفوعہ بائع کی ملک میں قائم رہیگا اور اگر قاضی نے ہنوز اس کے لیے شفعہ کا حکم نہیں دیا تھا کہ بائع نے اپنا مکان جس کو بیع فاسد سے فروخت کیا تھا مشتری سے واپس کر لیا تو مشتری کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ قبل از حکم شفعہ مشتری کی ملکیت اس مکان سے منقطع ہو گئی جسکے ذریعہ سے اوسکو شفعہ تھا اور اگر قاضی نے مشتری کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنا مکان واپس کر لیا تو وہ مکان مشفوعہ بدستور مشتری کی ملک میں داخل رہیگا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد

(٩٧) قال واذا اقتسم الشركاء

(٩٧) اگر چند شرکا نے اپنی ایک جایداد کو باہم تقسیم کیا تو اس تقسیم کرنیسے

العقار فلا شفعة لجار هم بالقسمة لأن القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجرى فيه الجبر والشفعة ما شرعت الا فى المبادلة المطلقة۔

امنکے جار کو حق شفعہ نہ حاصل ہوجائیگا اسلیے کہ اونھون نے اپنے حصے علحدہ کیے ہین ولہذا ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم کرنے پر مجبور کرسکتا ہے اور شفعہ مبادلہ مطلقہ کے اندر ثابت ہوتا ہے

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

۹۸، قال واذا اشترى دارا فسلم الشفيع الشفعة ثم ردها المشترى بخيار رؤية او شرط او بعيب بقضاء قاض فلا شفعة للشفيع لانه فسخ من كل وجه فعاد الى قديم ملكه والشفعة فى انشاء العقد ولا فرق فى هذا بين القبض وعدمه۔

۹۸، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسکے شفیع نے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان خیار رویت یا شرط یا عیب کی وجہ سے مشتری نے بحکم قاضی وہ مکان واپس کردیا تو شفیع کا اب اوس مکانمین شفعہ ثابت نہوجائیگا خواہ مشتری نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اسلیے کہ یہان بیع کا بالکل فسخ پایا جاتا ہے اور وہ مکان جسطرح بائع کی ملک تھا بدستور اوسیطرح اوسکے ملک مین عائد ہوگیا اور شفعہ ایک عقد جدید کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

۹۹، وان ردها بعيب بغير قضاء او تقايلا البيع فللشفيع الشفعة لانه فسخ فى حقهما لولايتهما على انفسهما وقد قصدا الفسخ وهو بيع جديد فى حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضى والشفيع ثالث ومراده الرد بالعيب بعد القبض لان قبله فسخ من الاصل وان كان بغير قضاء على ما عرف۔

۹۹، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے اوسمین شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان عیب کی وجہ سے بغیر حکم قاضی مشتری نے اوس مکان کو واپس کردیا یا بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا یعنے رضامندی کے ساتھ بلا کسی عیب وغیرہ کے واپس کرلیا تو اوس مکانمین شفیع کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہے اور اونکے حق مین بیع فسخ ہوجائیگی اسلیے کہ انکو فسخ کرنا منظور تھا مگر شفیع کے حق مین وہ بیع جدید سمجھی جائیگی اسلیے کہ اوسکے اندر بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال بتراضی باہمی پائے جاتے ہین مگر یہ حکم اوس صورت مین ہے کہ مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد مکان واپس کیا ہو اسلیے کہ قبضہ کرنے سے قبل واپس کرنا ہمہ وجوہ بیع کا فسخ کرنا ہے اگرچہ بغیر حکم

۱۰۰، وفى الجامع الصغير ولا شفعة فى قسمة ولا خيار رؤية وهو بكسر

۱۰۰، جامع صغیر مین بیان کیا ہے ولا شفعة فى قسمة ولا خيار رؤية یعنے باہم تقسیم کرنے کے صورت مین خیار رویت کی وجہ سے مکان کے

الراء ومعناه لاشفعة بسبب الرد بخيار الروية لما بيناه ولا تصح الرواية بالفتح عطفا على الشفعة لان الرواية محفوظة فى كتاب القسمة انه يثبت فى القسمة خيار الروية وخيار الشرط لانهما يثبتان لخلل فى الرضاء فيما يتعلق لزومه بالرضاء وهذا المعنى موجود فى القسمة والله سبحانه اعلم۔

واپس کرنے کی حالت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا جسکی وجہ ہم بیان کر چکے ہین پس خیار روئیۃ کا لفظ قسمہ کے اوپر معطوف ہی اور شفعہ کے اوپر معطوف کرکے نصب کے ساتھ پڑھنے کی روایت غلط ہی اسواسطے کہ اس تقدیر پر یہ معنے ہونگے کہ تقسیم کے اندر شفعہ اور خیار رویت ثابت نہین ہوتا حالانکہ یہ بات صحیح نہین ہی کیونکہ کتاب القسمہ مین بغیر کسی قسم کے اختلاف کے یہ مسئلہ مذکور ہی کہ تقسیم مین خیار رویت اور خیار شرط ثابت ہوتا ہی اسلیے کہ خیار شرط اور خیار رویت اوس عقد کے اندر جسکا لازم ہونا رضامندی پر موقوف ہی ایسے وقت مین ثابت ہوتی ہین کہ رضامندی مین ایک قسم کی کمی پائی جائے اور یہ معنے تقسیم کے اندر بھی موجود ہین واللہ سبحانہ اعلم۔

باب ما تبطل به الشفعة

اُن امور کا بیان جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

(۱۰۱) قال واذا ترك الشفيع الاشهاد حين علم بالبيع وهو يقدر على ذلك بطلت شفعته لاعراضه عن الطلب وهذا لان الاعراض انما يتحقق حالة الاختيار وهى عند القدرة وكذلك ان اشهد فى المجلس ولم يشهد على احد المتبايعين ولا عند العقار وقد اوضحناه فيما تقدم۔

(۱۰۱) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور بلا کسی عذر کے اوس نے طلب مواثبت کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ طلب کرنے سے اوسکا اعراض پایا گیا اور معذور نہونے کی اسلیے قید لگائی ہی کہ اعراض حالت اختیار مین پایا جاتا ہی اور عذر کی حالت مین اوسکو اختیار نہین ہوتا بلکہ وہ مجبور ہوتا ہی۔ اسیطرح اگر شفیع نے طلب مواثبت کی مگر اوسکے بعد طلب اشہاد نہ کی یعنے بائع یا مشتری یا مکان کے پاس جاکر لوگون کو طلب کا گواہ نہ کیا تو بھی شفعہ باطل ہو جائیگا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۰۲) قال وان صالح من شفعته على عوض بطلت شفعته ورد العوض لان حق الشفعة ليس بحق متقرر فى المحل بل هو مجرد حق التملك فلا يصح الاعتياض عنه ولا يتعلق

(۱۰۲) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کر لیا تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا اسلیے کہ شفیع کو مکان کے اندر ہنوز کسی قسم کا حق نہین ثابت ہوا ہی صرف اوسکو یہ حق ہی کہ ثمن ادا کرکے اوسکا مالک بن سکتا ہی لہذا اوسکے عوض مین مال کا لینا صحیح نہوگا اور شفعہ ایسی چیز ہی کہ اگر اوسکے ساقط کرنے مین

اسقاطه بالجائز من الشرط فبالفاسد اولى فيبطل الشرط ويصح الاسقاط وكذ الو باع شفعته بمال لما بينا۔

١٠٣، بخلاف القصاص لانه حق متقرر وبخلاف الطلاق والعتاق لانه اعتياض عن ملك فى المحل ونظيره اذا قال للمخيرة اختاري بالف او قال العنين لامرأته اختاري ترك الفسخ بالف فاختارت سقط الخيار ولا يثبت العوض والكفالة بالنفس فى هذا بمنزلة الشفعة فى رواية وفى اخرى لا تبطل الكفالة ولا يجب المال وقيل هذه رواية فى الشفعة وقيل هى فى الكفالة خاصة وقد عرف فى موضعه۔

١٠٤، قال واذا مات الشفيع بطلت شفعته۔

وقال الشافعي رح لا تورث عنه قال رضي الله عنه معناه اذا مات بعد البيع قبل القضاء بالشفعة اما اذا مات بعد قضاء القاضي قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته وهذا نظير

کوئی جائز شرط لگائی جائے تو بھی اوسکا سقوط شرط کے پائے جانے پر موقوف نہین رہتا بلکہ اوسیوقت ساقط ہوجاتا ہے اور یہان تو ایک فاسد شرط لگائی گئی ہے لہذا وہ شرط باطل ہوجائیگی اور شفعہ ساقط ہوجائیگا اسیطرح اگر کوئی شخص حق شفعہ کو کسی کے ہاتھ فروخت کردے تو بھی شفعہ ساقط ہوجاتا ہے اور خریدنے والے کو مال واپس کرنا پڑتا ہے بخلاف قصاص کے کہ اوسکے اندر مال لیکر فیصلہ کرلینا درست ہے اسواسطے کہ قاتل کی ذات پر قصاص مین ایک حق ثابت ہوتا ہے اور طلاق اور عتاق کا حال بھی یہی ہے کہ اگر اونکے اندر بھی عوض لیا جائے تو صحیح ہے اسواسطے کہ اونکے اندر ذات پر حق ملکیت ہوتا ہے جس کا عوض لیا جاتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو جسکو طلاق کا اختیار دے چکا ہے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے تو مجھکو اختیار کرلے یا عنین اپنی بیوی سے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے تو ترک فسخ کو اختیار کرلے اور ان دونوں صورتوں مین بیوی ایسا کرے تو اسکا اختیار طلاق اور فسخ ساقط ہوجاتا ہے اور خاوند کو ہزار روپیہ نہین دینا پڑتے اور ایک روایت کے موافق کفالت بالنفس کا حال بھی شفعہ کے مانند ہے اور دوسری روایت کے موافق اوسکو یہ حکم نہین ہے اور بعض کا قول ہے کہ شفعہ مین بھی ایک روایت یہی ہے اور بعض کے نزدیک خاص کفالت کے اندر ہے

١٠٤، شفیع کے مرجانے سے اوسکا شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک برابر قائم رہتا ہے اور اسکے وارثون کو شفعہ کا حق ہوتا ہے

مصنف رح نے بیان کیا ہے اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ شفیع کا بعد از بیع اور قبل از حکم قاضی انتقال ہوجائے اور اگر بعد حکم قاضی قبل ازادای ثمن اور قبل از قبضہ انتقال ہو تو اسکے وارثون کو بیع لازم ہوجائیگی اسیطرح حنفیہ کے نزدیک مورث کے مرجانے سے خیار شرط باطل ہوجاتا ہے اور شافعی رح کے نزدیک باطل نہین ہوتا چنانچہ کتاب البیوع مین اسکا بیان ہوچکا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شفعہ کے باطل ہوجانے کے وجہ یہ ہے

الاختلاف فی خیار الشرط وقد مر فی البیوع ولان بالموت یزول ملکه عن داره ویثبت الملك للوارث بعد البیع وقیامه وقت البیع وبقاؤه للشفیع الی وقت القضاء شرط فلا یستوجب الشفعة بدونه۔

یہ ہے کہ شفیع کے مرجانے سے اپنے مکان سے شفیع کی ملکیت جاتی رہتی ہے اور وارثون کو اوس مکان کی ملکیت مکان مشفوعہ کی بیع کے بعد حاصل ہوتی ہے اور شفعہ کے اندر بیع کے وقت شفیع کی ملکیت کا قائم ہونا اور قاضی کے حکم دینے تک ملکیت کا باقی رہنا شرط ہے لہذا وارثون کا شفعہ بیع کے وقت ملکیت حاصل نہونے کی وجہ سے ثابت نہوگا۔

(۱۰۵) وان مات المشتری لم تبطل لان المستحق باق ولم یتغیر سبب حقه ولا یباع فی دین المشتری ووصیته ولو باعه القاضی او الوصی او اوصی المشتری فیها بوصیة فللشفیع ان یبطله ویاخذ الدار لتقدم حقه ولهذا ینقض تصرفه فی حیاته

(۱۰۵) مشتری کے مرجانے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار یعنے شفیع باقی ہو اور جس سبب سے اُسکو حق ثابت ہوا ہو اُسمین تغیر نہین ہوا لہذا یہ مکان مشتری کے قرضہ مین یا اوسکی وصیت مین فروخت نکیا جائیگا اور اگر بالفرض قاضی یا مشتری کے وصی نے اس مکان کو مشتری کے قرض یا وصیت مین فروخت کردیا یا مشتری خود اوس مکان کی کسی کو وصیت کرگیا ہو تو شفیع کو اس بیع اور وصیت کے باطل کرنے اور مکان کے لے لینے کا اختیار ہو اسلیے کہ اُسکا حق مقدم ہو لہذا

۱۲ اگر ... مکان میں مشتری نے کسی طرح کا تصرف کیا ہو تو وہ باطل ہو جائیگا

(۱۰۶) قال واذا باع الشفیع ما یشفع به قبل ان یقضی له بالشفعة بطلت شفعته لزوال سبب الاستحقاق قبل التملك وهو الاتصال بملکه ولهذا یزول به وان لم یعلم بشراء المشفوعة کما اذا سلم صریحًا او ابرأ عن الدین وهو لا یعلم به وهذا بخلاف ما اذا باع الشفیع داره بشرط الخیار له لانه یمنع الزوال فبقی الاتصال۔

(۱۰۶) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان فروخت کردیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے قبل استحقاق کا سبب یعنے اتصال ملکیت جاتا رہا و لہذا اگر بالفرض شفیع کو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم نہو اور وہ اپنے مکان کو فروخت کردے تو بھی شفعہ جاتا رہتا ہو جسطرح صراحۃً ترک کرنے سے باطل ہو جاتا ہو یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو لاعلمی کی حالت مین قرض سے بری کردے یعنے اوسکو علم نہو کہ میرا اوسپر قرض ہو تو قرضدار بری ہو جاتا ہو بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اپنے مکان کو فروخت کرے اور اپنا اختیار شرط کرے اسلیے کہ اختیار کیوجہ سے ملکیت زائل نہوگی اور مکان مشفوعہ سے اتصال ملکیت باقی

(۱۰۷) قال ووکیل البائع اذا باع وهو الشفیع فلا شفعة له ووکیل

(۱۰۷) اگر ایک شخص بائع کی طرف سے وکیل ہو کر کوئی مکان فروخت کرے اور خود یہ وکیل شفیع بھی ہو تو اُسکو شفعہ ثابت نہوگا

المشتري اذا ابتاع فله الشفعة والاصل ان من باع او بيع له لا شفعة له ومن اشترى او ابتيع له فله الشفعة لان الاول باخذ المشفوعة يسعى في نقض ما تم من جهته وهو البيع والمشتري لا ينقض شراءه بالاخذ بالشفعة لانه مثل الشراء وكذلك لو ضمن الدرك عن البائع وهو الشفيع فلا شفعة له وكذلك اذا باع وشرط الخيار لغيره فامضى المشروط له الخيار البيع وهو الشفيع فلا شفعة له لان البيع تم بامضائه بخلاف جانب المشروط له الخيار من جانب المشتري۔

(١٠٨) قال واذا بلغ الشفيع انها بيعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بيعت باقل او بحنطة او شعير قيمتها الف او اكثر فتسليمه باطل وله الشفعة لانه انما سلم لاستكثار الثمن في الاول ولتعذر الجنس الذي بلغه وتيسر ما بيع به في الثاني اذ الجنس مختلف وكذا كل مكيل او موزون او عددي متقارب۔

(١٠٩) بخلاف ما اذا علم انها بيعت

اور اگر خود شفیع مشتری کی طرف سے وکیل ہو کر مکان کو خریدے تو اوسکا شفعہ قایم رہیگا اور اس جگہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو شخص خود بیع کرے یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے بیع کرے تو مبیع مین اوسکا شفعہ ثابت نہین ہوتا اور جو شخص خود خریدے یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے خریدے تو اوسکا شفعہ قائم رہتا ہی اسلیے کہ پہلا شخص اگر شفعہ کے ذریعہ سے مکانکو لیگا تو اوسکو بیع کا توڑنا پڑیگا اور یہ بیع اوسی کی جانب سے تھی اور دوسری قسم کا شخص اگر مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے لیتا ہی تو اوسکو اپنے فعل کا باطل کرنا نہین پڑتا اسلیے کہ خریدنا اور شفعہ کے ذریعہ سے لینا یکسان ہی اسی طرح اگر شفیع بائع کی طرف سے مشتری کے لیے اسطرح ضامن ہو جائے کہ اگر اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک مکان فروخت کیا اور تیسرے شخص کا اختیار اوس بیع مین شرط کیا اور اوس تیسرے شخص نے بیع کی اجازت دیدے اور تیسرا اوس مکان کا شفیع تہا تو اب اوسکا شفعہ نہ رہیگا اسلیے کہ اوسکی اجازت سے بیع تمام ہوئی ہی اور اگر مشتری نے تیسرے کا اختیار شرط کیا اور اوسنے خریدنے کی اجازت دیدی تو شفعہ قائم رہیگا

(١٠٨) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہو گیا اور یہ بات سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو یا اسقدر گیہون یا جو کو فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ایک ہزار یا اوس سے بہی زیادہ ہی تو پہلی مرتبہ شفعہ کو اوسکا ترک کر دینا باطل ہو جائیگا اور شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے پہلی صورت مین گران سمجھکر اور دوسری صورت مین نقد روپیہ میسر نہونے کی وجہ سے شفعہ کو ترک کیا تہا اب ارزان ہونیکی وجہ سے یا گیہون اور جو کے میسر ہونے سے اوسکو لے سکتا ہی اس واسطے کہ جنسین مختلف ہین۔ گیہون یا جو کی خصوصیت نہین ہے بلکہ جو چیزین ناپ یا تول یا شمار کے حساب سے فروخت ہوتی ہین سب کا یہی حال ہے

(١٠٩) اگر صورت مذکورۂ بالا مین دوسری مرتبہ شفیع کو

بعرض قیمته الف او اکثر لان الواجب فیه القیمة وهی دراهم او دنانیر

معلوم ہوا کہ مکان بعوض گھوڑے یا غلام وغیرہ کے فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ایک ہزار یا ہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ دوسری مرتبہ ثابت نہوگا اسلیے کہ شفیع کو اسوقت میں بھی روپیہ یا اشرفیاں دینا پڑینگے

(۱۱۰)، وان بان انها بیعت بدنانیر قیمتها الف فلا شفعة له وکذا اذا کانت اکثر وقال زفر له الشفعة لاختلاف الجنس ولنا ان الجنس متحد فی حق الثمنیة

(۱۱۰)، اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اشرفیون کو فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہے تو شفعہ ثابت نہوگا اور زفر رحمہ کے نزدیک شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ دونون کی جنس مختلف ہو حنفیہ کے دلیل یہ ہو کہ ثمنیت کے اعتبار سے روپیہ اور اشرفی کو ایک جنس کا حکم ہے

(۱۱۱)، قال واذا قیل له ان المشتری فلان فسلم الشفعة ثم علم انه غیره فله الشفعة لتفاوت الجوار-

(۱۱۱)، اگر شفیع کو اول مرتبہ معلوم ہوا کہ فلان شخص نے خریدا ہی اور اسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ عمر نے خریدا ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ ممکن ہے زید کے پاس رہنے سے وہ راضی ہوا ور عمر کے پاس رہنے سے راضی نہو- اور اگر دوسری مرتبہ معلوم ہوا کہ زید نے مع عمر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو زید کے حصہ مین شفعہ نہین کر سکتا مگر عمر کے حصہ مین شفعہ کر سکتا ہے اسلیے کہ عمر کے حصہ مین اوس نے شفعہ کو نہین ترک کیا تھا

اولو علم ان المشتری هو مع غیره فله ان یاخذ نصیب غیره لان التسلیم لم یوجد فی حقه-

(۱۱۲)، ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم ظهر شراء الجمیع فله الشفعة لان التسلیم لضرر الشرکة ولا شرکة وفی عکسه لا شفعة فی ظاهر الروایة لان التسلیم فی الکل تسلیم فی ابعاضه-

(۱۱۲)، اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوگیا اور اوس نے شفعہ کو طلب نہ کیا بعد ازان معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہی تو اب اوسکو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ شرکت کی وقت سے اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ وقت نہین رہی اور اگر پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا نصف مکان فروخت ہوا ہے تو ظاہر روایت کے موافق اب شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ جب کل مکان مین اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوسکے اجزا مین بھی شفعہ نہین ہو سکتا

فصل

فصل

(۱۱۳)، قال واذا باع دارا الا مقدار

(۱۱۳)، اگر بائع کو منظور ہو کہ اس مکان مین شفیع دعوی نہ کرے

ذراع منها فى طول الحد الذى يلى الشفيع فلا شفعة له لانقطاع الجوار وهذه حيلة وكذا اذا وهب منه هذا المقدار وسلمه اليه لما بينا۔

(۱۱۴) قال واذا ابتاع منها سهمًا بثمن ثم ابتاع بقيتها فالشفعة للجار فى السهم الاول دون الثانى لان الشفيع جار فيهما الا ان المشترى فى الثانى شريك فيتقدم عليه فان اراد الحيلة ابتاع السهم بالثمن الا دراهما مثلا والباقى بالباقى۔

(۱۱۵) وان ابتاعها بثمن ثم دفع اليه ثوبا عوضا عنه فالشفعة بالثمن دون الثوب لانه عقد آخر والثمن هو العوض عن الدار۔

قال رضى الله عنه وهذه حيلة اخرى تعم الجوار والشركة فيباع باضعاف قيمته ويعطى بها ثوب بقدر قيمته الا انه لو استحقت المشفوعة يبقى كل الثمن على مشترى الثوب لقيام البيع الثانى فيتضرر به والاوجه ان يباع بالدراهم الثمن دينار حتى اذا استحق المشفوع

تو اوسکے لیے یہ حیلہ کر سکتا ہی کہ اپنی تمام مکانکو فروخت کرے مگر بقدر ایک ذراع کی زمین شفیع کے مکان کے قریب سے مستثنی کر لے کہ اس ترکیب سے شفیع شفعہ کا دعوی نکر سکیگا اسلیے کہ باقی مکان سے اوسکو حق جوار نہین ہے اسیطرح اگر بقدر ایک ذراع کے شفیع کی مکان کے قریب سے مثلاً زمین مشتری کو ہبہ کر دے اور مشتری اوسپر قبضہ کر لے پھر بعد اوسکے باقی مکان فروخت کر دے تو بھی شفیع مکان مین کچھ دعوی نہین کر سکتا

(۱۱۴) اگر ایک شخص کسی مکان کا ایک حصہ خرید کر پھر باقی مکان کو بھی خرید لے تو اوس مکان کے جار کو صرف پہلے حصہ مین شفعہ کا حق ہوگا باقی مکان مین شفعہ کا حق نہوگا اسواسطے کہ جب مشتری نے اوسکا ایک حصہ خرید لیا اور شفیع نے اوسمین دعوی نہین کیا تو وہ مشتری اوس مکان کا شریک ہو گیا اور شریک کو جار پر تقدم ہوتا ہی پس جو تمین اگر مشتری کو شفعہ سے بچنا منظور ہو تو یہ ترکیب کر سکتا ہی کہ اولاً اسکا ایک حصہ کو کل مکان کے ثمن مین سے ایک روپیہ کم کر کے خرید لے اور باقی مکان کو ایک روپیہ سے خرید لے کہ کثرت ثمن کے وجہ سے اوس حصہ مین شفیع خود دعوی نکریگا اور باقی مین اسلیے نہین کر سکتا کہ مشتری کو اوسپر تقدم ہے

(۱۱۵) اگر ایک شخص نے بعوض کچھ روپیہ کے ایک مکان خریدا اور روپیہ کے بدلے بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع وہ مکان کو کپڑے کی قیمت پر نہین لے سکتا بلکہ اوس کو وہی روپیہ دینا پڑیگا جو اوسکا ثمن قرار پایا ہی اسلیے کہ یہ کپڑا مکان کے عوض اوس نے نہین دیا ہو بلکہ ثمن کے عوض دیا ہی اور ثمن کے عوض کپڑے کا دینا ایک دوسری بیع ہی مصنف رحمہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک طرح کا حیلہ ہے اور اس حیلہ سے جار اور نیز شریک کے شفعہ سے انسان بچ سکتا ہی اس طرح پر کہ مثلاً ایک مکان دو چند سہ چند قیمت سے فروخت کرے کہ اوسکے عوض بقدر اوسکے اصل قیمت کے ایک کپڑا مشتری سے لیلے مگر اس مین یہ دقت ہی کہ اگر مکان مین کسی غیر کا حق ثابت ہو گیا اور حقدار نے مکانکو لیلیا تو مکان کے بائع کو وہی پورا ثمن جو اوسکی قیمت سے بہت زیادہ ہی مشتری کے لیے ادا کرنا پڑیگا اسلیے کہ کپڑے کی بیع بدستور قائم رہیگی اور اگر یہ ترکیب کرے تو یہ دقت پیش نہین آتی کہ بائع اپنے مکانکو زیادہ روپیون پر فروخت کر کے بعوض روپیون کے مکان کی اصل قیمت کے موافق مشتری سے اشرفیان خرید لے اس لیے کہ

يبطل الصرف فيجب رد الدينار لاغير۔

(۱۱۶) قال ولا تكره الحيلة في اسقاط الشفعة عند ابي يوسفؒ وتكره عند محمدؒ لان الشفعة انما وجبت لدفع الضرر ولو ابحنا الحيلة ما دفعناه ولابي يوسفؒ انه منع عن اثبات الحق فلا يعد ضررا وعلى هذا الخلاف الحيلة في اسقاط الزكاة۔

اب اگر اوس مکان میں کسی کا حق بر آمد ہوگا تو اشرفیون کی بیع بہی باطل ہوجائیگی اسلیے کہ وہ بیع صرف ہی اور بیع صرف کے اندر قبضہ کرنیسے قبل اگر بائع اور مشتری

(۱۱۶) اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہیں ہی مگر امام محمد رح کے نزدیک برا ہے اسواسطے کہ شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور اگر اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مباح کیا جاے تو دفع ضرر کیونکر ہو سکتا ہے - ابو یوسف رح یہ جواب دیتے ہیں کہ حیلہ کرنے میں دوسرے کے اثبات حق سے اپنی ذات کا بچانا مقصود ہوتا ہے اور اوس میں کسی کی ضرر رسانی مقصود نہیں ہوتی - اسقاط زکوۃ کیلئے حیلہ کرنیمیں بہی یہی اختلاف ہی

جدا ہو جائیں تو وہ باطل ہو جاتی ہے لہذا اس صورت میں بائع کو اشرفیوں کا واپس کرنا ... [illegible]

مسائل متفرقة

متفرق مسائل کا بیان

(۱۱۷) قال واذا اشترى خمسة نفر دارا من رجل فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان اشتراها رجل من خمسة اخذها كلها او تركها والفرق ان في الوجه الثاني باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشتري فيتضرر به زيادة الضرر وفي الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق في هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده هو الصحيح الا ان قبل القبض لا يمكنه اخذ نصيب احدهم اذا انقد ما عليه ما لم

(۱۱۷) اگر پانچ شخصوں نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا اور شفیع صرف ایک کا حصہ لینا چاہی تو لیسکتا ہی اور اگر ایک شخص نے پانچ شخصوں سے ایک مکان مشترک خریدا اور شفیع صرف ایک بائع کا حصہ لینا چاہی تو نہیں لیسکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ کل مکان کو لیلے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہوجاے اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہی کہ دوسری صورت میں اگر شفیع نے صرف ایک بائع کا حصہ لیا تو مشتری کے حق میں بیع کی تفریق لازم آئیگی جس میں اوسکا بہت ضرر ہی اور پہلی صورت میں اگر شفیع نے صرف ایک مشتری کا حصہ لیلیا تو بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی اور باقی مشتریوں کو کچھہ ضرر نہوگا - قول صحیح یہ ہی کہ اس حکم میں قبل از قبضہ یا بعد قبضہ کے کچھہ قید نہیں ہی بلکہ دونوں صورتوں کا حال یکسان ہی اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر مشتریوں کا ہنوز قبضہ نہیں ہوا ہی اور شفیع نے ایک مشتری کا حصہ لینے کی غرض سے بقدر اوسکے حصہ کے بائع کو ثمن ادا کردیا تو جبتک باقی مشتری لوگ بہی اپنے اپنے حصہ کا ثمن ادا نہ کردینگے اوسوقت تک شفیع کو مکان کے

بنقد الآخر حصته كيلا يؤدي الى تفريق اليد على البائع بمنزلة احد المشتريين بخلاف ما بعد القبض لانه سقطت يد البائع وسواء سمى لكل بعض ثمنا او كان الثمن جملة لان العبرة في هذا للتفرق الصفقة لا للثمن وههنا تفريعات ذكرناها في كفاية المنتهى۔

حصہ پر قبضہ دیا جائیگا جس طرح ایک مشتری اپنے حصہ کا ثمن ادا کرکے بعد اپنے حصہ کے مکان کو نہیں لیسکتا ہی جبتک باقی مشتری بھی ادا نکر دین اسلیے کہ اسمین بائع کی قبضہ کی تفریق لازم آئیگی اور اسمین اوسکو زحمت ہوگی اور اگر مشتریون نے قبضہ کر لیا ہی تو ایک کا حصہ لینے مین کچھ دقت نہوگی اسواسطے کہ اب بائع کا قبضہ نہین رہا ہی اور ان صورتون مین خواہ ہر حصہ کا ثمن جدا جدا اقرار پایا ہو یا کل مکان کا ایک ثمن قرار پایا ہو دونون کے حکم مین کچھ فرق نہین ہی اسلیے کہ یہان ثمن کا اعتبار نہین کیا گیا ہی بلکہ اسباب کا اعتبار کیا گیا ہی کہ ایک عقد کی تفریق لازم آتی ہی یا نہین ۔

۱۱۸، قال ومن اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسمه البائع اخذ الشفيع النصف الذي صار للمشتري او يدع لان القسمة من تمام القبض لما فيها من تكميل الانتفاع ولهذا يتم القبض بالقسمة في الهبة والشفيع لا ينقض القبض وان كان له نفع فيه ليعود العهدة على البائع فكذا لا ينقض ما هو من تمامه۔

۱۱۸، اگر ایک شخص نے ایک غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور بائع نے اوسکو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ مشتری کو دیدیا تو اس مکان کی شفیع کو اختیار ہوگا کہ تقسیم کرنیسے جسطرف مکان مشتری کے حصہ مین آیا ہے اوسکو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہوجائے کیونکہ قبضہ تقسیم کرنیسے کامل ہوتا ہی اسلیے کہ تقسیم کے بغیر انتفاع کامل نہین حاصل ہوسکتا و لہذا ہبہ کے اندر جبتک تقسیم نہو جائے قبضہ کامل نہین ہوتا بہرحال تقسیم کرنا قبضہ کا تتمہ ہی اور شفیع کو قبضہ کے باطل کرنیکا اختیار نہین ہوتا اگرچہ اوسکے باطل کرنے مین شفیع کا نفع ہو باین طور کہ مشتری کے قبضہ کو باطل کرکے بائع سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لیلے اور اگر لعد کو کچھ وقت پیش ہو تو بائع سے جوع

۱۱۹، بخلاف ما اذا باع احد الشريكين نصيبه من الدار المشتركة وقاسم المشتري الذي لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه لان العقد ما وقع مع الذي قاسم فلم تكن القسمة من تمام القبض الذي هو حكم العقد بل هو تصرف بحكم

۱۱۹، اگر ایک مکان مین دو شخص شریک ہین اونمین سے ایک نے اپنا حصہ فروخت کر ڈالا اور دوسرے نے مشتری کو وہ حصہ تقسیم کرکے دیدیا تو شفیع کو اس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اس لیے کہ اس جگہ وہ تقسیم بائع نے نہین کی ہے لہذا یہ تقسیم قبضہ کا تتمہ نہ سمجھی جائیگی بلکہ ملکیت کی وجہ سے وہ ایک قسم کا تصرف سمجھا جائیگا

الملك فينقضه الشفيع كما ينقض بيعه وهبته۔

لہذا شفیع اوسکو باطل کرسکتا ہی جس طرح مشتری کی ہبہ اور بیع کو باطل کرسکتا ہی

(۱۲۰) ثم اطلاق الجواب فی الکتاب یدل علی ان الشفیع یاخذ النصف الذی صار للمشتری فی ای جانب کان وهو المروی عن ابی یوسف رح لان المشتری لا یملك ابطال حقه بالقسمة وعن ابی حنیفة رح انه انما یاخذه اذا وقع فی جانب الدار التی یشفع بها لانه لا یبقی جارا فیما یقع فی الجانب الآخر۔

(۱۲۰) جامع صغیر کی عبارت مین چونکہ تخصیص نہین کی ہے اسلیے اوس سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر بائع نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ فروخت کرکے بعد کو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ علیحدہ کردیا تو شفیع کو ہر صورت مین مشتری کے حصہ کو لینے کا اختیار ہے خواہ یہ حصہ کسی جانب نکلے یعنے شفیع کی جوار مین ہو یا دوسری جانب کو ہو اور ابو یوسف رح سے بھی یہی مروی ہی اسلیے کہ تقسیم کرنے سے شفیع کی حق کو مشتری نہین باطل کرسکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اگر یہ حصہ شفیع کی مکان سے متصل ہوگا تو شفیع اوسکو لیسکتا ہی ورنہ نہین لیسکتا اسلیے کہ اگر دوسری جانب کو ہی تو شفیع کو کوئین حق جوار نہین ہی

(۱۲۱) قال ومن باع دارا وله عبد ماذون علیه دین فله الشفعة وکذا اذا کان العبد هو البائع فلمولاه الشفعة لان الاخذ بالشفعة تملك بالثمن فینزل منزلة الشراء وهذا لانه مفید لانه یتصرف للغرماء۔

(۱۲۱) اگر ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو تجارت کی اجازت دے رکھی ہی اور اس شخص نے کوئی مکان فروخت کیا تو اوس مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے وہ غلام لیسکتا ہی بشرطیکہ اوس غلام پر لوگون کا قرضہ ہو اسی طرح اگر یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکا مالک بذریعہ شفعہ کے مکان لے سکتا ہی اسلیے کہ شفعہ کے ذریعہ سے لینا خریدنے کے حکم مین ہے کیونکہ شفیع ثمن ادا کرکے مکان کا مالک بنتا ہے

بخلاف ما اذا لم یکن علیه دین لانه یبیعه لمولاه ولا شفعة لمن بیع له۔

اور غلام کی اندر قرضدار ہونیکی اسلیے قید لگائی ہو کہ قرضدار ہونیکی وجہ سے قرضخواہونکے لیے اوسکے تصرفات ہونگے اور اگر قرضدار نہین ہے تب مالک کی طرف سے فروخت کرتا ہی اور جس کی طرف سے بیع ہوتی ہی اوسکا شفعہ نہین ہوتا

(۱۲۲) قال وتسلیم الاب والوصی الشفعة علی الصغیر جائز عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد وزفر رحمهم الله هو علی شفعته اذا بلغ۔

(۱۲۲) اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کی طرف سے شفعہ کو ترک کردیا تو ابو حنیفہ رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک اونکا ترک کردینا صحیح ہوگا اور محمد رح اور زفر رح کے نزدیک بالغ ہوجانیکی بعد وہ نابالغ اپنے شفعہ پر قائم ہوجائیگا۔ مشائخ رح نے بیان کیا ہی

قالوا وعلى هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار دار الصبي فلم يطلبا الشفعة وعلى هذا الخلاف تسليم الوكيل بطلب الشفعة في رواية كتاب الوكالة وهو الصحيح۔

بلکہ اگر باپ یا باپ کے وصی کو معلوم ہو کہ نابالغ کے مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا ہے اور وہ شفعہ کو نہ طلب کریں تو اوس مین بہی یہی اختلاف ہی۔ اسی طرح مبسوط کی کتاب الوکالت کی صحیح روایت کے موافق اگر طلب شفعہ کی لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس مین بہی یہی اختلاف ہی

(١٢٣، لمحمد وزفر انه حق ثابت للصغير فلا يملكان ابطاله كديته وقوده ولانه شرع لدفع الضرر فكان ابطاله اضرارا به ولهما انه في معنى التجارة فيملكان تركه الا ترى ان من اوجب بيعا للصبي صح رده من الاب والوصي ولانه دائر بين النفع والضرر وقد يكون النظر في تركه ليبقى الثمن على ملكه والولاية نظرية فيملكانه وسكوتهما كابطالها لكونه دليل الاعراض وهذا اذا بيعت بمثل قيمتها۔

فان بيعت باكثر من قيمتها بما لا يتغابن الناس فيه قيل جاز التسليم بالاجماع لانه تمحض نظرا وقيل لا يصح بالاتفاق لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبي وان بيعت باقل من

١٢٣، محمد اور زفر رح کی دلیل یہ ہو کہ شفعہ اوس نابالغ کا ایک حق ہے جو اُس مکان مین ثابت ہوا ہی لہذا باپ یا باپ کا وصی اوسکو نہین باطل کرسکتا جسطرح کسی شخص پر نابالغ کے خونبہا یا اور کوئی قصاص ہو تو باپ یا باپ کا وصی اوسکو باطل نہین کرسکتا علاوہ برین شفعہ رفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہی اور اُسکے باطل کر دینے مین نابالغ کی ضرر رسانی ہی اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ کے ذریعہ سے لین دین کرنے کو تجارت کا حکم ہے لہذا باپ اور وصی اوسکو باطل کرسکتے ہین جسطرح کوئی شخص نابالغ کے اوپر ایک بیع کو ثابت کر دے تو باپ اور وصی اسکو رد کرسکتے ہین دوسرے یہ کہ شفعہ کے لینے مین نفع اور ضرر دونون ہوتے ہین لہذا بعض اوقات مین اُسکا چہوڑ دینا نابالغ کے حق مین خیر خواہی ہو سکتا ہی تاکہ ثمن اوسکے ملکیت مین داخل رہے اور باپ وغیرہ کی ولایت نظری ہی لہذا شفعہ کو ترک کرسکتے ہین اور اُنکا سکوت بھی باطل کرنے کے حکم مین ہی اسلیے کہ سکوت اعراض کی دلیل ہی مگر یہ اختلاف اُسوقت ہی کہ وہ مکان برابر قیمت سے فروخت ہوا ہو اور اگر اسقدر زیادہ سے فروخت ہوا ہی کہ لوگ اسقدر نقصان کے متحمل نہین ہوتے ہین تو بعض کا قول ہی کہ ایسے وقت مین باپ اور وصی کا شفعہ کو ترک کر دینا بالاتفاق صحیح ہوگا اسلیے کہ اسمین محض خیر خواہی ہی اور بعض کا قول ہی بالاتفاق اون کا شفعہ کو ترک کر دینا غیر صحیح ہوگا اسلیے کہ جب وہ لینے کے مجاز نہین ہین تو ترک کرنے کے بھی مجاز نہین ہین

قيمتها محاباة كثيرة فعن ابي حنيفة رح انه لا يصح التسليم منهما ولا رواية عن ابي يوسف رح والله اعلم

تھا انکو ایسے وقت میں اجنبی کا حکم ہے۔ اور اگر یہ مکان رعایت کے ساتھ بہت ہی کم قیمت سے فروخت ہوا ہے تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ ان کا شفعہ کو ترک کر دینا صحیح نہ ہوگا اور ابو یوسف رح سے اسمیں کوئی روایت مروی نہیں ہے واللہ اعلم۔

تمت

الدر المختار فی الفقہ للمفتی محمد علاء الدین الحسکفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشفعة

مناسبته تملك مال الغير بغير رضاه۔

غصب کے بعد شفعہ کا بیان اسواسطے کیا ہے کہ شفعہ کے اندر بھی دوسرے کے مال کو بغیر اوسکی رضامندی کے لے لیتا ہے۔

(۱) هی لغة الضم وشرعا تمليك البقعة جبرا على المشتری بما قام عليه بمثله لو مثليا والا فبقيمته

(۱) لغت مین شفعہ کا لفظ وصل کے معنے مین آتا ہے اور شریعت مین فروخت شدہ جایداد کا اگر ثمن مثلی ہے تو مثل دیکر ورنہ اوس کی قیمت دیکر مشتری سے جبراً لے لینے کا نام شفعہ ہے۔

(۲) وسببها اتصال ملك الشفيع بالمشتری بشركة او جوار۔

(۲) شفعہ کا سبب اصل مین شفیع کی ملکیت کا مشتری کے ملکیت سے متصل ہونا ہے خواہ شرکت کے طور پر یا جوار کے طور پر

(۳) وشرطها ان يكون المحل عقارا سفلا كان او علوا وان لم يكن طريقه فی السفل لانه التحق با لعقار بما له من حق القرار در رقلت

(۳) شفعہ کے اندر عقار کا ہونا شرط ہے اور جسطرح سے نیچے کا مکان عقار ہے اسیطرح بالاخانہ کو بھی عقار کا حکم ہے اگرچہ اوسکا راستہ نیچے کے مکان مین ہوکر نہو اسواسطے کہ بالاخانہ کو چونکہ نیچے کے مکان پر قائم رہنے کا حق ہے لہٰذا وہ بھی ایک غیر منقولہ

واما ماجزم به ابن الكمال فی اول باب ماهی فيه من ان البناء اذا بيع مع حق القرار يلتحق بالعقار فرده شيخنا الرملی وافتی بعد مهاتبعا للبزازية وغيرها فليحفظ۔

چیز ہے اور ابن کمال نے جو یہ بات بیان کی ہو کہ اگر ایک مکان کی دیوارین مع حق قرار کے فروخت کیجائین تو انکو عقار کا حکم ہو جاتا ہو تو شیخ رملی نے اس قول کا رد کیا ہو اور بزازیہ وغیرہ کے موافق اسبات کا فتوی دیا ہے کہ انکو عقار کا حکم نہین ہوتا۔

(۴) ورکنها اخذ الشفيع من احد المتعاقدين عند وجود سببها وشرطها۔

(۴) شفعہ کا سبب اور شرط پائے جانے کے بعد بائع یا مشتری سے شفیع کو مکان کا لے لینا شفعہ کا رکن ہے۔

(۵) وحكمها جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنين۔

(۵) شفعہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اوسکا سبب پایا جائے تو طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہو اگرچہ برس گذر جائین۔

(۶) وصفتها ان الاخذ بها بمنزلة شراء مبتدأ فيثبت بها ما يثبت بالشراء كالرد بخيار رؤية وعيب۔

(۶) بذریعہ شفعہ کے کسی چیز کا لینا مستقل طور پر خریدنے کے بمنزلہ ہوتا ہے اور جو احکام خریدنے مین ثابت ہوتے ہین وہ سب شفعہ مین بھی ثابت ہوتے ہین مثلا خیار رویت اور خیار عیب وغیرہ۔

(۷) تجب له لا عليه بعد البيع ولو فاسدا انقطع فيه حق المالك كما يأتی او بخيار المشتری وتستقر بالاشهاد فی مجلسه ای طلب المواثبة فلا تبطل بعده وتملك بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملك الشفيع بمجرد الحكم قبل الاخذ كما حرره ملا خسرو۔

(۷) بیع کے بعد ایک شخص کا شفعہ دوسرے پر ثابت ہو جاتا ہو اگرچہ یہ بیع فاسد ہو جس مین مالک کا حق زائل ہو گیا ہو یا اس بیع مین مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اور طلب مواثبت سے شفعہ قائم ہو جاتا ہو اور اگر یہ طلب نہ پائی جائے تو باطل ہو جاتا ہے اور شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہو کہ قاضی اوسکے لیئے مکان کا حکم دیدے یا باہمی رضامندی سے مدعی علیہ مکان کو اوس کے حوالہ کردے

\+ \+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۸) بقدر رؤس الشفعاء لا الملك خلافا للشافعی۔

(۸) اگر ایک مکان میں بہت سے لوگ مختلف حصوں کے شریک ہوں اور ایک شخص اپنا حصہ فروخت کر دے تو حنفیہ کے نزدیک سب شرکاء حق شفعہ میں برابر ہونگے اور امام شافعی رہ کے نزدیک جس شریک کا جسقدر مکانمین حصہ ہوگا اوسیقدر اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوگا۔

(۹) للخليط متعلق بتجب في نفس المبيع ثم ان لم يكن او سلم له في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب والطريق خاصين۔

(۹) سب سے پہلے وہ شخص شفعہ کا مستحق ہوتا ہے جو نفس عقار کے اندر شریک ہے اگر وہ نہو یا شفعہ کو ترک کردے تو وہ شخص مستحق ہوگا جو عقار کے حق میں شریک ہے یعنے عقار سے اوسنے اپنا حصہ تقسیم کر لیا ہے مگر صرف حق میں اوسکا حصہ باقی ہے مثلاً آبپاشی کا حق یا راستہ چلنے کا حق بشرطیکہ یہ دونوں خاص ہوں۔

(۱۰) ثم فسر ذلك بقوله كشرب نهر صغير لا تجري فيه السفن وطريق لا ينفذ فلو عامين لا شفعة بهما بيانه شرب نهر مشترك بين قوم تسقى اراضيهم منه بيعت ارض منها فلكل اهل الشرب الشفعة ولو النهر عاما والمسئلة بحالها فالشفعة للجار الملاصق فقط۔

(۱۰) شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جس میں کشتی نہ چل سکے اور طریق خاص سے بند راستہ مراد ہے ان میں شرکت حاصل ہونے سے شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ دونوں خاص نہوں بلکہ عام ہوں تو حق شفعہ نہیں ثابت ہوتا۔ مثلاً ایک نہر کے آبپاشی میں لوگ شریک ہیں اور اپنی اراضیات کو اس نہر سے پانی دیتے ہیں تو ہر ایک شریک کو حق شفعہ ہوگا اور اگر یہ نہر بڑی ہے جسمیں کشتیاں چل سکتی ہیں تو صرف فروخت شدہ اراضی کے جار کو حق شفعہ ہوگا۔

(۱۱) ثم لجار ملاصق ولو ذميا او ماذونا او مكاتبا بابه في سكة اخرى وظهر داره لظهرها فلو بابه في تلك السكة فهو خليط كما مر۔

(۱۱) شریک فی العقار اور شریک فی حق العقار کے بعد جار ملاصق کو حق شفعہ ہوتا ہے اگرچہ وہ ذمی یا غلام ماذون یا مکاتب ہو اور جار ملاصق وہ شخص ہے جسکی مکان کی پشت بائع کے مکان سے ملی ہوئی ہے اور اُسکا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے اسلیے کہ اگر اوسی کوچہ میں اُسکا دروازہ ہوگا تو وہ شریک فی حق العقار شمار کیا جائیگا

(۱۲) وواضع جذوع على حائط وشريك في خشبة عليه جار ولو في نفس الجدار فشريك ملتقى قلت لكن قال المصنف ولو كان بعض الجيران شريكا في الجدار لا يتقدم على غيره من

(۱۲) اگر ایک شخص کی کڑیاں دوسرے کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہیں یا یہ شخص صرف ان کڑیوں کے اندر شریک ہے تو یہ شخص اوس مکان کا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ جوار کی وجہ سے اسکو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دیوار کے اندر شرکت ہے تو مکان کے اندر شریک سمجھا جائیگا میں کہتا ہوں مگر مصنف نے بیان کیا ہے کہ اگر ایک جار مکان کی دیوار کے اندر شریک ہے

الجيران لان الشركة في البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة وفي شرح المجمع

(۱۳) وكذا الجار المقابل في السكة الغير النافذة الشفعة بخلاف النافذة۔

تو اس کو اور لوگون پر جو اوس مکان کے جار ہین کچھ تقدم ہوگا اسواسطے کہ صرف عمارت مین شریک ہونے سے شفعہ کا مستحق نہین ہوتا جبتک کہ زمین مین بھی شریک نہو۔

(۱۳) اگر ایک کوچہ سربستہ ہو تو جار مقابل کو بھی حق شفعہ ہوتا ہے اور غیر سربستہ مین نہین ہوتا۔

* * * * * *

(۱۴) اسقط بعضهم حقه من الشفعة بعد القضاء فلو قبله فلمن بقي اخذ الكل لزوال المزاحمة ليس لمن بقي اخذ نصيب التارك لانه بالقضاء قطع حق كل واحد منهم في نصيب الآخر زيلعي۔

(۱۴) اگر شفعہ کے اندر کئی شخص شریک تھے اور ایک شخص نے اپنا حق چھوڑ دیا باوجودیکہ قاضی نے اسکو شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو باقی شرکا کو یہ استحقاق نہوگا کہ اس چھوڑنے والے کا حق بھی لے لین اسلیے کہ قاضی کے حکم دینے سے ہر ایک کا حق دوسرے کے حق سے منقطع ہوگیا۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے ایک شخص نے شفعہ کو ترک کر دیا تو باقی شرکا اوسکے حق کو بھی لے سکتے ہین۔

(۱۵) ولو كان بعضهم غائبا يقضى بالشفعة بين الحاضرين في الجميع لاحتمال عدم طلبه فلا يؤخر بالشك وكذا لو كان الشريك غائبا فطلب الحاضر يقضى له بالشفعة كلها ثم اذا حضر وطلب قضى له بها فلو مثل الاول قضى له بنصفه ولو فوقه فبكله ولو دونه منعه خلاصة۔

(۱۵) اگر ایک مکان کے شفعہ مین کئی شخص شریک ہین جنمین سے کچھ غائب اور کچھ حاضر ہین تو ان حاضرین کے لیے کل مکان مین شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا اسلیے کہ ممکن ہے وہ غایب اپنے شفعہ کو نہ طلب کرے لہذا صرف احتمال سے حاضرین کے حق مین تاخیر نہ کیجائیگی۔ اسیطرح اگر ایک شفیع غائب ہے اور حاضر نے شفعہ کا مطالبہ کیا تو اسوقت کل شفعہ کا اوسکے لیے حکم دیدیا جائیگا بعد ازان اگر اس غائب نے حاضر ہوکر شفعہ کی درخواست کی تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا جائیگا مگر دوسرا اگر پہلے شفیع کے مثل ہے تو نصف مکان کا اسکو حکم دیا جائیگا اور اگر اوس سے اعلی درجہ کا ہے تو کل مکان کا حکم دیا جائیگا اور اگر اس سے ادنی درجہ کا ہے تو شفعہ سے

(۱۶) اسقط الشفيع الشفعة قبل الشراء لم يصح لفقد شرطه وهو البيع۔

(۱۶) اگر مکان ہنوز فروخت نہین ہوا تھا کہ شفیع اپنے شفعہ سے دست بردار ہوگیا تو صحیح نہوگا اسلیے کہ ابھی شفعہ کی شرط (یعنے بیع) نہین پائی گئی۔

(١٧) اراد الشفيع اخذ البعض وترك الباقي لم يملك ذلك جبرا على المشتري لضرر تفريق الصفقة۔

(١٧) اگر شفیع اسبات کا قصد کرے کہ مکان کا ایک حصہ لے لون اور باقی کو ترک کر دون تو مشتری کے بغیر رضامندی کے ایسا نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ اوس بیع کے متفرق کرنے مین مشتری کو ضرر ہے۔

(١٨) ولو جعل بعض الشفعاء نصيبه لبعض لم يصح وسقط حقه به لاعراضه ويقسم بين البقية بل لو طلب احد الشريكين النصف بناء على انه يستحقه فقط بطلت شفعته اذ شرط صحتها ان يطلب الكل كما بسطه الزيلعي فليحفظ۔

(١٨) اگر ایک مکان کے شفعہ مین بہت سے لوگ شریک ہین جنمین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے ایک شریک کو دیدیا تو صحیح نہوگا مگر دینے والے کا حق اعراض کرنے کی وجہ سے ساقط ہوجائیگا اور باقی سب شریکون پر اسکا حصہ تقسیم ہو جائیگا بلکہ اگر مکان کے شفعہ مین دو شخص شریک ہین اور ایک نے اپنے حق کے موافق نصف مکان مین شفعہ چاہا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ شفعہ کے صحیح ہونے مین کل مکان کا طلب کرنا شرط ہے چنانچہ زیلعی نے اسکی تفصیل بیان کی ہے۔

(١٩) وصح بيع دور مكة فتجب الشفعة فيها وعليه الفتوى اشباه قلت ومفاده صحة اجارتها بالاولى وقد قدمناه فليحفظ لكنه يكره وتحققه في الحظر۔

(١٩) مکہ معظمہ کے مکانات کی بیع بھی صحیح ہوتی ہے اور اونمین بھی شفعہ ثابت ہوتا ہے مفتی بہ قول یہی ہے مین کہتا ہون اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اونکو کرایہ پر اوٹھانا بطریق اولی صحیح ہے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین مگر مکروہ ہے۔ کتاب الحظر والاباحہ مین ہم اس کا بیان عنقریب تحقیق کے ساتھ کرینگے۔

(٢٠) وفيها يصح الطلب من وكيل الشراء ان لم يسلم الى موكله وان سلم لا وبطلت هو المختار۔

(٢٠) اگر ایک شخص نے بطور وکالت دوسرے کے لیے مکان خریدا تو شفیع اس وکیل پر شفعہ کا دعوی کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ مکان ہنوز موکل کے قبضہ مین اوس نے نہ دیا ہو اور اگر موکل کے قبضہ مین پہونچ گیا ہے تو وکیل سے ...

(٢١) ولا شفعة في الوقف ولا له نوازل ولا بجواره شرح مجمع وخانية خلافا للخلاصة والبزازية ولعل لا ساقطة قاله المصنف قلت وحمل شيخنا الرملي الاول على الاخذ به والثاني

(٢١) اگر کوئی شخص اپنا مکان وقف کر دے تو اوسمین شفعہ نہوگا اسیطرح اگر مکان موقوفہ کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو اوسمین شفعہ نہوگا لیکن خلاصہ اور بزازیہ مین اسکے خلاف بیان کیا ہے مگر غالبا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اونمین لا کا کلمہ کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ خلاف ہوگیا ہے چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے

على اخذه بنفسه اذا بيع ففي القبض حق الشفعة يبتني على صحة البيع انتهى فمفاده ان ما لا يملك من الوقف بحال لا شفعة فيه وما يملك بحال ففيه الشفعة واما اذا بيع بجواره او كان بعض المبيع ملكا وبعضه وقفا وبيع الملك فلا شفعة للوقف والله اعلم۔

مین کہتا ہون ہمارے شیخ رملی نے لا له ولا بجواره کے یہ معنے کیے ہین لا له یعنے وقف کے ذریعے سے شفعہ نہین ہو سکتا ولا بجواره یعنے وقف کا مکان اگر فروخت ہو تو اسکو بذریعہ شفعہ کے جار نہین لے سکتا کہ وقف کے اندر حق شفعہ بیع کے صحیح ہونے پر موقوف ہے انتہی اسکا حاصل یہ ہے کہ جو وقف کسی حال مین مملوک نہو سکے اسمین شفعہ نہین ہے اور جو کسی حال مین مملوک ہو سکتا ہو اسمین شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر مکان موقوفہ کے جوار مین کوئی مکان فروخت ہو یا ایک مکان کا نصف مملوک اور نصف موقوف ہو اور وہ مملوک حصہ فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو شفعہ ہوگا واللہ اعلم

باب طلب الشفعة

طلب شفعہ کا بیان

٢٢، ويطلبها الشفيع في مجلس علمه من مشتر او رسوله او عدل او عدد بالبيع وان امتد المجلس كالمخيرة هو الاصح درر وعليه المتون خلافا لما في جواهر الفتاوى انه على الفور وعليه الفتوى۔

٢٢، جس جلسہ مین شفیع کو مشتری یا اسکے قاصد یا اور کسی ایک پرہیزگار مرد یا معمولی دو مرد یا دو عورت اور ایک مرد کی زبانی بیع کا حال معلوم ہو تو اوسی جلسہ مین شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اگرچہ وہ جلسہ بہت دیر تک ہو جسطرح مخیرہ کو اخیر جلسہ تک اختیار ہوتا ہے قول صحیح یہی ہے اور متون کے اندر یہی مذکور ہے مگر جواہر الفتاوی مین بیان کیا ہے کہ فی الفور طلب شفعہ کرنا چاہیے اور اسی پر فتوی ہے۔

٢٣، بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه كانا طالبها او اطلبها وهو يسمى طلب المواثبة اى المبادرة والاشهاد فيه ليس بلازم بل لمخافة الجحود۔

٢٣، شفیع کو طلب شفعہ اون الفاظ کے ساتھ کرنا چاہیے جن سے شفعہ کی طلب مفہوم ہو سکے مثلاً مین نے شفعہ کو طلب کیا یا مین شفعہ کا طالب ہون یا شفعہ کو طلب کرتا ہون اور اسکو طلب مواثبت کہتے ہین اسلیے کہ مواثبت مبادرت اور سرعت کے معنے مین ہے اور طلب مواثبت کے اندر لوگونکو گواہ کرنا صرف اسلیے مناسب ہوتا ہے کہ مدعا علیہ انکار نہ کر سکے مگر ضروری نہین ہوتا

٢٤، ثم يشهد على البائع لو العقار في يده او على المشتري

٢٤، طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد جس کو طلب تقریر بھی کہتے ہین کرنا چاہیے یعنے بائع یا مشتری یا عقار کے پاس جا کر لوگون کو اپنے

وان لم يكن ذا يد لانه مالك او عند العقار

(٢٥) فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا عليه وهو طلب الاشهاد ويسمى طلب التقرير۔

(٢٦) وهذا الطلب لا بد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب او رسول ولم يشهد بطلت شفعته وان لم يتمكن منه لا تبطل۔

(٢٧) ولو اشهد في طلب المواثبة عند احد هؤلاء كفاه وقام مقام الطلبين۔

(٢٨) ثم بعد هذين الطلبين يطلب عند قاض فيقول اشترى فلان دار كذا وانا شفيعها بدار كذا لي او قال بسبب كذا كما في الملتقى لتشمل الشريك في نفس المبيع فمره بسلم الدار الي هذا لو قبضها المشتري وطلب الخصومة لا يتوقف عليه وهو يسمى طلب تمليك وخصومة

(٢٩) وبتاخيره مطلقا بعذر او بغيره شهرا او اكثر لا تبطل الشفعة حتى يسقطها بلسانه به يفتى وهو

طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے مگر بائع کے پاس طلب اشہاد کرنے مین شرط ہے کہ اس وقت تک مکان پر بائع کا قبضہ ہو اور مشتری کے اندر قبضہ کا ہونا شرط نہین ہے اسواسطے کہ وہ تو مالک ہے

(٢٥) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریق ہے کہ لوگون سے کہدے فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہے اور مین اوسمین شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اسبات کے گواہ رہو۔

(٢٦) شفعہ کے اندر طلب اشہاد کا ہونا بھی ضروری ہے حتی کہ اگر شفیع کسی طور پر خواہ بذریعہ خط کے یا قاصد کے ذریعہ سے ہو طلب اشہاد کر سکتا ہے مگر اوس نے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر کسی صورت سے طلب نہین کر سکتا ہے تو باطل نہوگا۔

(٢٧) اگر بیع کے مقام پر شفیع خود موجود تھا اور بائع یا مشتری یا مکان کے پاس اوسنے طلب مواثبت پر لوگونکو گواہ کر دیا تو اب اوسکو دوبارہ طلب اشہاد کی ضرورت نہ رہیگی

(٢٨) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد قاضی کے روبرو شفیع کو اسطرح پر شفعہ کی درخواست کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہے اور مین بذریعہ اپنے فلان مکان کے اوسکا شفیع ہون یا فلان سبب سے اوسکا شفیع ہون لہذا تو مشتری کو حکم دیدے کہ وہ مکان کو میرے حوالہ کرے مگر یہ اوسوقت ہوگا کہ وہ مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہو لیکن یہ طلب اسکے اوپر موقوف نہین ہے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہین۔

(٢٩) اگر طلب تملیک مین کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے خواہ کسی عذر سے یا بلا عذر خواہ ایک مہینہ تک یا زیادہ تو اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا جبتک خود زبان سے شفعہ کو ترک نہ کر دے

ظاهر المذهب وقيل يفتى بقول محمد ان اخره شهرا بلا عذر بطلت كذا فى الملتقى يعنى دفعا للضرر قلنا دفعه برفعه للقاضى ليامره بالاخذ او الترك۔

اسی پر فتوی ہو اور یہی ظاہر مذہب ہو اور بعض کے نزدیک محمد رح کے قول پر فتوی ہو کہ اگر بلا عذر ایک مہینہ تک تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا ورنہ مشتری کا اوسمین ضرر ہے ہم کہتے ہین یہ ضرر اسطرح دفع ہو سکتا ہو کہ مشتری قاضی کے روبرو چارہ جوئی کرے کہ قاضی شفیع کو مکان کے لینے یا شفعہ سے دست بردار ہونے کا حکم دیدے۔

(۳۰) واذا طلب الشفيع سأل القاضى الخصم عن مالكية الشفيع لما يشفع به فان اقر بها اى بملكيه مايشفع به او نكل عن الحلف على العلم او برهن الشفيع انها ملكه سأله عن الشراء هل اشتريت ام لا فان اقر به او نكل عن اليمين على الحاصل فى شفعة الخليط او على السبب فى شفعة الجوار بخلاف الشافعى بكام فى كتاب الدعوى او برهن الشفيع قضى له بها هذا اذا لم ينكر المشترى طلب الشفيع الشفعة فان انكر فالقول له بيمينه ابن كمال۔

(۳۰) جسوقت شفیع قاضی کے روبرو شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ شفیع دعوی کرتا ہو وہ اس مکان کا مالک ہو یا نہین اگر مدعی علیہ نے شفیع کی ملکیت کا اقرار کرلیا یا مالکیت کا انکار کرنے کے بعد اپنے علم کے موافق حلف کرنے سے بھی انکار کیا یا شفیع نے اپنے مالکیت کے گواہ پیش کردئے تو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے مکان کو خریدا ہی یا نہین اگر خریدنے کا اقرار کرلیا یا (شریک کے شفعہ کی صورت مین) منکر ہو کر حاصل پر حلف کیا یا شفیع نے گواہ پیش کردیئے یا شفعہ بالجوار کی صورت مین سبب پر حلف کرنے سے انکار کیا تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا بخلاف شافعی رح کے مگر یہ اوسوقت ہو کہ مشتری شفیع کے طلب شفعہ کرنے سے انکار نہ کرے اور اگر انکار کیا تو قسم لیکر اوسکا قول مقبول ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۳۱) وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى واذا قضى لزمه احضاره كالمشترى حبس الدار ليقبض ثمنه فلو قيل للشفيع اى بعد القضاء واما قبله فتبطل عند محمد لعدام التاكد كذا ذكره الزيلعى اد الثمن

(۳۱) دعوے کے وقت شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری نہین ہو بلکہ بغیر حاضر کیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا مگر حکم دینے کے بعد ثمن کا موجود کرنا ضروری ہو اور مشتری ثمن کے وصول پانے تک مکان کو روک سکتا ہو اور اگر قاضی نے شفیع کو ادائے ثمن کا حکم دیا اور پھر اوس نے تاخیر کی تو شفعہ باطل نہو گا مگر یہ اوسوقت ہو کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دے چکا ہو اور اگر ہنوز حکم نہین دیا تھا

فاخره لم تبطل شفعته

توامام محمد رحمہ کے نزدیک باطل ہوجائیگا اسلیئے کہ ہنوز اسکو استحکام نہین ہوا تھا۔

۳۲، والخصم للشفيع المشترى مطلقا والبائع قبل التسليم الاول بكله والثانى بيده ابن كمال ولكن لاتسمع البينة عليه حتى يحضر المشترى لانه المالك ويفسخ بحضوره ولو سلم للمشترى لايلزم حضور البائع لزوال الملك واليد عنه ابن كمال ويقضى القاضى بالشفعة والعهدة لضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع قبل لتسليم المبيع الى المشترى والعهدة على المشترى لو بعده لما مر

۳۲، مشتری سے توبہرحال شفیع دعوی کرسکتا ہی اسلیئے کہ وہ مکان کا مالک ہو اور اگر بائع نے ہنوز مکان کو مشتری کے قبضہ مین نہین دیا ہی تو بائع کا قبضہ ہونے کی وجہ سے شفیع اوسپر بھی دعوی کرسکتا ہی مگر جبتک مشتری بھی بائع کے ساتھ حاضر نہوگا شفیع کے گواہ مشتری کے اوپر مسموع نہونگے اسلیئے کہ مالک وہی ہی اور اوسیکے روبرو بیع کو قاضی فسخ کریگا اور شفیع کے لیئے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا ہی تو قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہی اسلیئے کہ اسکا نہ قبضہ ہی نہ اوسکی ملک ہی اور اگر شفیع نے ثمن کو ادا کرکے مکان لےلیا بعد ازان سطح مین کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کا قبضہ نہونے کی صورت مین بائع ذمہ دار ہوگا اور قبضہ ہوجانے کی صورت مین مشتری ذمہ دار ہوگا۔

۳۳، للشفيع خيار الرؤية والعيب وان شرط المشترى البراءة منه دون خيار الشرط والاجل اختيار

۳۳، شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہی اگرچہ مشتری سے بائع نے عیب سے بری ہونے کی شرط کرلی ہو مگر شفیع کو خیار شرط اور خیار اجل ثابت نہین ہوتا۔

\+ \+ \+ \+ \+

۳۴، وفى الاشباه الشفعة بيع فى كل الاحكام الا ضمان الغرور للجبر

۳۴، اشباہ مین مذکور ہی کہ تمام احکام کے اندر شفعہ کو بیع کا حکم ہی بجز اوس صورت کے کہ بیع کے اندر فریب کی ضمانت بائع کرتا اور دینا پڑتا ہی اور شفعہ کے اندر نہین دینا پڑتا اسلیئے کہ شفیع جبراً مکان کا مالک

۳۵، وان اختلف الشفيع والمشترى فى الثمن والدار مقبوضة والثمن منقود صدق المشترى بيمينه لانه منكر ولا يتحالفان وان برهنا فالشفيع احق لان بينته ملزمة۔

۳۵، اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہو اور مکان مشتری کے قبضہ مین آچکا اور وہ ثمن ادا کرچکا ہی تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسلیئے کہ وہ منکر ہی اور دونون سے حلف نہ لیا جائیگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کردئے تو شفیع کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسلیئے کہ انسے ایک کا حق دوسرے کے اوپر ثابت ہوتا ہی۔

۳۶، ادعى المشترى ثمنا وادعى

۳۶، مشتری کہتا ہی مین نے یہ مکان سو روپیہ کو خریدا ہی اور بائع

بائعه اقل منه بلا قبضه فالقول له اى للبائع ومع قبضه للمشتري ولو عكسا فبعد قبضه القول للمشتري وقبله يتحالفان واى نكل اعتبر قول صاحبه وان حلفا فسخ البيع وياخذ الشفيع بما قال البائع ملتقى۔

(۳۷) وحط البعض يظهر فى حق الشفيع فياخذ بالباقى وكذا هبة البعض الا اذا كانت بعد القبض اشباه۔

(۳۸) وحط الكل والزيادة لا فياخذ بكل المسمى ولو حط النصف ثم النصف ياخذ بالنصف الاخير ولو علم انه شراه بالف فسلم ثم حط البائع مائة فله الشفعة كما لو باعه بالف فسلم ثم زاد البائع له جارية او متاعا قنيه۔

(۳۹) وفى الشراء بمثلى ولو حكما كالخمر فى حق المسلم ابن كمال ياخذه بمثله وفى الشراء القيمى بالقيمة اى يوم الشراء ففى بيع عقار بعقار ياخذ الشفيع كلا من العقارين بقيمة الاخر۔

کہتاہی مین نے پچاس کو فروخت کیاہی مگر ہنوز مکان پر اوسکا قبضہ نہین ہوا ہی تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ ہوگیا ہی تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اگر اونکے برعکس صورت ہی یعنے مشتری پچاس کا اور بائع سو کا مدعی ہی اور مشتری کا قبضہ ہوگیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ نہین ہوا تھا تو دونون سے حلف لیا جائیگا اور جو شخص حلف سے انکار کریگا اوس سے دوسرے کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون سے حلف کر لیا تو بیع فسخ کر دیجائیگی اور بائع کے قول کے موافق شفیع سکو لیگا۔

(۳۷) اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو شفیع کے حق مین بھی کمی ہو جائیگی اور اوسی کمی کے ساتھ مکان کو لیگا اسیطرح اگر بائع مشتری کے لیے کچھ ثمن ہبہ کر دے تو شفیع کے حق مین کمی ہو جائیگی مگر وصول کرنیکے بعد اگر کچھ ثمن ہبہ کیا ہی تو کمی نہو گی۔

(۳۸) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا یا مشتری نے کچھ ثمن اپنی طرف سے بڑھا دیا تو شفیع کے اعتبار سے اس کا لحاظ نہ کیا جائیگا بلکہ پورا ثمن دینا پڑے گا اور اگر بائع نے اولاً نصف ثمن کی کمی کرکے بعد ازان باقی نصف کو بھی چھوڑ دیا تو اخیر نصف ثمن سے شفیع مکان کو لے لیگا اور اگر شفیع کو اولاً معلوم ہوا کہ وہ مکان ہزار کو فروخت ہوا ہی یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان بائع نے سو روپیہ کی کمی کر دی تو اوسکو شفعہ ثابت ہو جائیگا جسطرح بائع نے وہ مکان ہزار کو فروخت کیا اور شفیع نے شفعہ نہ کیا بعد ازان بائع نے مکان کے ساتھ ایک

(۳۹) اگر کوئی مکان مثلی چیز کے ساتھ فروخت ہوا اگرچہ وہ چیز حکماً مثلی ہو جسطرح مسلمان کے حق مین شراب کا حکم ہی تو اس صورت مین شفیع کو مکان کے بدلے مین مثل دینا پڑیگا اور اگر قیمتی چیز کے ساتھ فروخت ہوا ہی تو خرید کے وقت کی قیمت دینا پڑیگی اور اگر ایک مکان بعوض دوسرے مکان کے فروخت ہوا تو ہر ایک مکان کا شفیع اوس مکان کو دوسرے مکان کی قیمت دیکر لے لیگا۔

(۴۰) وفي الشراء بثمن مؤجل يأخذ بحال أو طلب الشفعة في الحال وأخذ بعد الأجل ولا يتعجل ما على المشتري لو أخذ بحال ولو سكت عنه فلم يطلب في الحال وصبر حتى يطلب عند حلول الأجل بطلت شفعته خلافاً لأبي يوسف۔

(۴۰) اگر ایک مکان ثمن مؤجل سے فروخت ہوا تو شفیع فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے سکتا ہی یا اسکو چاہیے کہ طلب شفعہ تو فی الحال کہے مگر مدت گذرنے کے بعد مکان کو بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر اوسنے فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے لیا تو مشتری کو فی الحال بائع کے سیے ثمن ادا کرنا نہ پڑیگا اور اگر شفیع نے طلب شفعہ سے سکوت کیا اور اس مدت تک انتظار کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا بخلاف ابو یوسف رح کے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۴۱) ويأخذ بمثل الخمر وقيمة الخنزير إن كان البائع والمشتري والشفيع ذميا لا بد أن يكون البائع أيضا ذميا وإلا يفسد البيع فلا تثبت الشفعة ابن كمال معزيا للمبسوط ويأخذ بقيمتها لما مر لو كان الشفيع مسلما لمنعه عن تمليكها وتملكهما ثم قيمة الخنزير هنا قائمة مقام الدار لا مقام الخنزير ولذا لا يحرم تمليكها بخلاف المرور على العاشر۔ وطريق معرفة قيمة الخمر والخنزير بالرجوع إلى ذمي أسلم أو فاسق تاب ولو اختلفا فيه فالقول للمشتري عنايه۔

(۴۱) اگر بائع اور مشتری اور شفیع ذمی لوگ ہین اور مکان کی بیع شراب یا خنزیر سے ہوئی ہی تو شفیع کو شراب کے بدلے مین شراب اور خنزیر کے بدلے مین اوسکی قیمت دینا پڑیگی اور اس صورت مین بائع کا ذمی ہونا ضروری ہی اسلیے کہ اگر وہ مسلمان ہو تو بیع صحیح نہوگی اور شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شفیع مسلمان شخص ہو تو دونون کے بدلے اوسکو قیمت ہی دینا پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان شراب اور خنزیر کا لین دین نہین کرسکتا مگر اسجگہ خنزیر کی قیمت مکان کے قائم مقام سمجھی جائیگی خنزیر کے قائم مقام نہ سمجھی جائیگی و لہذا دوسرے کا اسکو مالک بنا سکتا ہی بخلاف اوس صورت کے کہ ایک مسلمان نصاب کے قدر خنزیر لیکر عاشر کی طرف گذرے کہ اوس مسلمان سے خنزیر کی قیمت مین سے کچھ نلیا جائیگا اور اگر کافر ہو تو اوس سے لیا جائیگا۔ اور شراب یا خنزیر کی قیمت کا اندازہ کسی ذمی سے کرایا جائیگا جو مسلمان ہو گیا ہو یا کسی فاسق سے جس نے توبہ کرلی ہو اور اگر قیمت کے اندر اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۴۲) ويأخذ الشفيع بالثمن وقيمة البناء والغرس مستحق القلع كما مر في الغصب

(۴۲) اگر مشتری نے اراضی کے اندر درخت لگالیے یا عمارت بنالی تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیلے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اونکی قیمت اندازہ کیجاے جسطرح غصب کے اندر بیان

۴۳، قلت واما لو دهنها بالوان كثيرة او طلاها بجص كثير خير الشفيع بين تركها او اخذها واعطاء ما زاد الصبغ فيها لتعذر نقضه ولا قيمة لنقضه بخلاف البناء حاوي الزاهدی وسيجیء۔

۴۳، مین کہتا ہون اگر مشتری نے ایک مکان خرید کر بہت سی لاگت لگا کر اوسپر قلعی وغیرہ یا اوسکی استرکاری کرائے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ شفعہ چھوڑ دے خواہ اوسکے ثمن مین اسقدر دام زیادہ کردے جتنی اوسکے لاگت مین صرف ہوئے ہین اسلیے کہ اُس قلعی اور مصالح وغیرہ کا دیوارون پر سے چھوٹنا دشوار ہے اور چھوٹا لینے کے بعد اوسکے لیے کچھ معتدبہ قیمت نہین ہوتی بخلاف عمارت وغیرہ کے۔

۴۴، لو بنى المشتري او غرس او كلف الشفيع المشتري قلعهما الا اذا كان في القلع نقصان الارض فان الشفيع له ان ياخذها مع قيمة البناء والغرس مقلوعة غير ثابتة قهستاني۔

۴۴، اگر مشتری نے اراضی کے اندر عمارت بنالی یا درخت لگالیے اور اوسکے اوکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہے تو شفیع ثمن کے ساتھ درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیسکتا ہے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اوسکی قیمت ہوتی ہو + +

+ + + + + +

۴۵، وعن الثاني ان شاء اخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس او ترك وبه قال الشافعي ومالك قلنا هي فيما لغيره فيه حق اقوى ولذا تقدم عليه فينقضه كما ينقض الشفيع جميع تصرفات المشتري حتى الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زيلعي وزاهدی۔

۴۵، ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ جس صورت مین مشتری نے عمارت وغیرہ بنالی ہو تو شفیع کو صرف یہ اختیار رہتا ہے کہ ثمن کے ساتھ عمارت وغیرہ کی قیمت دیکر اوسکو لے یا شفعہ کو ترک کردے امام شافعی رح اور امام مالک رح کا قول بھی یہی ہے اور حنفیہ کہتے ہین کہ مشتری نے یہ عمارت وغیرہ ایسی اراضی مین بنالی ہے جسمین دوسرے کا حق مقدم ہے لہذا اوسکو تقدم ہے اسواسطے اُسکا تصرف باطل ہوجائیگا جسطرح اوسکے تمام تصرفات حتے کہ وقف کرنا یا مسجد یا مقبرہ بنانا یا ہبہ کرنا باطل ہوجاتا ہے۔

۴۶، واما الزرع فلا يقلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر۔

۴۶، اگر مشتری نے اوس زمین مین کھیتی کرلی تو استحسان کے طور پر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ شفیع اوسکو نہ اوکھاڑے اسلیے کہ اول تو وہ ایک خاص مدت تک رہتی ہے علاوہ برین شفیع کو اوسکی اجرت ملجائیگی۔

۴۷، ورجع الشفيع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنى او غرس ثم استحقت ولا يرجع بقيمة البناء

۴۷، اگر شفیع نے شفعہ کے ذریعہ سے ایک زمین لیکر اس مین عمارت وغیرہ بنالی بعد ازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو اپنے مدعی علیہ سے فقط ثمن واپس لے سکتا ہے اور عمارت وغیرہ کی قیمت

والغرور على احد لانه ليس بمغرور بخلاف المشتري۔

کسی سے نہیں لے سکتا اسلیے کہ اسکو کسی نے فریب نہیں دیا ہے بخلاف مشتری کے کہ اوسکو دہوکا ہو سکتا ہے۔

(۴۸) ویاخذ بكل الثمن ان خربت الدار او جفت الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن يقابل الاصل لا الوصف وهذا اذا لم يبق شئ من نقض او حشب فلو بقي و اخذه المشتري لانفصاله من الارض حيث لم يكن تبعا للارض تسقط حصته من الثمن فيقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ زيلعي۔

(۴۸) اگر خرید شدہ مکان خود بخود منہدم ہوگیا یا باغ کے درخت خود بخود خشک ہو گئے تو شفیع کو پورا ثمن دینا پڑیگا کم نہین دے سکتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ثمن اصل مبیع کے مقابل ہوتا ہے وصف کے مقابل نہین ہوتا مگر یہ اوس وقت ہے کہ مکان کا ملبہ اور درختون کی لکڑی نہ باقی رہی ہو اور اگر باقی ہو اور مشتری نے زمین سے جدا ہونے کے بعد اوسکو لے لیا ہو تو وہ زمین کے تابع نہ رہیگا اور بقدر اوسکے ثمن مین کمی کردیجائیگی مگر اوس ثمن کو مکان کی اوس قیمت پر جو خریدنے کے وقت تھی اور ملبہ کی اوس قیمت پر جو لیتے وقت ہے تقسیم کرینگے اور اسکے حساب سے کمی کردیجائیگی۔

* * * *

(۴۹) قلت فلو لم یاخذه المشتري كان هلك بعد انفصاله لم يسقط شئ من الثمن لعدم حبسه اذ هو من التوابع والتوابع لا يقابلها شئ من الثمن وبالاخذ بالشفعة تحولت الصفقة الى الشفيع فقد هلك ما دخل تبعا قبل القبض ولا يسقط بمثله شئ من الثمن فاله شيخنا۔

(۴۹) اگر مکان خود بخود منہدم ہوگیا یا درخت خود بخود خشک ہو گئے اور زمین سے جدا ہو جانے کے بعد شفیع نے اوسکو نہیں لیا مثلا وہ خود ہلاک ہو گئے تو ثمن مین سے شفیع کے حق مین کچھ کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ شفیع نے اسکو نہیں روکا لیس وہ توابع مین سے ہونگے اور توابع کے مقابل مین ثمن کا کوئی حصہ نہین ہوتا ہے اور شفعہ کے ذریعہ سے لینے مین یہ بیع شفیع کی طرف منتقل ہوگئی اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ چیز جو بالتبع بیع کے اندر داخل ہوئی تھی ہلاک ہوگئی اور ایسے وقت مین ثمن مین کچھ کمی نہین ہوتی ہے شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

(۵۰) بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حيث يسقط من الثمن بحصته لان الفائت بعض الاصل زيلعي

(۵۰) اگر زمین کا ایک حصہ دریا برد ہوکر تلف ہوگیا تو بقدر اوس کے شفیع کے حق مین ثمن کم ہوجائیگا اسلیے کہ یہاں اصل مبیع کا حصہ فوت ہوگیا۔

* * * * *

(۵۱) ویاخذ بحصة العرصة من الثمن ان نقض المشتری البناء لانه قصد الاتلاف وفی الارض الآفة سماویة ویقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد بخلاف انهدامه کما مر لتقومه بالحبس۔

(۵۱) اگر مشتری نے مکان کو خود منہدم کردیا تو صرف زمین کے قدر ثمن ادا کرکے شفیع لے لیگا اسلیئے کہ یہاں قصداً اوس نے عمارت کو تلف کیا ہی اور دریا برد ہو جانے کی صورت مین اسکا کچھ اختیار نہین تھا بلکہ وہ آفت سماوی تھی مگر اس صورت مین ثمن کو زمین اور عمارت کی اوس قیمت پر تقسیم کرینگے جو عقد کے زمانہ مین اوسکی قیمت ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود منہدم ہو جائے اسلیئے کہ روکنے سے اوسکی قیمت ہو جاتی ہے۔

(۵۲) ونقض الاجنبی کنقضه ای المشتری۔

(۵۲) اگر کسی اجنبی شخص نے مکان کو منہدم کردیا تو اوس کو بھی مشتری کے منہدم کرنے کا حکم ہے یعنے شفیع کے حق مین ثمن کم ہو جائیگا

(۵۳) والنقض بالکسر المنقوض له ای للمشتری ولیس للشفیع اخذه لزوال التبعیة بانفصاله ویاخذ ثمرها استحسانا لاتصاله۔

(۵۳) اگر مکان منہدم ہوگیا تو مکان کا ملبہ مشتری کو ملیگا شفیع نہ لیگا اسلیئے کہ زمین سے جدا ہو جانے کی وجہ سے وہ ملبہ زمین کے توابع مین سے نہین رہا گو درختون کا پھل شفیع کو استحسان کے اعتبار سے لمجائیگا اسلیئے کہ درختون کے ساتھ اوسکو اتصال ہے۔

(۵۴) من ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی یده وان جذه المشتری فلیس للشفیع اخذه لما مر او هلك بآفة سماویة وقد اشتراها بثمرها سقطت حصته من الثمن فی الاول ای شراها بثمرها وبکل الثمن فی الثانی لحدوثه بعد القبض۔

(۵۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون اور پھل کے خریدا یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس درختون پر پھل آگیا اور مشتری نے اوسکو کاٹ لیا تو شفیع اوسکو نہ لے سکیگا اور اگر مع پھل کے خریدا اور آفت سماوی سے ہلاک ہوگیا تو پہلی صورت مین بقدر اوس کے ثمن مین کمی کردیجائیگی اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑے گا اسلیئے کہ قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے۔

+ • + + +

(۵۵) قضی بالشفعة للشفیع لیس له ترکها شرح وهبانیة لتحویل الصفقة الیه بخلاف ما قبل

(۵۵) جب قاضی نے شفیع کے لیئے شفعہ کا حکم دیدیا تو اب وہ شفعہ کو ترک نہین کرسکتا ہے اسلیئے کہ اب وہ عقد شفیع کیطرف منتقل ہوگیا بخلاف اوس صورت کے کہ قاضی نے

القضاء۔

ہنوز حکم نہ دیا ہو۔

(۵۶) الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا وفی ھبة بعوض مشروط ولا شیوع فیھما وقت التقابض وفی بیع فضولی او بخیار بائع وقت البیع عند الثانی ووقت الاجارة عند الثالث وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی۔

(۵۶) بیع فاسد کی صورت مین طلب شفعہ بالاتفاق اوس وقت کرنا چاہیے جب بائع کا حق اوس سے منقطع ہو جائے اور جس ہبہ کے اندر عوض شرط کیا گیا ہو اور عوضین ایک مشترک اور غیر معین چیزین ہوں تو تقابض کے بعد طلب شفعہ کرنا چاہیے اور بیع فضولی یا اوس بیع مین جسکے اندر بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہو ابو یوسف رح کے نزدیک بیع کی وقت اور امام محمد رح کے نزدیک اجازت کی وقت طلب کرنا چاہیے اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو تو بالاتفاق بیع کے وقت طلب کرنا چاہیے

(۵۷) من لم یر الشفعة بالجوار کالشافعی مثلا طلبھا عند حاکم یراہا یقول لہ ھل تعتقد وجوبھا ان قال نعم اعتقد ذلک حکم لہ بھا والا یقلہ لا یحکم منیة وبزازیة

(۵۷) اگر ایک شافعی المذہب نے جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہے ایسے قاضی کے روبرو شفعہ کا دعوی کیا جو اوسکا قائل ہے تو قاضی کو اوس سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو شفعہ بالجوار کو مانتا ہے اگر اوسنے کہدیا ہان مانتا ہون تب تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائے ورنہ حکم نہ دیا جائے۔

فروع

(۵۸) اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یراھا فھو معذور وکذا لو طلب من القاضی حضارہ فامتنع بخلاف سبت الیھودی کمایاتی۔

(۵۸) اگر شفیع نے طلب تملیک مین اسوجہ سے تاخیر کی کہ اوسکے شہر کا قاضی شفعہ بالجوار کا قائل نہین تھا تو شفیع معذور سمجھا جائیگا اسیطرح اگر شفیع نے قاضی سے مدعی علیہ کے حاضر کرانے کی درخواست کی اور قاضی نے اوسکو حاضر نہ کرایا تو شفیع معذور ہوگا اور اگر ایک یہودی نے ہفتہ کے روز بیع کی خبر سنکر طلب شفعہ مین تاخیر کی تو وہ معذور نہوگا

(۵۹) شری ارضا بمائة فرفع ترابھا وباعہ بمائة ثم اخذھا الشفیع بالشفعة اخذھا بخمسین لان ثمنھا یقسم علی قیمة الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی

(۵۹) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوسمین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو مٹی فروخت کر ڈالی بعدہ شفیع نے بذریعہ شفعہ کے اوسکو لے لیا تو شفیع کو پچاس روپیہ دینا پڑینگے اسواسطے کہ اوسکا ثمن زمین کی اوس قیمت پر جو خریدتے وقت بغیر مٹی کے کھودوائی کھتی اور اوس مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور وہ دونون برابر

قيمة التراب الذي باعه وهما سواء ولو كبسها كما كانت فالجواب لا تتفاوت ويقال للمشتري ارفع ما كبست فيها فهو ملك حاوي الزاهدي۔

میں اور اگر اوس مٹی کو ڈال کر زمین کو بدستور سابق ہموار کر دیا تو اسکا حکم بھی یہی ہے اور مشتری سے کہہ دیا جائیگا تو نے جو اسکے اندر بھراؤ ڈالا ہے اوس کو اوٹھا کر بیجا اس لیے کہ وہ تیرا مال ہے۔

* * * *

(٦٠) وفيه شرى دارا الى الحصاد فليس للشفيع ان يعجل الثمن ويأخذها بالشفعة لانه ملكها ببيع فاسد انتهى قلت وسيجئ انه لا شفعة فيما بيع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوه وجبت۔

(٦٠) حاوی زاہدی میں بیان کیا ہو اگر ایک مکان بایں قرار داد خریدا کہ اسکا ثمن اوسوقت ادا کرونگا جب کھیت کٹینگے تو شفیع فی الفور ثمن ادا کرکے شفعہ کے ذریعہ سے اوسکو نہیں لے سکتا ہی اسلیے کہ مشتری بیع فاسد سے اوسکا مالک ہوا ہی مگر میں کہتا ہوں عنقریب یہ مسئلہ آتا ہی کہ بیع فاسد کے اندر شفعہ ثابت نہیں ہوتا اگرچہ مشتری کا قبضہ ہو گیا ہو اسلیے کہ فسخ کا احتمال باقی رہتا ہی مگر عمارت وغیرہ بنالے سے اگر فسخ ساقط ہو جائے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہی۔

(٦١) وفي المبسوط الهبة بشرط العوض انما تثبت الملك للموهوب له اذا قبض الكل فلو وهب دارا على عوض الف درهم فقبض احد العوضين دون الآخر ثم سلم الشفيع الشفعة فهو باطل حتى اذا قبض العوض الآخر كان له ان ياخذ الدار بالشفعة۔

(٦١) ہبہ بشرط العوض میں موہوب لہ اوسوقت مالک ہوتا ہی جب عوض اور معوض دونوں قبضہ میں آجائیں لہذا اگر بعوض ہزار روپیہ کے ایک مکان ہبہ کیا اور صرف مکان یا صرف روپیہ پر کسی کا قبضہ ہوا تھا کہ شفیع نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس کا شفعہ باطل نہوگا اور جب دوسری عوض پر قبضہ ہو جائیگا تو شفیع شفعہ کے ذریعہ سے مکان کو لے لیگا۔

* * * *

باب ما تثبت هي فيه او لا تثبت

اس امر کا بیان کہ کن چیزوں میں شفعہ ثابت ہوتا ہی اور کن چیزوں میں نہیں ثابت ہوتا

(٦٢) لا تثبت قصدا الا في عقار ملك بعوض خرج الهبة هو مال

٦٢ اصالۃً صرف عقار کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہی بشرطیکہ بعوض کسی قسم کے مال کے انسان کو عقار کی ملکیت حاصل ہو

خرج المهر وان لم يكن يقسم خلافا للشافعي كرخي اي بيت الرحى مع الرحى نهاية وحمام وبير ونهر وبيت صغير لا يمكن قسمته.

اگرچہ وہ عقار ایسی چیز ہو جسکی تقسیم نہو سکے لہذا ہبہ کے طور پر یا مہر کے عوض مین اگر ملکیت حاصل ہو تو شفعہ ثابت نہین ہوتا اور امام شافعی رح کے نزدیک اوس عقار مین بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے جسکی تقسیم نہین ہو سکتی جسطرح پنچکی حمام کنوان نہر چھوٹا سا مکان۔

(۶۳) لا في عرض بالسكون ما ليس بعقار فيكون ما بعده من عطف الخاص على العام وذلك خلافا لمالك وبناء ونخل اذا بيعا قصدا ولو مع حق القرار خلافا لما فهمه ابن الكمال لمخالفته المنقول كما افاده شيخنا الرملي.

(۶۳) غیر منقولات مین اور کشتی مین شفعہ ثابت نہین ہوتا مگر کشتی مین امام مالک رح کا اختلاف ہے اور دیوار یا درخت مستقل طور پر فروخت ہو تو اوسمین بھی شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ حق قرار کے ساتھ اُنکی بیع کیجائے مگر ابن کمال نے اسکے خلاف سمجھا ہے اسلیے کہ حق قرار کے ساتھ فروخت ہونے سے وہ منقول کے منافی ہو جائیگی چنانچہ شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

* * * * * * * * *

(۶۴) ولا في إرث وصدقة وهبة لا بعوض مشروط ودار قسمت او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد ومهر وان قوبل ببعضها اي الدار مال لانه معنى البيع تابع فيه واوجبها في حصة المال۔

(۶۴) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا اوس ہبہ کے جسمین عوض کی شرط ہو کوئی مکان ملے یا ایک مکان کو شریک آپس مین تقسیم کرین یا بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کوئی مکان کرایہ پر لیا جائے یا بعوض ایک مکان کے بیوی اپنے خاوند سے خلع کرائے یا بعوض ایک مکان کے غلام کو آزاد کیا جائے یا قاتل مقتول کے وارثون کو ایک مکان دیکے صلح کرے یا ایک مکان مہر قرار دیا جائے تو ان مکانات مین شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مکان کے ایک حصہ کے عوض مین کچھ مال دیا جائے

(۶۵) او دار بيعت بخيار البائع ولم يسقط خياره فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخيار في الصحيح وقيل عند البيع وصحح۔

(۶۵) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور ساقط ہونے کے بعد ثابت ہو جائیگا بشرطیکہ اختیار کے ساقط ہوتے ہی طلب شفعہ پائی جائے قول صحیح یہی ہے اور بعض کے نزدیک قول صحیح یہ ہے کہ بیع کے

(۶۶) او بيعت الدار بيعا فاسدا ولم يسقط فسخه فان سقط حق فسخه كان بنى المشتري

(۶۶) اسیطرح اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہو تو جب تک فسخ کا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط

فيما تثبت الشفعة كما مر او رد بخيار رؤية او شرط او عيب بقضاء متعلق بالاخير فقط خلافا لما زعمه المصنف تبعا للدرر بعد ما سلمت اي اذا بيع وسلمت الشفعة ثم رد المبيع بخيار رؤية او شرط كيف ما كان او بعيب بقضاء فلا شفعة لانه فسخ لا بيع۔

ہوگیا مثلاً مشتری نے اوسمین کچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسیطرح اگر خیار رویت یا شرط کیوجہ سے یا بحکم قاضی عیب کیوجہ ایک مکان واپس ہوا اور واپس ہونے سے پہلے شفیع شفعہ کو ترک کرچکا تھا تو شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ وہ بیع نہین ہی بلکہ پہلی بیع کا فسخ ہی۔ درر کے موافق مصنف کا گمان یہ ہی کہ خیار رویت اور شرط مین بھی واپس کرنے کے لیے قاضے کا حکم چاہیے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(٦٧) بخلاف الرد بعيب بعد القبض بلا قضاء او باقالة فان له الشفعة لان الرد بعيب بلا قضاء والاقالة بمنزلة بيع مبتدأ ۔

(٦٧) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی عیب کی وجہ سے مکان کو واپس کردیا یا باہمی رضامندی بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ بغیر حکم قاضی عیب کیوجہ سے واپس کرنے اور اقالہ کرنیکا بیع جدید کا حکم ہی۔

(٦٨) وتثبت الشفعة للعبد المأذون المستغرق بالدين احاطة الدين برقبته وكسبه ليس بشرط ابن كمال في مبيع سيده ۔

وتثبت لسيده في مبيعه بناء على ان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء وشراء احدهما من الآخر يجوز۔

(٦٨) اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اُسکا ایک غلام ہی جسکو اسنے تجارت کی اجازت دے رکھی ہی اور یہ غلام لوگون کے قرض مین مستغرق ہی تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اور اسقدر دین کا ہونا شرط نہین ہی کہ اوسکی ذات اور مال کو محیط ہو اسیطرح اگر ایسا غلام کوئی مکان فروخت کرے تو مالک کو بھی شفعہ ہوجاتا ہی اسلیے کہ بذریعہ شفعہ کے مکان کا لینا خریدنے کے حکم مین ہی اور ایسے غلام اور مالک کے مابین خرید فروخت ہوسکتی ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤

(٦٩) وتثبت لمن شرى اصالة او وكالة او اشترى له بالوكالة او فائدته انه لو كان المشتري او الموكل بالشراء شريكا وللدار شريك آخر فلهما الشفعة ولو هو شريكا وللدار جار فلا شفعة

(٦٩) اگر ایک شخص اصالتًا یا وکالتًا ایک مکان خریدے یا دوسرے کو وکیل کرکے خریدے تو اُسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اور اُسکا نتیجہ یہ ہی کہ یہ خریدنے والا یا موکل اوس مکان کے اندر شریک ہو اور اوس مکانمین ایک شریک اور ہو تو اُن دونون کا شفعہ ثابت رہیگا اور اگر شریک فقط یہی ہی مگر ایک شخص اوس مکان کا

بقیہ

لجار مع وجوده۔

جار بھی ہو تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہو گا۔

(۷۰) لاشفعة لمن باع اصالة او وكالة او بيع له اى وكل بالبيع او ضمن الدرك والاصل ان الشفعة تبطل باظهار الرغبة عنها لا فيها۔

(۷۰) اگر اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان کو فروخت کیا یا کسی دوسرے نے اوسکی طرف سے فروخت کیا یا یہ شخص بائن طور ضامن ہو گیا کہ اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون ان سب صورتون مین اس شخص کو شفعہ کا استحقاق نرہیگا اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جس چیز سے شفیع کا شفعہ سے اعراض ظاہر ہو

باب ما يبطلها

اون امور کا بیان جنسے شفعہ باطل ہوجاتا ہے

(۷۱) يبطلها ترك طلب المواثبة تركه بان لا يطلب فى مجلس اخبر فيه بالبيع ابن كمال وتقدم ترجيحه او ترك طلب الاشهاد عند عقار او ذى يد لا الاشهاد عند طلب المواثبة لانه غير لازم مع القدرة كما مر

(۷۱) قول مرجح یہی ہی کہ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوس جلسہ مین اوسنے طلب مواثبت نہین کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر مکان یا بائع یا مشتری کے پاس جاکر طلب مواثبت کے بعد باوجود امکان کے طلب اشہاد نکی تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔ مگر طلب مواثبت کے وقت گواہ کرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ گواہ کرنا ضروری نہین ہی۔

(۷۲) ويبطلها تسليمها بعد البيع علم بالسقوط او لا فقط لا قبله كما مر ولو تسليمها من اب او وصى خلافا لمحمد فيما بيع بقيمته او اقل ملتقى۔

(۷۲) اگر بیع کے بعد شفعہ کو ترک کردیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا خواہ شفیع کو اختیار کے ساقط ہونے کا علم ہو یا نہو اور بیع سے قبل ترک کردینے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر باپ یا وصی نے شفعہ کو ترک کردیا تو بھی نابالغ کا شفعہ باطل ہوجائیگا اور جس صورت مین

(۷۳) الوكيل يطلبها اذا سلم الشفعة او اقر على الموكل بتسليمه الشفعة صح لو كان التسليم او الاقرار عند القاضى والا لم يصح لكنه يخرج من الخصومة

(۷۳) اگر ایک شخص کو طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کردیا یا اسبات کا اقرار کیا کہ میرے موکل نے شفعہ کو ترک کردیا ہو تو شفعہ باطل ہوجائیگا بشرطیکہ قاضی کے روبرو یہ وکیل ترک یا اقرار کرے ورنہ باطل نہو گا البتہ اوسکے اوپر دعوی نہو سکیگا

(۷۴) وسكوت من يملك التسليم تسليم۔

(۷۴) جو شخص شفعہ کو زبان سے ترک کرسکتا ہو اوسکا سکوت کرنا بھی زبان سے ترک کرنے کے حکم مین ہی۔

(۷۵) ويبطلها صلحه منها على عوض

(۷۵) اگر شفیع مدعی علیہ سے بجز اس مکان کے کچھ مال

الی غیر المشفوع لما یاتی وعلیہ ردہ لانہ رشوۃ۔ ویبطلہا بیع شفعتہ بمال ولا یلزم المال وکذا الکفالۃ بالنفس بخلاف القود۔

لیکن صلح کرلی تو شفعہ بھی باطل ہوجائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا اسلیے کہ وہ رشوت ہے اسیطرح اگر کوئی شخص شفعہ کو بعوض کچھ مال کے فروخت کرڈالے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور مال لازم نہیں ہوتا اور کفالت کا بھی یہی حکم ہے بخلاف قصاص کے۔

(۷۶) ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا للجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعتہ۔

(۷۶) اگر شفیع نے مشتری سے نصف ثمن دیکر نصف مکان کے لینے پر صلح کرلی تو صحیح ہوگی اور اگر اوس مکان میں سے ایک کمرہ کے لینے اور اوسکے بقدر ثمن ادا کرنے پر صلح کی تو صحیح نہوگی اسلیے کہ لیتے وقت ثمن مجہول ہے مگر اوس کا شفعہ نہ ساقط ہوگا۔

(۷۷) ویبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا تبطل۔

(۷۷) اگر شفیع مکان کو لینے سے پہلے مرگیا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور وارثون کو شفعہ کا حق نہ رہیگا خواہ طلب شفعہ کے بعد مرا ہو یا اوس سے پہلے مگر شافعی رحہ کے نزدیک نہین باطل ہوتا اور اگر قاضی نے اوسکی زندگی مین شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(۷۸) لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق۔

(۷۸) اگر مشتری مرجائے تو شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(۷۹) ویبطلہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم ببیعہا ام لا وکذا لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا در ر۔

(۷۹) جس مکان کے ذریعہ سے شفیع کو شفعہ کا استحقاق تھا اگر وہ مکان شفیع نے فروخت کرڈالا اور ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا تو بہرحال اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کی بیع کا اوسوقت تک علم ہوا ہو یا نہو اسیطرح اگر شفیع اپنے مکان کو مسجد یا مقبرہ یا

مرد وقف کردیا کرے تو اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۸۰) ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب۔

(۸۰) اگر شفیع نے اپنا مکان فروخت کیا اور اپنے لیے اختیار اسکے اندر شرط کرلیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ ہنوز وہ مکان اوسکی ملک سے خارج نہین ہوا ہے۔

(۸۱) ویبطلہا شراء الشفیع من المشتری فلمن دونہ او مثلہ اخذہا منہ بالشفعۃ بالعقد الاول او الثانی بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء

(۸۱) اگر شفیع نے مشتری سے مکان مشفوعہ کو خریدا تو اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اس شفیع کے برابر درجہ کا یا ادنی درجہ کا شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے خواہ بیع اول کے اعتبار سے لیوے خواہ بیع دوم کے اعتبار سے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اول ہی مرتبہ اوس مکان کو

بیع

حيث لا شفعة لمن دونه۔

بائع سے خریدے کہ اسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اور اوس سے ادنی درجہ کو ثابت نہین

(۸۲) ولكن ان يبطلها ان استاجرها او ساومها بيعا او اجارة ملتقى او طلب منه ان يوليه عقد الشراء او ضمن الدرك مستدرك لشبامر انها تبطل فى الكل لدليل الاعراض زيلعى۔

(۸۲) اگر شفیع نے مشتری سے مکان کو کرایہ پر لیا یا اوس سے مکان کی قیمت یا کرایہ ٹھرایا یا مشتری سے اسبات کی درخواست کی کہ جتنے کو تونے خریدا ہی اوسی قیمت کو میرے ہاتھ فروخت کردے یا فروخت ہوتے وقت مشتری کے لیے ضامن ہوگیا کہ اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون تو ان سب صورتون مین اعراض کی دلیل پائے جانے سے شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۸۳) قيل للشفيع انها بيعت بالف فسلم ثم علم انها بيعت باقل او ببر او شعير او عددى متقارب قيمته الف او اكثر فله الشفعة ولو بان انها بيعت بدنانير او بعروض قيمتها الف فلا شفعة والفرق بينهما ان هذا قيمى وذاك مثلى فربما يسهل عليه وان كثر۔

(۸۳) شفیع کو اول معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا بعوض گیہون یا جو یا ایسی چیز کے جو شمار کے حساب سے فروخت ہوتی ہی وہ مکان فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ تو پھر اوسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا اور اگر دوسری مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ بعوض اشرفیون یا بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ایکہزار ہی تو شفعہ ثابت نہوگا اور فرق یہ ہی کہ یہ ذوات القیم مین سے ہین اور وہ ذوات الامثال مین سے اور بسا اوقات مثل کا دینا آسان ہوتا ہی اگرچہ

(۸۴) ولو علم ان المشترى زيد فسلم ثم بان انه بكر فله الشفعة ولو علم ان المشترى هو مع غيره كان له اخذ نصيب الغير لعدم التسليم فى حقه۔

(۸۴) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خرید اہی وہ یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا کہ بکر نے خریدا ہی تو اوسکو شفعہ ثابت ہوجائیگا اور اگر دوسری دفعہ یہ معلوم ہوا کہ زید نے اور بکر نے ملکر خریدا ہی تو بکر کے حصہ کو لیسکتا ہی زید کے حصہ کو نہین لے سکتا اسلیے کہ بکر کے حصہ مین اوسنے

(۸۵) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة فى الكل۔

(۸۵) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوا ہی اور یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا کل فروخت ہوا ہی تو وہ کل مکان مین شفعہ کرسکتا ہی۔

(۸۶) وفى عكسه بان اخبر بشراء الكل فسلم ثم ظهر شراء النصف لا شفعة له على الظاهر لان التسليم

(۸۶) شفیع کو اول معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوگیا بعد ازان معلوم ہوا اوسکا نصف فروخت ہوا ہی تو ظاہر مذہب کے موافق اوسکو اب شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ جب کل مکان مین شفعہ کو ترک کردیا تو

في الكل تسليم في كل ابعاضه بخلاف عكسه۔

اوس کے کل اجزا مین بھی ترک کر دیا بخلاف پہلی صورت کے۔

(۸۷) ثم شرع في الحيل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا في جانب حد الشفيع فلا شفعة لعدم الاتصال والقول بان نصب ذراعا سهو۔

(۸۷) بعض حیلے ایسے ہین جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے یا خود شفیع دعوی نہین کرتا۔ از انجملہ ایک حیلہ یہ ہے کہ بائع اپنے کل زمین کو فروخت کرے مگر ایک ذراع شفیع کے قریب سے بیع کے اندر مستثنی کر دے کہ اب وہ شفیع باقی زمین مین شفعہ کا دعوی نہین کر سکتا اسلیئے کہ باقی زمین کو اوسکی زمین سے اتصال نہین پایا جاتا۔

(۸۸) وكذا لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتري وقبضه۔

(۸۸) اگر ایک مکان مین سے صرف ایک ذراع ہبہ کے طور پر مشتری کو دیدیا اور مشتری کا اوسپر قبضہ کرا دیا اور باقی مکان کو اوسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو شفیع کچھ نہین کر سکتا ہے

(۸۹) وان ابتاع سهما منه بثمن ثم ابتاع بقيتها فالشفعة للجار في السهم الاول فقط والباقي للمشتري لانه شريك۔

وحيلة كله ان يشتري الذراع او السهم بكل الثمن الا درهما ثم الباقي بالباقي وليس له تحليفه بالله ما اردت به ابطال شفعتي وله تحليفه بالله ان البيع الاول ما كان تلجئة مؤيد زاده معزيا للوجيز۔

(۸۹) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری مکان کے ایک حصہ کو یا بالفرض ایک گز زمین کو جو شفیع کی زمین سے متصل ہے پورے مکان کے ثمن مین سے ایک روپیہ کم کر کے خریدے بعد ازان باقی مکان کو ایک روپیہ سے خریدے کہ یہان صرف پہلے حصہ مین شفیع دعوی کر سکتا ہے مگر گرانی کی وجہ سے وہ اوسکو نہ لیگا اور باقی مکان مین دعوی نہین کر سکتا اسلیئے کہ مشتری اوس مکان کا شریک اور یہ شفیع اوسکا جار ہے اور شریک کو جار پر تقدم ہے اور اس صورتین یہ شفیع اسبات کا حلف نہین لے سکتا کہ یہ کارروائی مین نے تیرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے نہین کی البتہ اسبات کا حلف لیسکتا ہے کہ یہ بیع جو میرے اور مشتری کے مابین ہوئی ہے فرضی طور پر نہین تھی۔

(۹۰) وان ابتاعه بثمن كثير ثم دفعه ثوبا عنه فالشفعة بالثمن لا بالثوب فلا يرغب فيه وهذه حيلة تعم الشريك والجار لكنها تضر بالبائع اذ يلزمه كل الثمن اذا يستحق المنزل فالاولى بيع دراهم الثمن بدينار

(۹۰) ایک حیلہ ایسا ہے کہ اوسمین نہ شریک کا شفعہ چلسکتا ہے نہ جار کا چل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ بائع اوس مکان کو مشتری کے ہاتھ بہت زیادہ ثمن سے فروخت کرے اور یہ مشتری بعوض اوس ثمن کے بائع کو ایک کپڑا دیدے جسکی قیمت مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو کہ اس صورت مین اگر شفیع مکان کو لینا چاہیگا تو اوس کپڑے کی قیمت دیکر نہین لے سکیگا بلکہ اوسکو وہی ثمن دینا پڑیگا جو بیع کے وقت قرار پایا ہوگا۔ اسمین بائع کا ضرر ہے اسلیئے کہ اگر بالفرض

ليبطل الصرف اذا استحق وحيلة اخرى احسن واسهل وهي المتعارفة في الامصار ذكرها بقوله۔

وكذا لو اشترى بدراهم معلومة بوزن او اشارة مع قبضة فلوس اشير اليها وجهل قدرها وضيع الفلوس بعد القبض في المجلس لان جهالة الثمن تمنع الشفعة

درر قلت ونحوه في المضمرات۔

وينبغي ان الشفيع لو قال انا اعلم قيمة الفلوس وهي كذا ان ياخذها بالدراهم وقيمتها كما لو اشترى دارا بعرض او عقار للشفيع اخذها بقيمته كما مر

قاله۔

المصنف ثم نقل عن مقطعات الظهيرية ما يوافقه قلت ووافقه في تنوير البصائر واقره شيخنا لكن تعقبه ابنه في زواهر الجواهر بانه مخالف للاول وما في المتون والشروح مقدم على الفتاوى كما مر مرارا انتهى۔

مکان کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کو وہی ثمن واپس کرنا پڑیگا جو دیا ہے اور اگر یہ کیا جائے کہ اوسکا ثمن روپیہ قرار دیکر اشرفیان اوسکے بدلہ لے لی جائین کہ حق برآمد ہونے سے یہ اشرفیون کا روپیہ کے ساتھ بیع باطل ہوجائیگی اور اشرفیان واپس کرنا پڑینگی۔ اور ایک حیلہ مشہور و متعارف یہ ہے کہ مثلاً ایک مکان کچھ روپیون کے ساتھ فروخت کیا جائے جنکی تعداد معلوم بلا وزن یا اشارہ سے انکو متعین کردیا جائے اور روپیہ کے ساتھ ایک مٹھی پیسے بھی دیدیے جائین جنکی تعداد بھی مجہول ہو۔ مگر صرف اشارہ سے انکو متعین کردیا جائے اور اوسی جلسہ مین قبضہ کرلینے کے بعد وہ پیسے کہین صرف کردیے جائین تو اب شفیع اوس مکان کو نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ اسوقت اوسکے ثمن کا تعین نہین ہوسکتا مگر اس صورت مین اگر شفیع بیان کرے کہ پیسون کی قیمت مجھکو معلوم ہے اور وہ قیمت یہ ہے تو مناسب ہے کہ وہ مکان شفیع کو روپیہ کے بدلہ روپیہ اور پیسون کے بدلہ اونکی قیمت لیکر دلا دیا جائے جسطرح کوئی مکان بعوض مکان یا بعوض غلام وغیرہ کی فروخت ہو تو شفیع کو اونکے بدلہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے مصنف کا قول یہی ہے پھر مقطعات ظہیریہ سے بھی اسی کے مطابق نقل کیا ہے۔ مین کہتا ہون تنویر الابصار مین بھی اوسکی موافقت کی ہے اور ہمارے اوستاد نے بھی اوسکو تسلیم کیا ہے مگر اونکے فرزند نے زواہر الجواہر مین انکا تعاقب کیا ہے کہ یہ قول پہلے قول کے مخالف ہے اور متون اور شروح کے اندر جو مسائل مذکور ہین فتاوے پر اون کو تقدم ہے چنانچہ کئی مرتبہ ہم اسبات کو پہلے بھی بیان کرچکے ہین۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۹۱) وقدمنا انه لاشفعة فيما بيع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا اسقط الفسخ بالبناء ونحوه

(۹۱) بیع فاسد کے اندر شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مشتری کا قبضہ ہوگیا ہو اسلیے کہ اوسمین فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے البتہ جسوقت کہ یہ احتمال جاتا رہے مثلاً مشتری زمین کے اندر عمارت

وجبت واللہ اعلم۔

وغیرہ بنالے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا واللہ اعلم۔

۹۲، تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی۔

۹۲، کسی کا شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد اوسکے ساقط کرنے کے واسطے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے مثلا شفیع سے کہنا کہ تو مجھسے مکان خریدیگا اگروہ دہوکہ مین آگیا اور اوسنے کہا اچھا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

۹۳، واما الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لاتکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ وبعدہ وھو الکراھۃ فی الزکوۃ والحج وآیۃ السجدۃ جوھرۃ ولاحیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیۃ قال وطلبناھا کثیرا فلم نجدھا۔

۹۳، ثبوت شفعہ سے پہلے اگر حیلہ کیا جائے جس سے شفعہ نہ ثابت ہونے پائے تو ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے مگر محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور فتوی ابو یوسف رح کے قول پر ہے اور سراجیہ کے اندر حیلہ کرنے کو اوس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے جسمین جار کو اوسکی ضرورت نہو اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اور زکوۃ وحج وآیت سجدہ کے اندر حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ فقہار کے کلام مین اسقاط حیلہ کے لیے بھی کوئی حیلہ کرنا مذکور نہین ہے بزازیہ والے نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اس کی بہت تلاش کی مگر ہم کو نہین ملا۔

* * * * *

۹۴، اذا اشتری جماعۃ عقارا والبائع واحد تعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددھم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وھو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لایتعدد الاخذ بہا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدھم فلم تتفرق الصفقۃ بلافرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سمی لکل بعض ثمنا

۹۴، اگر چند لوگون نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو اختیار رہتا ہے کہ صرف ایک خریدار کے حصہ کو شفعہ کے ذریعہ سے لیلے اور باقی کے حصہ کو ترک کردے اور اگر چند لوگون سے ایک مکان مشترک ایک شخص نے خریدا تو شفیع کو اختیار نہوگا کہ صرف ایک بایع کے حصہ کو لیلے اور باقی کو ترک کردے بلکہ یا تو اوسکو کل مکان لینا پڑے گا یا بالکل ترک کرنا پڑے گا اسلیے کہ اس صورت مین ایک بیع کا مشتری پر تفرقہ لازم آیگا بخلاف پہلی صورت کے کہ اوسکے اندر شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور عقد کی تفریق نہ لازم آئیگی اور اس حکم مین اسبات کی کچھ تخصیص نہین ہے کہ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ ہر حصہ مکان یا ہر ایک مشتری کا جداجدا ثمن قرار پایا ہو یا اسکی کچھ تفصیل نہو اسلیے کہ یہان اتحاد بیع کا اعتبار ہے

بیع

اوسمى لكل جملة لان العبرة هنا لاتحاد الصفقة لا لاتحاد الثمن۔

اتحاد ثمن کا اعتبار نہیں ہے۔

* * * * *

(٩٥) واعلم انه لوطلب الحصة فهو على شفعته۔

(٩٥) معلوم کرو کہ صورت مذکورہ مین اگر شفیع نے صرف ایک حصہ مین شفعہ طلب کیا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(٩٦) ولو اشترى دارين او قريتين بمصرين بصفقة اخذهما شفيعهما معا او تركهما لا احدهما ولو احداهما بالمشرق والاخرى بالمغرب شرح مجمع وياتى۔

(٩٦) اگر دو مکان یا دوگانون جو دو شہرونکے اندر واقع ہین ایک بیع سے فروخت ہوے اور ایک شخص کا ان دونون مین شفعہ ہو تو اس شفیع کو اختیار ہوگا کہ ان دونون کو معًا لیلے یا دونون کو ترک کردے صرف ایک کو نہین لے سکتا ہو اگرچہ ایک مشرق مین اور دوسرا مغرب مین ہو۔

(٩٧) والمعتبر في هذا اى العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد به دون المالك فلو وكل واحد جماعة فللشفيع اخذ نصيب بعضهم

(٩٧) وحدت اور تعدد کے اندر صرف عقد کرنے والے کا اعتبار ہو اسلیے کہ عقد کے احکام اوسیکے ساتھ متعلق ہوتے ہین اصل مالک کا اسمین کچھ اعتبار نہین ہو لہذا اگر ایک شخص نے چند لوگون کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ صرف ایک وکیل کے حصہ کے قدر لے

(٩٨) اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسم المشترى البائع اخذ الشفيع نصيب المشترى الذى حصل له بالقسمة وان وقع في غير جانبه على الاصح وليس له اى للشفيع نقضها مطلقا سواء قسم بحكم اورضى على الاصح لانها من تمام القبض حتى لوقاسم الشريك كان للشفيع النقض كما ذكره بقوله بخلاف ما اذا باع احد الشريكين نصيبه من دار مشتركة وقاسم المشترى الشريك الذى لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه كنقض بيعه وهبته كما لو

(٩٨) اگر ایک شخص نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خرید کر بعد ازان بائع سے اوس نے مکان کو تقسیم کر لیا تو جس طرف کا حصہ مشتری کے حصہ مین آئیگا شفیع کو وہی حصہ لینا پڑے گا خواہ وہ حصہ شفیع کے مکان سے متصل نہو قول صحیح یہی ہے اور نیز قول صحیح کے موافق شفیع کو اوس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوگا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے ہو اسلیے کہ تقسیم قبضہ کرنے کا تتمہ ہے بخلاف اوس صورت کے کہ زید و عمر ایک مکان مین شریک ہین اور عمر اپنا حصہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دے بعد ازان مشتری زید سے مکان کو تقسیم کرے تو شفیع کو اس تقسیم کے باطل کرنے کا استحقاق ہوگا جسطرح مشتری کی بیع اور ہبہ وغیرہ کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار ہوتا ہے علے ہذا القیاس اگر دو شخص ایک مکان کو خریدین جسمین یہ دونون شفیع ہون بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہو جائے اور اس عرصہ مین یہ دونون مشتری مکان کو باہم تقسیم کیے ہون

اشتری اثنان دارا وھما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمۃ ضرورۃ صیرورۃ النصف ثلثا شرح وھبانیہ۔

خواہ باہمی رضامندی سے تقسیم کرین یا بحکم قاضی تو اس تیسرے کو اونکی تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ اب وہ مکان اون دونون کو نصف نصف نہ ملیگا بلکہ ثلث ثلث ملیگا۔

(۹۹) اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یسکن فیھا الشفیع الذی ھو الجار فالقول للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ وللجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم وان انکر المشتری طلب الاشھاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ محیط بہ علما دون الاول حاوی الزاھدی ولو برھنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری فروع۔

(۹۹) اگر شفیع بالجوار اور مشتری کے مابین اسبات مین اختلاف ہوا کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع دعوی کرتا ہے وہ اوسکی ملک ہے یا نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ استحقاق شفعہ سے منکر ہے اور شفیع کو ابو یوسف رح کے نزدیک یہ اختیار ہوگا کہ مشتری سے باین طور حلف لے کہ خدا کی قسم مجھی نہین معلوم کہ وہ مکان شفیع کا ہے اور اسی پر فتوی ہے جسطرح مشتری طلب مواثبت کرنے سے منکر ہو تو شفیع مشتری سے اوسکے علم کے موافق حلف لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ شفیع نے مجھسے ملاقات کے وقت طلب اشہاد نہین کی تو مشتری سے قطعی طور پر حلف لیا جائیگا اسلیے کہ اوسمین شک کا احتمال نہین ہے بخلاف صورت اول کے اور اگر دونون نے گواہ پیش کردئے تو شفیع کے گواہون کو تقدم ہوگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کے گواہ مقدم ہون گے۔

(۱۰۰) باع ما فی اجارۃ الغیر وھو شفیعھا فان اجاز البیع اخذھا بالشفعۃ والا بطلت الاجارۃ وان ردھا۔

(۱۰۰) ایک مکان کسی کے پاس کرایہ پر ہے اور اوس کرایہ دار کا اوسمین شفعہ بھی ہے اب مالک مکان نے مکان کو فروخت کیا اور شفیع کی اجازت پہ اوسکو موقوف کیا اشفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو اوسکا شفعہ نہ باطل

(۱۰۱) شری لطفلہ والاب شفیعہ فلہ الشفعۃ والوصی کالاب۔

قلت ولکن فی شرح المجمع ما یخالفہ فتنبہ۔

(۱۰۱) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور اوس شخص کا اوس مکان مین شفعہ بھی تھا تو شفعہ نہ باطل ہوگا اور وصی کو بھی باپ کا حکم ہے مین کہتا ہون مگر شرح مجمع مین اسکے خلاف بیان کیا ہے۔

[illegible]

(١٠٢) لو كانت دار الشفيع ملاصقة لبعض المبيع كان له الشفعة فيما لازقه فقط ولو فيه تفريق الصفقة

(١٠٢) اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین متعدد کمرے ہین اور ایک شخص کا مکان صرف ایک کمرہ سے ملا ہوا ہو تو اس جاگہ صرف اوس کمرہ مین شفعہ ہوگا اگرچہ اوسمین عقد واحد کی تفریق لازم آئیگی

(١٠٣) الابراء العام من الشفيع يبطلها قضاء مطلقا لا ديانة ان لم يعلم بها۔

(١٠٣) اگر شفیع نے بائع سے کہدیا کہ تیرے اوپر جو کچھ میرا حق ہو مین تجکو اوس سے بری کرتا ہون اور اسکو یہ معلوم نہو کہ اسکے اوپر میرا شفعہ ہے تو عند القاضی [illegible]

(١٠٤) اذا صبغ المشتري البناء فجاء الشفيع خير ان شاء اعطاه مازاد الصبغ او ترك۔

(١٠٤) اگر مشتری نے اوس مکان پر قلعی وغیرہ کرادی بعد ازان شفیع نے حاضر ہو کر دعوی کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ ثمن کے ساتھ قلعی وغیرہ کی لاگت بھی دیکر مکان کو لیلے یا بالکل چھوڑ دے۔

(١٠٥) اخر الجار طلبه ليكون القاضي لا يراها فهو معذور۔

(١٠٥) اگر شفیع کے شہر مین ایسا قاضی کوئی نہین تھا جو شفعہ پاڑوس کو تجویز کرتا ہو اسواسطے اوسنے طلب تملک مین تاخیر کی تو اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا

(١٠٦) يهودي سمع بالبيع يوم السبت فلم يطلب لم يكن عذرا قلت يوخذ منه ان اليهودي اذا طلب خصمه من القاضي احضاره يوم سبته فانه يكلفه الحضور ولا يكون سبته عذرا وهي واقعة الفتوى قاله المصنف قلت وهي في واقعات الحسامي۔

(١٠٦) اگر شفیع ایک یہودی شخص ہے اور ہفتہ کے روز اسکو بیع کا حال معلوم ہوا اسوجہ سے اوسنے طلب شفعہ نہین کی تو وہ معذور نہوگا اور شفعہ باطل ہو جائیگا۔ مین کہتا ہون اس سے ایک یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر یہودی کے اوپر کوئی شخص دعوی کرے اور یہ مدعی قاضی سے ہفتہ کے روز اوسکے حاضر کروانے کی درخواست کرے تو ہفتہ کی وجہ سے وہ معذور نہوگا بلکہ اسکو حاضر ہونا پڑیگا واقعۃ الفتوی مین اسی کا بیان کیا ہے مین کہتا ہون واقعات حسامی مین بھی

(١٠٧) ادعى الشفيع على المشتري انه احتال لابطالها يحلف في الوهبانية خلافه قلت وسنذكره لان ابن المصنف في حاشيته للاشباه ايده بما لا مزيد عليه فليحفظ۔

(١٠٧) شفیع نے مشتری پر اسبات کا دعوی کیا کہ تو نے میرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے حیلہ کیا ہے تو شفیع اوس سے حلف لے سکتا ہے مگر وہبانیہ مین اوسکے خلاف مذکور ہے مین کہتا ہون اسکو عنقریب ہم بیان کرینگے اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے حاشیہ مین نہایت درجہ اسکی تائید کی ہے۔

(١٠٨) تعليق ابطالها بالشرط جائز۔

(١٠٨) ابطال شفعہ کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنا جائز ہے۔

(١٠٩) له دعوى في رقبة الدار وشفعته فيها يقول هذه الدار داري وانا

(١٠٩) اگر ایک شخص کسی مکان مین شفعہ کا بھی مدعی ہے اور خود اوس مکان کے مالکیت کا بھی مدعی ہے تو یہ بات ممکن ہے مگر اوسکو

ادعیها فان وصلت الی والا انا علی شفعتی فیها

بایں طور دعوی کرنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہے اور میں اسکا مدعی ہوں اگر وہ

(۱۱۰) استولی الشفیع علیها بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما والا کان ظالما۔

(۱۱۰) اگر بغیر حکم قاضی شفیع نے مکان پر قبضہ کر لیا تو دیکھا جائیگا کہ اوسنے کیونکر قبضہ کیا ہے اگر کسی عالم کے قول پر اعتماد کر کے ایسا کیا ہے تو کچھ ظلم نہوگا ورنہ وہ ظالم سمجھا جائیگا۔

(۱۱۱) اشیاء علی عدد الرؤس لعقل الشفعة واجرة القسام والصریق اذا اختلفوا فیه الکل فی الاشباه۔

(۱۱۱) چند چیزیں ایسی ہیں کہ جتنے لوگ اونکے شریک ہوتے ہیں اونپر وہ چیزیں برابر برابر تقسیم ہوتی ہیں اگرچہ اونکی شرکت مختلف طور پر ہو۔

(۱۱۲) لا شفعة لمرتد عنایة۔

(۱۱۲) مرتد کا شفعہ نہیں ثابت ہوتا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۱۳) صبی شفیع لا ولی له لا تبطل شفعته وان نصب القاضی فیما یطلبها جاز جواهر۔

(۱۱۳) ایک نابالغ کا کسی مکان میں شفعہ ہے اور اسکا کوئی ولی نہیں ہے تو اوسکا شفعہ نہ باطل ہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرف سے کسی شخص کو طلب کے لیے مقرر کر دے جو اوسکا پیرو کار ہو تو بھی جائز ہے۔

(۱۱۴) شری کرما له شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلها المشتری ثم اتی الشفیع واخذه ان الاشجار وقت القبض مثمرة سقط بقدره والا لا لانه لا حصة له من الثمن حینئذ مؤید زاده معزیا لواقعات الحسامی۔

(۱۱۴) ایک شخص نے باغ خریدا اور اوسکا شفیع غائب تھا اس عرصہ میں درختوں پر پھل تیار ہوگئے اور مشتری نے اونکو کھا لیا اوسکے بعد شفیع نے حاضر ہوکر شفعہ کے ذریعہ سے باغ کو لے لیا تو دیکھا جائیگا کہ مشتری کے قبضہ میں جس وقت وہ باغ آیا ہے اوس وقت اوسکے اوپر پھل تھا یا نہیں اگر اوس وقت پھل تھا تو بقدر اوسکے شفیع سے ثمن میں کمی ہوجائیگی ورنہ کمی نہوگی اسواسطے کہ ثمن کا کوئی حصہ ایسی صورتیں اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

(۱۱۵) وفی الوهبانیة ویاخذ فیما اشتری لصغیره اب ووصی للبلوغ تؤخر ولیس له تفریق دارین بیعتا ولو غیر جار فالتفرق احله وما ضر اسقاط التحیل مسقطا وتحلیفه فی المنکر لا شك انکره

(۱۱۵) وہبانیہ میں بیان کیا ہے اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کے لیے ایک مکان خریدا جسمیں انکا شفعہ ہے تو انکا شفعہ باطل ہوگا مگر اوسکی مدت بلوغ تک تاخیر کیجائیگی اور اگر ایک شخص نے دو مکان فروخت کیے جنمیں کسیکا شفعہ ہے تو اس شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ ایک مکان کو خرید لے اور دوسرے کو چھوڑ دے اور اگر دوسرے مکان کا جار دوسرا ہے تب تو خواہ مخواہ تفریق کیجائیگی اور اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور حیلہ کرنیکی

تمام شد

شرح الوقاية فی الفقه لمولانا عبيدالله بن مسعود بن تاج الشريعة

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(١) م هی تملك عقار علی مشتريه جبرا بمثل ثمنه ش ای بمثل ثمن المشتري وهو الثمن الذی اشتری به۔

(١) شفعہ کے معنے ہین مالک ہونا عقار کا مشتری پر جبر کرکے اوس کی مثل ثمن ادا کرکے یعنے جس ثمن سے مشتری نے لیا ہے اوسیکے مثل ثمن دیکر جبرا اُس سے لے لینا۔

(٢) م وتجب بعد البيع ش المراد بالوجوب الثبوت۔

(٢) شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔

(٣) م وتستقر بالاشهاد ش اذ حق الشفعة قبل الاشهاد متزلزل لانه بحيث لو اخر فی الطلب تبطل فاذا اشهد استقرای لاتبطل بعد ذلك بالتاخير۔

(٣) گواہ کرنے سے شفعہ کا استحکام ہو جاتا ہے اسلئے کہ حق شفعہ طلب اشہاد کے پہلے متزلزل رہتا ہے کیونکہ شفیع اگر اوسکی طلب مین تاخیر کرے تو باطل ہو جائیگا اور اگر طلب اشہاد کردے تو اُسکا استحکام ہو جائیگا اب اسکے بعد تاخیر کرنے سے اوسکا بطلان نہین ہوسکتا۔

(٤) م ويملك بالاخذ بالتراضی

(٤) شفیع زمین کا اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ

او بقضاء القاضي بقدر رؤس الشفعاء لا الملك ش اي انما يملك العقار اذا اخذه لا الشفيع برضا وبرضى المشتري وقوله او بقضاء القاضي عطف على الاخذ لا على التراضي لان القاضي اذا احكم يثبت الملك للشفيع قبل اخذه۔

اپنی خوشی سے وہ زمین اوسکو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے اور اوسکی تقسیم موافق تعداد شفعاء کے ہوتی ہے نہ بقدر حصے کے یعنے شفیع اوس عقار کا مالک جبھی ہوتا ہے کہ باہمی رضامندی سے عقار کو مشتری سے لیلے اگر بغیر اوسکے رضامندی کے لیگا تو مالک ہو جائیگا اور بقضاء القاضی کا عطف لفظ اخذ پر ہے نہ التراضی پر اسلیے کہ جب اوسکے لیے قاضی کا حکم ہو جائیگا تو لینے سے قبل اوسکی ملکیت ثابت ہو جائیگی۔

(۵) م للخليط في نفس المبيع ثم له في حق المبيع ش اي ثم للشريك في حق المبيع۔

(۵) اور اشفعہ اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہے اور ان بعد اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جسنے شریک سے اپنا حصہ جدا کر لیا ہو مگر حقوق مبیع مین اوسکی شرکت باقی ہے۔

(۶) م كالشرب والطريق الخاصين ش كشرب نهر لا تجري فيه السفن وطريق لا ينفذ۔

(۶) طریق خاص اور شرب خاص مین شرکت ہونے سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکتی ہو۔

(۷) م ثم لجار ملاصق بابه في سكة اخرى كواضع جذع على الحائط ش انما ذكر واضع الجذع ليعلم انه جار وليس بخليط ولا يشترط للجار الملاصق وضع الجذع حتى لو لم يكن له شيء على الحائط يكون جارا ملاصقا۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد اوس جار کو حق شفعہ ہے جسکا مکان مکان مبیعہ سے ملا ہوا ہو لیکن اوسکے مکان کا دروازہ کسی دوسرے کوچہ کی طرف ہو مثلاً یہ شخص اپنے مکان کی کڑیان مکان مبیعہ پر رکھے کڑیان رکھنے والا جار ہی شمار کیا جائیگا شریک نہ شمار کیا جائیگا اور جار ملاصق کے لیے کڑیوں کا رکھنا کچھ ضروری نہیں ہے کہ اگر مکان مبیعہ کی دیوار پر اس جار کا کچھ بھی حق نہ ہوگا تب بھی وہ جار ملاصق سمجھا جائیگا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۸) وعند الشافعي رح لا يثبت الشفعة للجار بل للاولين۔

(۸) شافعی رح فرماتے ہین کہ شفعہ خاص خلیط فی نفس المبیع اور خلیط فی حق المبیع کے لیے ثابت ہوتا ہے نہ جار ملاصق کے لیے۔

(۹) م ويطلبها الشفيع في مجلس علمه بالبيع بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه ش مثل انا طالب

(۹) شفیع کو جب بیع کی اطلاع ہو تو مجلس علم مین وہ ایسے الفاظ سے شفعہ طلب کرے جنسے طلب شفعہ سمجھی جائے مثلاً یون کہے کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین نے شفعہ کی طلب کی اسکے کرخی رح قائل ہین۔

نحو

للشفعة اما طلبها و اعتبار مجلس العلم اختيار الكرخی۔

* * * *

(١٠) وعند بعض المشائخ رح ليس له خيار المجلس حتی ان سكت ادنی سكوت تبطل شفعته۔

(١٠) بعض مشائخ رح یہ فرماتے ہین کہ شفیع کو خیار مجلس نہین ہے بلکہ اوسکو جسوقت شفعہ کی خبر پہونچے فوراً اوسکی طلب کرے اگر تھوڑی سی دیر بھی سکوت کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

م و هو طلب مواثبة ش انما سمی بهذا ليدل علی غاية التعجيل كان الشفيع يثب و يطلب الشفعة۔

اور اس طلب کا نام طلب مواثبت ہوا اور طلب مواثبت کے نام رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس طلب مین بہت جلدی ہوتی ہے گویا کہ شفیع کودتا جاتا ہے اور شفعہ کو طلب کرتا جاتا ہے۔

(١١) م ثم يشهد عند العقار او علی من معه من بائع او مشتر فيقول اشتری فلان هذه الدار و انا شفيعها و قد كنت طلبت الشفعة و اطلبها الآن فاشهدوا عليه و هو طلب اشهاد ش۔

(١١) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کرنا چاہیے اور اوسکا یہ طریقہ ہے کہ شفیع عقار پر جا کر یا اوس شخص کے پاس کہ جسکے قبضہ مین وہ جایداد ہو خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یون کہے کہ اس مکان کو زید نے خریدا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون اور پہلے مین نے اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی مین اسکو طلب کرتا ہون تم اوسپر گواہ رہو۔

(١٢) اعلم ان هذا الطلب انما يجب عند التمكن من الاشهاد عند الدار او عند صاحب اليد حتی لو تمكن و لم يشهد بطلت شفعته۔

(١٢) معلوم کرو کہ یہ طلب ایک ضروری امر ہے جبکہ شفیع کو مکان یا قابض کے پاس جا کر گواہ کرنے کی قدرت ہو حتے کہ اگر باوجود قدرت کے طلب اشہاد نہ کی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

* * * * *

(١٣) و فی الذخيرة اذا كان الشفيع فی طريق مكة فطلب طلب المواثبة و عجز عن طلب الاشهاد عند الدار او عند صاحب اليد يوكل وكيلا ان وجد و ان لم يجد يرسل

(١٣) ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر شفیع مکہ کے راستہ مین ہو اور اوسنے بیع کا حال معلوم کرکے طلب مواثبت کی درخواست کی اور مکان یا قابض کے پاس جا کر طلب اشہاد سے عاجز ہوا تو جسوقت موقع پائے تو ایک وکیل کرے اور اگر کوئی وکیل دستیاب نہو تو اوسکو قاصد یا خط کا بھیجنا چاہیے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے

رسولا اوکتابا فان لم یجد فھو علی
شفعتہ فاذا حضر طلب وان وجد
ولم یفعل بطلت شفعتہ۔

تو وہ اپنے شفعہ پر قائم ہی اور جب حاضر ہو طلب کرے
اور اگر باوجود ان قدرت کے ان امور پر کچہ کارروائی نکی تو
اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴) م ثم یطلب عند قاض فیقول
اشتری فلان دار الکذا وانا شفیعھا
بدار لکذا الی نمرہ لیسلم الیّ وھو
طلب تملیک وخصومۃ وبتاخیرہ
لا تبطل الشفعۃ [۱۵] وقال محمد رح
اذا اخرہ شھرا بطلت وبہ یفتی
واذا طلب سأل القاضی الخصم
عنھا ش ای عن مالکیۃ الشفیع
الدار المشفوع بھا۔

(۱۴) شفیع کو ان طلبون کے بعد تیسری طلب قاضی کے
پاس یون کرنی چاہیے کہ زید نے فلان مکان خریدا
ہی اور مین اپنے فلان مکان کیوجہ سے اوس مکان بیعہ کا
شفیع ہون تم مشتری کو حکم دو کہ وہ مکان مجکو حوالہ کردے اور
اس طلب کا نام طلب تملیک اور طلب خصومت ہی اور اون
دونون طلبون کے بعد اس طلب مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل
نہین ہوتا [۱۵] امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر ایک مہینہ کی مدت تک
طلب تملیک مین تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا
اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

(۱۶) م فان اقر بملک ما یشفع
بہ او نکل عن الحلف علی العلم
بانہ مالک او برھن الشفیع
سألہ عن الشراء فان اقر بہ
او نکل من الحلف علی الحاصل او
السبب ش۔

(۱۶) جسوقت شفیع نے قاضی کے پاس جاکر اپنے شفعہ کی
درخواست کی تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ
شفیع اوس مکان کا مالک ہی جسکی وجہ سے وہ دعوی کرتا ہی یا نہین
اگر اقرار کرلیا یا اپنے علم پر قسم کہانے سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ سنادے
تو اسکے بعد قاضی کو اوس سے سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان
خریدا ہی یا نہین پس اگر اوسنے خریدنے کا اقرار کیا یا قسم کہانے سے حاصل

(۱۷) اعلم ان ثبوت الشفعۃ ان
کان متفقا علیہ یحلف علی الحاصل
باللہ ما یستحق ھذا الشفیع الشفعۃ
علیّ وان کان مختلفا فیہ کشفعۃ
الجوار یحلف علی السبب باللہ
ما اشتریت ھذہ الدار لانہ
ربما یحلف علی الحاصل بمذھب

(۱۷) معلوم کرو کہ جسجگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ ہی تو اوسجگہ
حلف حاصل پر لیا جائیگا کہ قسم خدا کی اس شفیع کا مجہپر استحقاق شفعہ
نہین ہی اور جس جگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ نہو بلکہ اوسمین
اختلاف ہو جیسے شفعہ جوار ہی تو وہان سبب پر حلف لیا جائیگا
کہ قسم خدا کی مین نے اس مکان کو نہین خریدا ہی اسواسطے کہ اگر یہان بھی
حاصل پر حلف لیا جائے تو اوسکو گنجائش ہی کہ موافق مذہب
شافعی رحمہ اللہ کے حلف کرے اور کتاب الدعوی مین

الشافعي رح وقد سبق في كتاب الدعوى۔

اوسکا بیان ہوچکا ہے۔

* * * * * *

(۱۸) م او برهن الشفيع قضى له بها وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى واذا قضى لزمه احضاره وللمشتري حبس الدار بقبض ثمنه فلو قيل للشفيع اد الثمن فاخر لا تبطل شفعته والخصم البائع ان لم يسلم ش اي خصم الشفيع البائع ان لم يسلم المبيع الى المشتري۔

(۱۸) اگر شفیع نے مدعی علیہ کے خریدنے پر گواہ سنادے تو قاضی ان سب صورتون مین شفعہ کا حکم دے دیگا اگرچہ شفیع نے وقت دعوی کے ثمن حاضر عدالت نکیا ہو اور جب قاضی شفیع کو شفعہ کا حکم دیدے تو اب شفیع کو ثمن کا حاضر کردینا لازمی بات ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ تا قبضہ ثمن مکان مشفوعہ کو روک رکھے اور اگر شفیع سے اداے ثمن کے لیے کہا گیا اور اوسنے اداے ثمن مین تاخیر کی تو شفعہ باطل نہوگا اور جب تک بائع نے مکان مشفوعہ کو حوالہ مشتری کے نہین کیا ہے تو شفیع کا مدعی علیہ بائع ہے

[illegible]

(۱۹) م ولا تسمع البينة عليه حتى يحضر المشتري فيفسخ بحضوره ش۔

(۱۹) جب تک کہ مشتری حاضر عدالت نہو تو اوسکے اوپر گواہی کی سماعت نہوگی اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکی موجودگی مین بیع کا فسخ ہونا چاہیے۔

(۲۰) انما يشترط حضور البائع والمشتري لان الملك له واليد للبائع فاذا سلم الى المشتري لا يشترط حضور البائع لانه صار اجنبيا۔

(۲۰) بائع اور مشتری کے حاضر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ملک مشتری کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر مکان مشفوعہ مشتری کے قبضہ مین آگیا ہو تو بائع کو اجنبی ہونے کی وجہ سے عدالت مین حاضر ہونے کی ضرورت نہین۔

(۲۱) م ويقضى للشفيع بالشفعة والعهدة على البائع ش حتى يجب تسليم الدار على البائع وعند الاستحقاق يكون عهدة الثمن على البائع فيطلب منه

(۲۱) اگر قاضی شفیع کو حکم شفعہ کا دے اور مکان مبیعہ بائع کے قبضہ مین ہے تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہوگی حتے کہ بائع پر مکان کا تسلیم کرنا ضروری ہے اور اگر مکان مین کسی کا حق بر آمد ہو تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہے اور اوسی سے مطالبہ ثمن کا کیا جا ئیگا۔

(۲۲) م وللشفيع خيار الرؤية والعيب وان شرط المشتري البراءة عنه۔

(۲۲) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا اگرچہ مشتری نے اوس سے ہر ایک قسم کی براءت شرط کرلی ہو

(۲۳) وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن صدق المشتری ش ای مع الحلف لان الشفیع یدعی استحقاق الدار عند نقد الاقل والمشتری ینکرہ۔

(۲۳) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو اوس مین مشتری کا قول مع حلف کے معتبر ہوگا اسلیے کہ شفیع فی الحقیقت اسبات کا مدعی ہے کہ مین تھوڑا ثمن دیکر اس مکان مبیعہ کا مستحق ہون اور مشتری اوس سے منکر ہے۔

(۲۴) م ولو برھنا فالشفیع احق ش ھذا عند ابی حنیفۃ ومحمد رح وجہتہما ما ذکرنا وایضا یمکن صدق البینتین بجریان العقد مرتین فیاخذ الشفیع بالاقل وعند ابی یوسف رح بینۃ المشتری احق لانہا اکثر اثباتا۔

(۲۴) اگر مشتری اور شفیع دونون نے اختلاف ثمن کی صورت مین اپنے اپنے گواہ سنا دیئے تو ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہون گے اون دونون کی دلیل ہم بیان کر چکے ہین اور نیز دونون کے گواہون کا سچا ہونا یون ممکن ہے کہ عقد بیع دو مرتبہ ہوئی ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بذریعہ اس کے کہ جو کم داموں سے ہوئی ہے لیلے اور ابو یوسف رح کے نزدیک اس صورت مین مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسلیے کہ اون سے زیادتی ثمن ثابت ہوتی ہے

(۲۵) م وان ادعی المشتری ثمنا وبائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ش ای بلا قبض الثمن فالقول للبائع۔

(۲۵) اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے یہ مکان اتنی قیمت پر خریدا ہے اور بائع نے اوس سے کم قیمت مین فروخت کرنے کا دعوی کیا اور مشتری کو ہنوز اس اختلاف کی صورت مین ثمن نہین وصول ہوا ہے تو بائع کا قول معتبر ہوگا۔

(۲۶) م ومع قبضہ للمشتری ش ای مع قبض الثمن القول للمشتری

(۲۶) اگر صورت مذکورہ بالا مین مشتری ثمن کو وصول کر چکا ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا۔

(۲۷) م واخذ فی حط الکل بالکل ش مسئلۃ حط البعض قد مرت فی باب المرابحۃ بقولہ والشفیع یاخذ بالاقل فی الفصلین۔

(۲۷) اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دے تو شفیع کو مشتری کے لیے کل قیمت دینی ہوگی اور بعض ثمن کے کم کر دینے کا مسئلہ باب المرابحت مین والشفیع یاخذ بالاقل فی الفصلین کے تحت مین گذر چکا ہے۔

(۲۸) م وفی الشراء بثمن مثلی بمثلہ وفی غیرہ بالقیمۃ وفی عقار بعقار اخذ کل بقیمۃ الاٰخر وفی ثمن

(۲۸) اگر مشتری نے بعوض ثمن مثلی کے مکان خریدا ہے تو شفیع کو بھی ثمن کا مثل دینا چاہیے اور اگر اوسنے ثمن غیر مثلی سے خریدا ہو تو شفیع کو ثمن کی قیمت دینا چاہیے اور اگر کوئی جائداد

موجل بحال او طلب فی الحال
واخذ بعد الاجل ش هذا عندنا
واما عند زفر والشافعی رح فی قوله
القديم فله ان ياخذه فی الحال
بالثمن الموجل۔

(۲۹) م ولو سكت عنه بطلت ش
ای ان سكت عن الطلب وصبر
حتی يطلب عند الاجل بطلت
شفعته۔

(۳۰) م وفی شراء ذمی بخمر او خنزير
والشفيع ذمی بمثل الخمر وقيمة الخنزير
والشفيع المسلم بقيمة كل وفی بناء
المشتری وغرسه بالثمن وقيمتهما
مقلوعين كما فی الغصب او كلف
المشتری قلعهما ش ای اخذ الشفيع
فيما اذا بنی المشتری او غرس بالثمن
وقيمتهما مقلوعين او كلف المشتری
قلع البناء والغرس والمراد بقيمتهما
مقلوعين قيمتهما مستحق القلع كما مر
فی الغصب وعن ابی يوسف رح انه
لا يكلف بالقلع بل يخير بين ان
ياخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس
وبين ان يترك وهو قول الشافعی
رح لان التكليف بالقلع من احكام
العدوان والمشتری هنا محق فی

بعوض کسی جايداد کے فروخت ہو تو ہر ايک جائداد کا شفيع
اوس جايداد کو دوسرے جايداد کی قيمت ادا کرکے ليگا اور
اگر قرض کے طور پر ايک مکان کی بيع ہوی تو شفيع کو اختيار ہے کہ خواہ
فے الحال ثمن ديکر اوس مکان کو لے يا قرض کی مدت پوری
ہونے تک انتظار کرے جب مدت پوری ہو جائے تو اوسکو ثمن ديکر ليلے

(۲۹) اگر شفيع نے طلب سے صورت مذکورہ مين سکوت کيا
تو اسکا شفعہ باطل ہو جائيگا۔

✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤

(۳۰) اگر ذمی نے بدلے شراب يا سوٴر کے مکان خريدا
اور اسکا شفيع بھی ذمی ہے تو شراب کے بدلہ شراب اور
سوٴر کے بدلہ اوسکی قيمت ديکر مکان کو لے سکتا ہے اور اگر
شفيع مسلمان ہے تو وہ دونون صورتون مين قيمت ديکر
مکان لے سکتا ہے۔ اور اگر شفيع مکان مشفوعہ کو ايسے
وقت مين لينا چاہے کہ مشتری نے اوسمين عمارت بنالی
يا درخت لگالئے ہون تو شفيع اوسکو زمين کا ثمن اور
درختون اور عمارت کی وہ قيمت ديکر لے جو اوکھاڑنے
کی غرض سے اونکی قيمت لگائی جائے يا مشتری کو عمارت کے
ڈھانے اور درختون کے گرانے پر مجبور کرے اور ابو يوسف رح
فرماتے ہين شفيع مشتری پر اوسکے اوکھاڑنے کا جبر نکريگا
بلکہ اوسکو صرف اختيار ہوگا کہ خواہ ثمن اور عمارت اور
درختون کی قيمت ديکر لے يا بالکل چھوڑ دے اور شافعی رح
کا بھی يہی قول ہے اسليئے کہ عمارت اور درختون کے
اوکھاڑنے کا اوسپر جبر کرنا ظلم ہے کيونکہ مشتری نے يہ عمارت
بيجا نہين بنائی ہے بلکہ اوسکو بنانے کا حق تھا حنفيہ رح

البناء قلنا بنی فی موضع تعلق بہ حق متاکد للغیر من غیر تسلیط۔

فرماتے ہین کہ مشتری نے ایسی جگہ مین عمارت بنالی ہی یا درخت لگائیے ہین جسمین غیر یعنی شفیع کا حق ثابت ہوا ہی اور شفیع نے اوسکو تصرف کا اختیار نہین دیا ہے۔

(۳۱) م ویرجع الشفیع بالثمن فقط ان بنی او غرس ثم استحقت ش ای ان اخذ الشفیع بالشفعۃ وبنی او غرس ثم استحقت الارض رجع بالثمن فقط ولا یرجع بقیمۃ البناء او الغرس علی احد بخلاف المشتری فانہ یرجع بقیمۃ البناء او الغرس علی البائع لانہ مسلط من جہتہ بخلاف الشفیع فانہ اخذ جبرا۔

(۳۱) اگر مشتری نے ایک مکان کو حق شفعہ مین لیکر اوسمین عمارت بنالی اور درخت لگائیے اسکے بعد اوسمین کسیکا حق برآمد ہوا تو ایسی صورت مین شفیع مشتری سے صرف ثمن واپس کرسکتا ہی اور عمارت اور درختون کی قیمت نہ بائع سے واپس کرسکتا ہے نہ مشتری سے بخلاف مشتری کے کہ اگر وہان ایسی صورت پیش آئے تو وہ عمارت اور درختون کی قیمت بائع سے واپس کرسکتا ہے اسلیے کہ مشتری نے بائع کی طرف سے اوس بیع پر تسلط حاصل کیا ہی بخلاف شفیع کے کہ اوس نے جبرا اوسپر قبضہ کیا ہے۔

\+ + + + +

(۳۲) م ویکل الثمن ان خربت او جف الشجر ش اشتری دارا فخربت او بستانا فجف الشجر فالشفیع ان اراد ان یاخذ بالشفعۃ یاخذ بجمیع الثمن۔

(۳۲) اگر مشتری نے ایک مکان خریدا ازان بعد وہ خراب ہوگیا یا اوسنے باغ خریدا اوسکے بعد درخت خشک ہوگئے تو اگر شفیع اوس مکان یا باغ کو لینے کا قصد کرے تو پورا ثمن دیکر اوسکو لے سکتا ہے مکان کے خراب ہونے اور درختونکے خشک ہوجانے سے اوسکی قیمت مین کمی نہین کرسکتا

(۳۳) م واخذ العرصۃ لا النقض بحصتہا ان ہدم المشتری البناء ش انما یاخذ بالحصۃ لان المشتری قصد الاتلاف وفی الاول تلف بآفۃ سماویۃ ولا یاخذ النقض لانہ لیس عقارا ولم یبق تبعا۔

(۳۳) اگر مشتری نے ایک مکان خریدکر اوسکو منہدم کردیا تو شفیع فقط زمین کی قیمت دیکر لے سکتا ہے اینٹ پتھر وغیرہ مشتری کا ہوگا اسلیے کہ مشتری نے خود اوسکے برباد کرنے کا قصد کیا تھا بخلاف پہلی صورت کے کہ وہان آفت سماوی سے وہ تلف ہوا ہی اور اینٹ پتھر اسلیے نہین لے سکتا کہ نہ وہ خود عقار ہی نہ تابع عقار کے ہی اسلیے

(۳۴) م وفی شراء ارض مع ثمر نخیل

(۳۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون اور پھل کے خریدا۔

مراد گری ہوئی عمارت کے ملبے سے ہی جو اینٹ پتھر وغیرہ ہین۔

فيها او لا ثمر عليها فاثمر معه اخذها بثمرها وبحصتها من الثمن ان جذه المشتري في الاول وبالكل في الثاني ش شري ارضا وذكر ثمر النخيل في البيع اذ لا يدخل بدون الذكر او شرى ولم يكن على الشجر ثمر فاثمر في يد المشتري فالشفيع ياخذ الارض مع الثمر في الفصلين وان جذه المشتري فالشفيع ياخذ الارض بدون ثمر النخيل لكن في الاصل الاول ياخذ بحصة الارض من الثمن وفي الاصل ياخذ بكل الثمن لان الثمر لم يكن موجودا وقت العقد فلا يقابله شئ من الثمن۔

یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس آکر درختون پر پھل آگیا تو شفیع کو اختیار ہے کہ دونون صورتون مین درخت اور پھل لیلے اور اگر مشتری نے اوسکو توڑ لیا تو پہلی صورت مین شفیع پھل کی قیمت منہا کرکے زمین کی قیمت دیگا اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑے گا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے تو وہ مبیع کے اندر بالذات داخل نہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوسکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

✦ ✦

م باب ما هي فيه او لا وما يبطلها

اس امر کا بیان کہ کن چیزون مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن چیزون مین نہین ثابت ہوتا اور کن چیزون سے باطل ہو جاتا ہے

ش اى باب ما يكون فيه الشفعة او لا يكون وما يبطل الشفعة۔

۳۵، م انما يجب قصدا في عقار ملك بعوض هو مال وان لم يقسم كرحى وحمام وبير ش اى الشفعة القصدية تختص بالعقار بخلاف غير القصدية

۳۵، شفعہ بالذات غیر منقول مین ثابت ہوتا ہے جو بعوض کسی قسم کے مال کے ملک مین داخل ہو اگرچہ اوس غیر منقول کی تقسیم نہوسکے جیسے چکی اور حمام اور کنوان یعنے شفعہ بالذات غیر منقول کے ساتھ مخصوص ہے اور جن چیزون کو منقولات کے ساتھ تعلق ہے او نمین بھی بالتبع

فانها تثبت فی غیر العقار فان الشجر والثمر یوخذان بالشفعة تبعا للعقار ثم لابد ان یکون العقار مُلِكَ بعوض حتی لو ملك بهبة لاتثبت الشفعة ثم العوض لابد ان یکون مالا حتی لو خولع علی دار لاتثبت الشفعة وانما قال وان لم یقسم لان الشفعة لاتثبت عند الشافعی رح فیما لا یقسم لان الشفعة لدفع مؤنة القسمة عنده وعندنا لدفع ضرر الجوار۔

شفعہ ثابت ہوتا ہے جیسے درخت اور پھل مین بھی زمین کے ساتھ شفعہ ثابت ہو جاتا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اوس غیر منقول کا مملوک بعوض ہونا ضروری ہے حتی کہ اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ بلا عوض کے مکان کا مالک ہوا تو اوس مین شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور عوض مین مال کی شرط اسواسطے لگائی ہے تاکہ وہ صورت نکل جائے جسمین کہ عوض مال نہو حتی کہ اگر کوئی مکان خلع کے عوض مین دیا جائے تو اوسمین شفعہ نہ ثابت ہوگا اور یہ بات کہ وہ غیر منقول اگرچہ تقسیم کے قابل نہو اوسمین شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اسلیے بیان کی ہے کہ شافعی رح کے نزدیک غیر قابل القسمہ چیزونمین شفعہ نہین ثابت ہوتا کیونکہ انکے نزدیک تقسیم کے وقت دور کرنے کے لیے شفعہ مقرر کیا گیا ہے اور حنفیہ رح کے نزدیک ضرر جوار دور کرنے کے لیے۔

(٣٦) م لا فی عرض وفلك وبناء ونخل بیعا قصدا ش حتی ان بیع البناء والنخیل بتبعیة الارض تجب فیهما الشفعة۔

(٣٦) غیر منقول چیزمین اور کشتی اور دیوارون اور درختون مین اگر خود تنہا بلا زمین کے فروخت کیے جاوین تو شفعہ نہین ہے حتے کہ اگر زمین کے تابع ہو کر فروخت ہون تو اونمین شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(٣٧) م وارث وصدقة وهبة الا بعوض ودار قسمت ش لان فی القسمة معنی الافراز۔

(٣٧) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا ہبہ بلا عوض کے کوئی شخص ایک مکان کا مالک ہو یا ایک مکان مشترک کو شریک لوگ باہم تقسیم کرین تو ان سب صورتون مین اوس مکان [illegible]

(٣٨) م او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مهر وان قوبل بعضها مال ش فمن قوله او جعلت اجرة خلاف الشافعی رح فان هذه الاعواض متقومة عنده ولنا ان تقوم المنافع

(٣٨) اگر ایک مکان اجرت مین یا بدلے خلع یا آزادی کے یا بدلے صلح اوس خون کے جو عمدا کیا گیا ہو یا وہ مکان جو مہر قرار دیا گیا ہو اگرچہ جس مکان کے مقابلے [illegible] مال بھی ہو ان سب صورتون مین مکان کے اندر شفعہ نہین ہے ہمارے شافعی رح ان سب صورتونمین خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اون کے نزدیک یہ سب عوض متقوم چیزین ہین اور حنفیہ کی بہ

ضروری فلا تظهر فی حق الشفعة وکذا الدم والعتق واذا قوبل بعضها مال کما اذا تزوجها علی دار علی ان ترد علیه الفا فلا شفعة فی جمیع الدار عند ابی حنیفة رح وقالا تجب فی حصة الالف اذ فیها مبادلة مالیة وهو یقول معنی البیع تابع فیه ولهذا ینعقد بلفظ النکاح ولا یفسد بشرط النکاح ولا شفعة فی الاصل فکذا فی البیع۔

دلیل ہے کہ منافع کا متقوم ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے لہٰذا شفعہ کے حق میں اونکے متقوم ہونے کا کچھ اثر نہ ہوگا بعض مکان کے مقابلے میں مال کے ہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک عورت کا مہر مکان اس شرط پر مقرر کیا کہ وہ ایکہزار روپیہ مجھے ادا کردے تو اس صورت میں ابو حنیفہ رح کے نزدیک مکان کے کسی چیز میں شفعہ نہ ثابت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مکان کے اندر ہزار روپیہ کے حصہ میں شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ مکان کے اوس جز میں مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ بیع کے معنے اوسمیں تبعا ہیں اسلیے لفظ نکاح سے اوسکا انعقاد ہو جاتا ہے اور نکاح کی شرط

(٣٩) م او بیعت بخیار البائع وما سقط خیاره ش حتی اذا سقط الخیار ثبت الشفعة

(٣٩) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمیں بائع کو خیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط ہوگا شفعہ ثابت نہ ہوگا اور ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہو جائیگا بشرطیکہ اختیار ساقط ہوا

(٤٠) م او بیعا فاسدا وما سقط فسخه ش فانه اذا بیع بیعا فاسدا وسقط حق الفسخ بان بنی المشتری فیها ثبت الشفعة۔

(٤٠) اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا تو جبتک فسخ کا اختیار ساقط نہ ہوگا شفعہ ثابت نہ ہوگا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط ہوگیا مثلاً مشتری نے اوسمیں کچھ عمارت بنا لی تو شفعہ ثابت ہو جائیگا۔

(٤١) م او رد بخیار رؤیة او شرط او عیب بقضاء بعد ما سلم ش [illegible] الشفعة ثم رد البیع بخیار الرؤیة وبقضاء القاضی فلا شفعة لانه فسخ لا بیع۔

(٤١) اگر خیار رؤیت یا خیار شرط کی وجہ سے یا بحکم قاضی عیب کی وجہ سے ایک مکان واپس ہوا اور واپس ہونے سے قبل شفیع اپنے حق شفعہ کو چھوڑ چکا تھا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ واپس کرنا بیع جدید نہیں ہے بلکہ بیع کا فسخ ہے۔

(٤٢) م وتجب برده بلا قضاء او باقالة ش ای یثبت الشفعة فی الرد بالعیب بلا قضاء القاضی لانه لما لم یجب الرد واخذه بالرضا صار کانه اشتراه وکذا تجب الشفعة بالاقالة لان الاقالة بیع فی حق الثالث والشفیع

(٤٢) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی کے عیب کی سبب سے مکان کو واپس کر دیا یا باہمی رضامندی سے بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ جب اوسکا واپس کرنا لازم نہیں تھا تو اس تقدیر پر خوشی سے اوسکا واپس لینا خریدنے کے حکم میں ہوگا اور اسلیے کہ اگرچہ بائع و مشتری کے حق میں بیع کا فسخ ہے مگر شفیع کے حق میں وہ ایک بیع جدید ہے

[illegible]

ثالثهما۔

۴۳، م وللعبد الماذون مديونا في مبيع سيده ولسيده في مبيعه ش اي تجب الشفعة للعبد الماذون حال كونه مديونا دينا محيطا برقبته وكسبه فله الشفعة فيما باع سيده وكذا للسيد حق الشفعة فيما باع العبد الماذون المذكور بناء على ان ما في يده ملك له۔

۴۳، اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا ایک غلام ہو جس کو اسنے تجارت کی اجازت دی رکھی ہو اور یہ غلام لوگون کے قرض مین مستغرق ہو تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اسیطرح اگر غلام مذکور نے مکان فروخت کیا تو اوسکے مالک کو اوس مین حق شفعہ ہے اسلیے کہ جو چیز غلام کے قبضہ مین ہے وہ مالک کی ملک ہے۔

۴۴، م ولمن شرى او اشترى له لا لمن باع او بيع له او ضمن للدرك ش اي تجب الشفعة للمشتري سواء اشترى اصالة او وكالة وكذا تجب الشفعة لمن اشتري له اي لمن وكل آخر بالشراء فاشترى لاجل الموكل والموكل شفيع كان له الشفعة وفائدته انه لو كان المشتري او المؤكل بالشراء شريكا وللدار شريك آخر فلهما الشفعة ولو كان هو شريكا للدار وللدار جار فلا شفعة للجار مع وجوده ولا يكون للبائع شفعة سواء كان اصيلا او وكيلا وكذا لا شفعة لمن بيع له اي ان وكل بالبيع والمؤكل شفيع فلا شفعة له وكذا اذا ضمن

۴۴، اگر ایک شخص نے اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان خریدا تو اوسمین حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص کو خریدنے کے لیے وکیل مقرر کیا اور اوسنے اپنے موکل کے لیے مکان خریدا اور وہ موکل اوس مکان کا شفیع بھی ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اوسکا یہ نتیجہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اگر اوس مکان مین شریک ہو اور اوس مکان مین ایک شریک اور بھی ہو تو دونون کا شفعہ رہیگا اور اگر صرف یہی شریک ہو مگر ایک شخص اوسکا جار ہے تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہ ملیگا اور بائع نے خواہ اصالۃً فروخت کیا ہو یا وکالۃً کسیطرح سے اوسکو حق شفعہ نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کسی دوسرے کو وکیل کر کے وہ مکان فروخت کیا اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص اسطور ضامن ہوگیا کہ اوس مکان مین کسیکا حق برآمد ہو تو مین اوسکا ذمہ دار ہون اور وہ شخص شفیع ہو تو اوسکو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اسلیے کہ ذمہ دار ہونے سے

الدرك فبيع وهو شفيع لاشفعة له لان الاستخلاص عليه۔

سالم مکان کا مشتری کو دینا شفیع پر لازم ہوگا

۲۷۵، م ولا فيما بيع الا ذراعا من طول حد الشفيع ش هذا حيلة لاسقاط شفعة الجوار وهي ان يبتاع الدار الا مقدار عرضه ذراع او شبر او اصبع وطوله تمام ما لاصق من الدار المبيعة دار الشفيع فانه اذا لم يبيع ما يلاصق دار الشفيع لا يثبت الشفعة۔

(اور بعضے نسخون مین بثمنہ)

۲۷۵، اگر کسی شخص نے اپنی زمین کی بیع اس صورت کے ساتھ کی کہ جو شفیع کے حد کی طرف ملی ہوی ہے اوسطرف سے ایک گز زمین بیع سے مستثنے کردی تو شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور اصل مین یہ اسقاط شفعہ بالجوار کا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کو بیع کیا مگر کسیقدر زمین جسکا عرض مثلاً ایک گز یا ایک بالشت یا ایک انگشت ہو اور طول مین شفیع کے مکان سے ملی ہوئی ہو مستثنے کردی گئی کہ اسمین شفعہ نہ رہیگا اسلیے کہ شفیع کا شفعہ فقط اتصال کے سبب سے تھا اور اس جگہ باقی مکان کو شفیع سے اتصال نہ رہا تو شفعہ

۲۷۶، م او شرى سهما منها بثمن ثم باقيها الا في السهم الاول ش هذا حيلة اخرى لاسقاط شفعة الجوار وهي انه اذا اراد ان يشتري الدار بالف يشتري شيئا قليلا منها كسهم واحد من الف سهم مثلا بالف الا درهما ثم يشتري الباقي بدرهم فالشفيع لا ياخذ الشفعة الا في السهم الاول بثمنه لا في الباقي لان المشتري صار شريكا وهو احق من الجار۔

۲۷۶، اگر زمین کے حصون مین سے ایک حصہ خرید کیا اسکے بعد باقی زمین کو خرید لیا تو اس صورت مین شفیع کو فقط پہلے حصہ مین شفعہ ملے گا نہ باقی حصونمین شفعہ جوار کے ساقط کرنے کا یہ دوسرا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ہزار روپیہ مین مکان خریدنے کا ارادہ کیا تو اسکا یہ حیلہ ہے کہ اوس مکان مین سے کسیقدر حصہ اگرچہ ہزاروان حصہ ہو اوسکو ایک کم ہزار مین خریدے اسکے بعد باقی مکان کو ایک روپیہ مین خریدے تو شفیع صرف اپنے حق شفعہ مین مکان کا ہزاروان حصہ ایک کم ہزار روپیہ مین خرید سکتا ہے اور باقی مکان کو ایک روپیہ مین نہین خرید سکتا اسلیے کہ مشتری دوسرے حصون مین شریک ہے اور شفیع جار ہے اور شریک جار پر مقدم ہوتا ہے

۲۷۷، م او شرى بثمن ثم دفع عنه ثوبا الا بالثمن ش هذه حيلة اخرى تعم الجوار وغيره وهي ما

۲۷۷، اگر ایک شخص نے بعوض ثمن کے ایک مکان خریدا اسکے بعد ثمن کے بدلے مین بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع بعوض ثمن کے اوس مکان کو لے سکتا ہے کپڑے کی قیمت

اذا ارید بیع الدار بمائۃ فیشتری الدار بالف ثم یدفع ثوبا یساوی مائۃ فی مقابلۃ الالف فالشفیع لایاخذہ الا بالالف۔

دیگر نہین لے سکتا اور یہ بھی اسقاط شفعہ کا ایک حیلہ ہے جسمین شریک اور جوار سب یکسان ہین اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان سو روپیہ کو خریدنا منظور ہو تو فرضی طور پر ہزار کو خرید لے اسکے بعد بمقابلہ ہزار روپیہ کے سو روپیہ کی مالیت کا کپڑا دیدے کہ شفیع

(۴۸) م ولایکرہ حیلۃ اسقاط الشفعۃ والزکوۃ عند ابی یوسف رحمہ اللہ وبہ یفتی فی الشفعۃ وبضدہ فی الزکوۃ ش۔

ر ۴۸ شفعہ اور زکوۃ کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک برا ہے اور شفعہ کے باب مین ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے اسلیے کہ اونسے ثبوت حق سے اعراض کیا ہے حق ثابت کا اسقاط نہین

اعلم ان حیلۃ اسقاطہما لایکرہ عند ابی یوسف رح ویکرہ عند محمد رح ویفتی فی الشفعۃ بقول ابی یوسف رح لانہ منع عن وجوب الحق لا اسقاط للحق الثابت وھکذا یقول فی الزکوۃ لکن ھذا فی غایۃ الشناعۃ لانہ ایثار للبخل وقطع رزق الفقراء الذین قدرہ اللہ تعالی فی مال الاغنیاء والاخراط فی سلک الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ والاستبشار بالبشر بہم اللہ تعالی وقول الشفعۃ انما شرعت لدفع ضرر الجوار فالمشتری ان کان ممن یتضرر بہ الجیران لایحل اسقاطہا وان کان رجلا صالحا ینتفع بہ الجیران ش

کیا ہو اور زکوۃ کے اندر بھی ابو یوسف رح حیلہ کے برا ہونے کی یہی وجہ بیان کرتے ہین مگر اس بارے مین اونکا قول نہایت درجہ ناپسندیدہ ہو اسلیے کہ اس حیلہ مین بخل کا اختیار کرنا اور فقراء کے رزق کا قطع کرنا ہے جسکو خدا تعالی نے امراء کے مال مین مقرر فرمایا ہے اور اس حیلہ کی وجہ سے اون لوگون کے زمرہ مین داخل ہونا اور عذاب الیم کی خوشخبری کا مستحق ہونا ہے جنکی شان مین یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہے الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم الایہ یعنے جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہین اور خدا کی راہ مین اونکو خرچ نہین کرتے الخ اور شفعہ دفع ضرر جوار کے لیے مقرر کیا گیا ہو پس مشتری اگر اون لوگون مین ہے کہ جن سے ہمسایہ لوگ تکلیف پاتے ہین تو ایسی صورت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا درست نہین اور اگر وہ نیک بخت آدمی ہے اور ہمسایہ لوگ اوس سے نفع پاتے ہین اور شفیع ایک ظالم شخص ہے جو اپنے ہمسایون سے عداوت

م اگر کوئی مکان ہزار کو بیچنا ہو تو سو روپیہ مین ہزار روپیہ مین مکان خرید لیا جا سکتا ہو اور سو روپیہ مین۔۔۔

الشفيع متعنت لا يجب جاره فيحتال في اسقاطها

رکھتا ہی اوسکا رہنا نہین چاہتا تو اوس وقت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے۔

(۴۹) م ويبطلها تركه طلب المواثبة او الاشهاد وتسليمها بعد البيع فقط ش اى التسليم قبل البيع لا يبطلها۔

(۴۹) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُس جلسہ مین اُسنے طلب مواثبت یا طلب اشہاد نکی اور بیع کے بعد شفعہ کو ترک کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور بیع کے قبل طلب کرنے سے شفعہ باطل ہ

(۵۰) م ولو من الاب او الوصي والوكيل ش اى الوكيل بطلب الشفعة فان تسليم هولاء يبطل الشفعة عند ابي حنيفة رح وابي يوسف رح خلافا لمحمد وزفر رح فان هذا ابطال حق ثابت للصغير ولانها شرعت لدفع الضرر ولهما انه في معنى ترك الشراء۔

(۵۰) اگر باپ یا وصی یا وکیل طلب شفعہ نے شفعہ تسلیم کر دیا تو نابالغ اور موکل کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ان لوگون کا تسلیم شفعہ ابوحنیفہ اور قاضی ابویوسف رح کے نزدیک شفعہ کو باطل کر دیتا ہے اور امام محمد اور زفر رح کا اسمین اختلاف ہی وہ فرماتے ہین کہ اس صورت مین نابالغ کے حق کا باطل کر دینا ہی اور شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اونکے نزدیک یہ معنے ہین کہ اوس نے خریدنے کو ترک کر دیا ہی کسی حق ثابت کو نہین باطل کیا۔

(۵۱) م وصلحه منها على عوض ورد عوضه ش اى الصلح على العوض يبطل الشفعة لانه تسليم لكن الصلح غير جائز لانه مجرد حق التملك فيجب رد العوض۔

(۵۱) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کر لیا تو اس صورت مین حق شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا کیونکہ صلح کرنے مین شفعہ کا باطل کرنا ہی لیکن یہ صلح عوض کے اعتبار سے درست نہین اسلیے کہ یہان محض حق تملک ہی لہذا عوض واپس کرنا ضروری ہے

(۵۲) م وموت الشفيع لا المشتري ش فان الشفيع اذا مات تبطل الشفعة ولا تورث عنه خلافا للشافعي رح لانها ليست بمال وهذا اذا مات بعد البيع قبل القضاء اما اذا مات بعد قضاء القاضي قبل نقد الثمن او بعده لا تصير للورثة۔

(۵۲) اگر شفیع مر جائے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثون کو حق شفعہ کا نہ رہیگا مگر شافعی رح کے نزدیک نہیں باطل ہوتا اسلیے کہ وہ مال نہین ہی یہ جب ہی کہ اگر شفیع بیع کے بعد اور قاضی کے حکم دینے سے پہلے مر جائے اور اگر بعد از حکم قبل ادائے ثمن یا بعد ادائے ثمن کے مر گیا تو اوسکے وارثون کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور مرنے سے باطل نہوگا۔

۵۳، م وبیع ما یشفع به قبل القضاء بها ش لزوال سبب الاستحقاق قبل التملك بخلاف ما اذا كان البيع بشرط الخيار۔

۵۳، ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان کہ جسکی وجہ سے اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تھا فروخت کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے پہلے استحقاق کا سبب جاتا رہا بخلاف اس صورت کے*

۵۴، م فان سمع شراءك فسلم فظهر شراء غيرك او بيعه بالف فسلم وكان باقل او بكيلي او وزني او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فهي له وبعرض كذلك لا ش اي سمع البيع بالف فسلم وكان باقل او كان بكيلي او وزني او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فالشفعة ثابتة له لان هذه الاشياء من ذوات الامثال فالشفيع ياخذ بها وربما يكون له الاخذ بهذه الاشياء ايسر وان كانت قيمتها اكثر من الالف فيكون له حق الشفعة بخلاف ما اذا ظهر ان البيع كان بعرض قيمته الف او اكثر لا يبقى له الشفعة لان الشفيع ياخذ هنا بالقيمة فان كانت قيمته الفا فقد سلم البيع به وان كانت قيمته اكثر فتسليم البيع بالالف تسليم البيع بالاكثر بالطريق الاولى۔

۵۴، اگر شفیع نے سنا کہ مکان زید نے خریدا ہے اور اوسنے اپنا شفعہ تسلیم کر دیا اُسکے بعد ظاہر ہوا کہ عمرو نے خریدا ہے یا اوسکو معلوم ہوا کہ مکان کے ہزار روپیہ مین بیع ہوی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا از ان بعد معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو بیع ہوئی ہے یا ایسی چیز کے بدلہ مین فروخت ہوا ہے جو ناپ یا تول یا شمار سے فروخت ہوتی ہو کہ جسکی قیمت ہزار روپیہ یا اوس سے زیادہ ہو تو ایسی صورت مین حق شفعہ پھر ثابت ہو جاتا ہو اسلیے کہ یہ چیزین مثلی ہین اور شفیع انسے لے سکتا ہو کیونکہ بسا اوقات اوسکو ان چیزون کا دینا بہ نسبت نقد روپیہ کے نہایت آسان ہوتا ہے اگرچہ اونکی قیمت ہزار روپیہ سے زیادہ ہو لہذا اون صورتون مین شفیع کو حق شفعہ ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ بیع بدلے غلام وغیرہ کے ہوئی ہے کہ جس کی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہی تو اوس کا شفعہ باقی نہ رہے گا اسلیے کہ اس جگہ شفیع قیمت دیکر مکان کو لے گا اور ہزار روپیہ پر تو وہ چھوڑ ہی چکا ہے اور اگر ہزار سے زیادہ ہے تو اوس وقت مین شفیع بطریق اولے شفعہ سے دست بردار ہے۔

* * * * * *

۵۵، م وللشفيع حصة احد المشترين

۵۵، چند لوگون نے ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو

* کہ جب شفیع بیع مین اختیار شرط کرے تو وہان حق شفعہ نہ باطل ہوگا اسلیے کہ اختیار کی وجہ سے ملکیت زائل نہ ہوگی۔

لااحد البائعة ش اى اشترى جماعة من واحد فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان باع جماعة من واحد لاياخذ حصة احد البائعين ويترك حصة الباقية بل ان شاء اخذ كلها او ترك لان هنا يتفرق الصفقة على المشترى وثمه لاتتفرق وايضا يتحقق فى الاول دفع ضرر الجار لافى الثانى

٥٦، م والنصف مفرزا اذا بيع مشاعا من دار نقسما ش اى اشترى نصفا مشاعا من دار فقسمه البائع والمشترى فالشفيع ياخذ النصف مفرزا لان القسمة من تمام القبض۔

ایک ہی کے حصہ کے لینے کا اختیار ہی اور اگر ایسی صورت ہے کہ چند لوگون نے ملکر ایک شخص کے ہاتھ مکان فروخت کیا تو شفیع کو یہ اختیار نہین ہے کہ اُن بائعون مین سے ایک کا لے لے اور باقی کو چھوڑ دے بلکہ چاہے کل کو لے لے یا کل کو چھوڑ دے اسلیے کہ اسجگہ بمقابلہ مشتری کے تفریق بیع کی ہوتی ہے اور اوس جگہ نہین ہوتی اور نیز صورت اول مین دفع ضرر جار ہے دوسری صورت مین دفع ضرر جار کا تحقق نہین ہے۔

٥٦، اگر ایک شخص نے ایک مکان غیر تقسیم شدہ مین سے نصف مکان خریدا پھر بائع اور مشتری دونون نے اپنا اپنا حصہ جدا کر لیا تو شفیع کو وہی نصف مکان لینا پڑے گا جو تقسیم کرنے سے اوس کو ملا ہے اسلیے کہ تقسیم سے قبضہ کامل ہوجاتا ہے اور وہ قبضہ کا تتمہ ہے۔

تمام شد

تمام شد ترجمہ شرح وقایہ